ابنِ صفی
د نمبر
39
جاسوسی دنیا
117- زہریلا سیارہ
118- نیلم کی واپسی

جاسوسی دنیا نمبر 117

زہریلا سیارہ

(مکمل ناول)

پیش رس

یادش بخیر "عظیم حماقت" کے بعد پھر حماقت نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پڑھنے والے اس ہیچمند ان کی حماقتوں کے اس قدر عادی ہوگئے ہیں کہ جب تک پھر کوئی حماقت سرزد نہ کرادیں۔ چین سے نہیں بیٹھتے۔ سو حضرات یہ حماقت بھی ملاحظہ فرمایئے کہ نام نامی اس کا "زہریلا سیارہ" ہے۔ اس میں وہ کردار بھی موجود ہے جس کا تقاضا برسوں سے ہو رہا تھا۔ اس نئے روپ میں آپ اُسے دیکھ کر یقیناً محظوظ ہوں گے۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ اس بار عید الاضحیٰ کے موقعے پر آپ نے جو بکرا بچایا تھا ابھی تک چل رہا ہے یا ختم ہوگیا۔

بھائی بکرے کی بساط ہی کیا۔ کتنے دن چلتا۔ البتہ اونٹ ہوتا تو بات بھی تھی۔ ویسے اس بار بکروں سے زیادہ سستے اونٹ ہی تھے۔ اگلے سال سہی۔

ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ آپ جاسوسی ناولوں میں رومان کیوں ٹھونس دیتے ہیں۔ گزارش ہے کہ مجھے تو علم نہیں کہ میرے ناولوں میں رومان بھی ہوتا ہے البتہ اگر آپ نے رومانیت کو بطور علمی اصطلاح استعمال کیا ہے تو یقین کیجئے کہ میرے ناولوں میں رومان کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوتا اور اگر آپ کی مراد فارمولا فلموں والے رومان سے ہے تو میری کتابیں پھر پڑھیئے۔ ایسا کوئی مرض آپ ان میں نہیں پائیں گے۔"

ابھی پچھلے ہی دنوں ایک بچی نے کہا۔ "انکل آپ کی فلم دھماکہ بالکل بکواس تھی۔ میں نے بوکھلا کر پوچھا۔ "کیوں بے بی" کہنے لگی۔ "شادی تو ہوئی ہی نہیں۔ میں تو بہت بور ہوئی۔" میں نے کہا۔ "اچھا بے بی آئندہ تمہیں بور نہیں ہونا پڑے گا۔ شادی ہوگی یا دونوں مرجائیں گے۔"

سب سے زیادہ دلچسپ بات ایک صاحبہ کی ہے جنہوں نے لکھا ہے کہ میں ایک خالص ناول عشقیہ قسم کا لکھوں۔ میرے بس سے باہر ہے۔ معافی چاہتا ہوں۔ ورنہ آپ ہی بعد میں کہہ اٹھیں گی کہ میں نے پیروڈی کے لئے تو نہیں لکھا تھا۔

البتہ ان صاحب کی فرمائش زیرِ غور ہے کہ "شکرال" والی کہانی کو مکمل کردوں۔ میں خود بھی چاہتا ہوں کہ شکرال کی کہانی کسی طرح مکمل ہوجائے۔ خدا کرے پھر اسی قسم کی ذہنی فضا میسر آجائے۔ جس کے تحت وہ کہانی شروع کی گئی تھی تاکہ پیوند نہ معلوم ہو۔

اب اور کیا عرض کروں۔ "زہریلا سیارہ" پڑھیئے اور مجھے مطلع فرمایئے کہ کیسا رہا۔ والسلام

ابنِ صفی

یکم فروری ۱۹۷۰

برقی نگینے

بڑا خوبصورت کتا تھا۔ کم از کم کیپٹن حمید کی نظروں سے تو ایسا کتا آج تک نہیں گزرا تھا۔ نہ جانے کہاں سے مارا تارا فریدی کی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں آ داخل ہوا تھا۔ پھر وہاں سے کسی طرح نکلنے کا نام ہی نہ لیا۔ کتے خانے میں بند کتوں نے اُسے دیکھ کر آسمان سر پر اٹھا لیا تھا لیکن وہ خود اس طرح پرسکون نظر آرہا تھا جیسے یہاں کے ماحول میں اس کے لئے ذرہ برابر بھی اجنبیت نہ ہو۔ حمید کو دیکھ کر اس نے اظہار شناسائی کے طور پر دم بھی ہلائی تھی۔

فریدی اس وقت گھر پر موجود نہیں تھا ملازموں نے اسے کمپاؤنڈ سے نکالنے کی کوشش کی تو غرا کر ان پر چڑھ دوڑا۔

"رہنے دو......!" حمید نے انہیں روکا تھا۔

"مگر کپتان صاحب! اپنے کتے جو آپے سے باہر ہوئے جارہے ہیں۔" ایک ملازم بولا۔

"کچھ دیر بعد خود ہی خاموش ہوجائیں گے۔ اسے کھانے کے لئے دو۔"

ملازم ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

فریدی کے کتے کمروں میں داخل نہیں ہونے پاتے تھے۔ ان کی عادت ہی نہیں پڑنے دی تھی۔ زیادہ تر کتے خانے میں رہتے تھے اور رکھوالی کے السیشین رہائشی حصوں سے دور ہی

رہ کر رکھوالی کرتے تھے۔

بہر حال جب حمید اپنے کمرے میں جانے لگا تو اس کتے نے بھی اس کا پیچھا کیا۔

''جناب......!'' حمید رک کر بولا۔ ''ابھی ہم لوگ اتنے مہذب نہیں ہوئے کہ آپ کی ہم جلیسی کا فخر حاصل کرسکیں۔ براہِ کرم باہر ہی ٹھہریئے۔ آپ چاہیں تو پورچ میں تشریف رکھ سکتے ہیں۔''

پھر روشنی میں کتے کے گلے میں پڑے ہوئے پٹے پر نظر پڑی تو دم بخود رہ گیا۔ ایسا مرصع پٹہ کبھی نظر سے نہیں گزرا تھا۔ چھوٹے بڑے کئی نگینے آنکھوں کو خیرہ کئے دے رہے تھے اور وسطی نگینہ تو بہت بڑا تھا۔ لعل تھا شاید۔

''بہت خوب جناب۔'' وہ آہستہ سے بولا۔ ''آپ خاصے معزز نظر آرہے ہیں اور شاید متمول بھی ہیں۔ بہتر ہے تشریف لے چلئے۔ کہیں آپ کوئی والی ریاست تو نہیں ہیں۔''

کتا پیچھے پیچھے اس کے کمرے تک آیا تھا۔

''تشریف رکھئے...... حالانکہ یہ قالین آپ کے لائق تو نہیں ہے۔'' حمید نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''اگر اجازت ہو تو میں ذرا آپ کے پٹے کا جائزہ لے لوں۔ اتاروں گا نہیں۔ آپ مطمئن رہیے۔ ویسے آپ مجھے بے حد ذہین معلوم ہوتے ہیں کہ آپ نے ایک بے حد ایماندار پولیس آفیسر کے گھر میں پناہ لی ہے۔''

کتا کچھ اس طرح اسے دیکھے جا رہا تھا جیسے سب کچھ سمجھتا ہو۔ حمید بھنا کر بولا۔ ''اب یہ فرما دیجئے کہ آپ تناول کیا فرمائیں گے۔ معمولی دال روٹی والے تو نہیں معلوم ہوتے۔''

اس نے اپنے اگلے پیر پھیلائے اور پنجوں پر تھوتھنی رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔

''حضت! کیا قصور ہوا فدوی سے۔ کوئی بات طبع نازک پر گراں گزری ہو تو واللہ مسخرا سمجھ کر معاف فرمایئے گا۔''

کتا بدستور آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ حمید نے شانوں کو جنبش دی اور اس کے پاس سے ہٹ آیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس ڈھیٹ کتے کے ساتھ کس طرح پیش آئے۔ آخر

وہ اس کے پیچھے کیوں آیا تھا۔ کسی ملازم کے ساتھ کیوں نہیں گیا۔

شام ہو رہی تھی وہ کسی طرف نکل جانا چاہتا تھا لیکن یہ کتا پتا نہیں کس کا ہے خصوصیت سے ادھر ہی کیوں آیا۔ درجنوں کتوں کی غصیلی آوازیں سن کر تو اسے فرار ہی ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن وہ کسی متحمل مزاج آدمی کی طرح یہ سب کچھ بڑے سکون سے برداشت کرگیا تھا۔ کہیں یہ کسی دشمن کا بہت ہی تربیت یافتہ کتا نہ ہو اور انہیں کسی وبال میں نہ پھنسا دے۔ پٹے میں جڑے ہوئے جوہرات بیش قیمت تھے۔

''میں تعارف کا منتظر ہوں جناب عالی!'' اس نے پھر کہا۔

لیکن کتے کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

''ابے کیا اب ڈنڈا سنبھالوں۔'' وہ چیخ کر بولا۔ ''میں تیرے قیمتی گلوبند کی رکھوالی نہیں کرسکتا۔ مجھے باہر جانا ہے۔''

کتے نے آنکھیں نہ کھولیں۔ حمید الجھن میں پڑ گیا۔ غور سے اُسے دیکھنے لگا کہیں مر تو نہیں گیا۔ لیکن سانس معمول کے مطابق چل رہی تھی۔ پھر اس نے پٹہ پکڑ کر اسے آدھے دھڑ سے اٹھایا تھا اور چھوڑ دیا تھا۔ لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی۔ وہ بدستور سوتا رہا۔ اس کی چیخم دھاڑ سن کر پہلے ہی کئی ملازم وہاں پہنچ گئے تھے اور کھڑے ہنس رہے تھے۔

''آپ کی جان کو کچھ نہ کچھ لگا ہی رہتا ہے کپتان صاحب۔'' فریدی کے خادم خصوصی شریف نے کہا۔

''جی ہاں...... آپ ہی کیا کم تھے کہ یہ بھی آگیا۔'' حمید نے دانت پیس کر کہا اور چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''ادھر آیئے...... دیکھئے اس کا پٹہ بہت قیمتی ہے۔ جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ ذرا آپ خیال رکھئے گا۔ ایک بھی کم ہوا تو سب کی شامت آجائے گی۔ میں باہر جا رہا ہوں۔''

شریف آگے بڑھ آیا تھا۔ اس نے بھی جھک کر پٹے پر نظر ڈالی اور متحیرانہ انداز میں بولا۔ ''کمال ہے صاحب۔''

''کیا قریب کی کسی کوٹھی میں کوئی نیا آدمی آیا ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

"پتا نہیں صاحب! آتے ہی جاتے رہتے ہیں۔"

"اسے یہیں پڑا رہنے دو۔ اسی حالت میں کوئی قریب نہ آئے۔ چلو نکلو باہر۔"

کمرہ مقفل کر کے وہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا۔ پھر اسے ہنسی آ گئی اور ملازمین اس کا منہ دیکھنے لگے۔

"بیچارہ اپنا کیس لے کر آیا تھا کرنل صاحب کے پاس۔ لیکن ملاقات سے پہلے ہی مر گیا۔ اب دیکھنا ہے کہ مجھ پر کیا گزرتی ہے۔"

"پٹہ اتار پھنکوا دیجئے۔ آپ بھی کس چکر میں پڑے ہیں۔" بوڑھے شریف نے کہا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بڑے صاحب ہی آ کر اس کی تجہیز و تکفین کریں گے۔"

"سخت ناراض ہوں گے اسے کمرے میں دیکھ کر۔"

حمید نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور خاموش کھڑا رہا۔

ڈائننگ ہال میں ہلکی موسیقی گونج رہی تھی مشرقی انداز لئے ہوئے مغربی دھنیں ان دنوں خاصی مقبول تھیں۔ اکثر لوگوں کے پاؤں تال دینے لگے۔

فریدی بہت دنوں بعد نیاگرہ آیا تھا۔ آمد کسی خاص مقصد کے تحت نہیں ہوئی تھی۔ محض معمولی تبدیلی کی غرض سے چلا آیا تھا۔ ویسے اگر اتفاقاً ادھر سے گزر نہ ہوتا تو شاید اس تبدیلی کی خواہش ہی پیدا نہ ہوتی کیونکہ وہ ایسی جگہوں کا رخ ضرورتاً ہی کرتا تھا۔ اس کے اپنے نظریئے کے مطابق تبدیلی کے لئے نقل مکانی ضروری نہیں تھی۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے ہی تبدیلی کی اس خواہش کو پورا کر سکتا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق کسی مصروفیت کو ترک کر کے دوسرا شغل اختیار کر لینا ہی حصول مقصد کے لئے کافی ہونا چاہئے۔

بہرحال نیاگرہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے اس کے ایک ڈائریکٹر ہی سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ دونوں کے درمیان شناسائی ہی تھی۔ وہ اس کے استقبال کے لئے لپکا۔

"زہے نصیب کرنل صاحب۔" وہ اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔

"مزاج کیسے ہیں۔" فریدی اس کی گرمجوشی کا جواب دیتا ہوا بولا۔

"شکر ہے اللہ کا...... تشریف لے چلئے۔ آفس میں بیٹھیں گے یا ہال میں۔"

"کسی تفتیش کے سلسلے میں نہیں آیا ہوں اسی لئے ہال ہی مناسب رہے گا۔"

"مجھے علم ہے کہ آپ مصری رقص و نغمہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"سمیعہ آج کل یہیں مظاہرے کر رہی ہے۔"

"مجھے علم نہیں تھا۔ وہ بہت اچھا گاتی ہے۔ قدیم اور جدید کے امتزاج سے اس نے ایک نیا رنگ پیدا کیا ہے۔"

"تشریف رکھئے جناب۔" وہ اسے ایک مناسب سی میز کے قریب لا کر بولا۔ "فن کے قدردان گنے چنے ہیں۔ لوگ تو جسموں کی حرکات پر نظر رکھتے ہیں۔"

"شاید میں یہاں چھ ماہ بعد آیا ہوں۔" فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔ "آپ بھی بیٹھئے۔"

"ضرور...... ضرور...... روز روز ایسی صحبتیں کہاں نصیب ہوتی ہیں۔ یہ میری خوش نصیبی کے لمحات ہیں۔"

"امسال آپ شکار پر نہیں گئے؟" فریدی نے پوچھا۔

"بس جناب کیا عرض کروں۔ دل چاہتا ہے کہ بندوقیں بیچ کر سارنگیاں خرید لوں۔ پچاس روپے لائسنس فیس ہو گئی ہے۔ شوٹنگ پرمٹ پہلے پچیس روپے میں بنتا تھا۔ اب سو روپے ہو گئے ہیں۔ اچھے کارتوس تین سو روپے سینکڑہ ہیں۔ پھر آج تیتر پر پابندی لگی ہے تو کل بٹیر پر۔ پتا نہیں چلتا کہ کب کس چیز کے شکار پر پابندی لگا دی گئی۔ پچھلے سال شامت اعمال سے ایک کلنگ مار لیا تھا۔ آ پکڑا گیمز وارڈن نے۔ دو سو روپے نذر کر کے بڑی مشکل سے بندوق بچائی۔ اس پر بھی وہ ظالم سارا دوسرا شکار بھی ہتھیا لے گیا۔ بچے منہ دیکھ کر رہ

گئے تھے۔ اس سے پہلے تو کلنگ کے شکار پر پابندی نہیں تھی۔ پتا نہیں کس وقت لگ گئی۔ انہیں چاہئے کہ سیزن شروع ہوتے ہی اخبارات کے ذریعے دو تین بار اعلان کردیا کریں کہ کس کس چیز پر پابندی لگی ہوئی ہے۔''

''آپ کبھی میری زمینوں پر چل کر شکار کھیلئے۔ ہرقسم کا شکار موجود ہے۔ کئی جھیلیں ہیں اور جنگلات بھی ہیں۔''

''بہت بہتر۔ میرے لئے تو باعث فخر ہوگا۔ کیونکہ بہتیرے آپ کی شکار گاہوں کو للچائی ہوئی نظروں سے تکتے رہتے ہیں۔''

''جو بھی چاہے ہر ماہ کی پندرہ اور تیس تاریخ کو وہاں شکار کھیل سکتا ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں کو اس کے لئے ہدایت کردی ہے اور مشتہر بھی کرادیا تھا۔ لیکن شکار کی تعداد پر بہرحال پابندی رہتی ہے ورنہ دو تین ہی بار میں سب کچھ ختم ہوجائے۔''

''آپ کا جواب نہیں ہے روئے زمین پر کرنل صاحب! میں آپ کیلئے کیا منگواؤں۔''

''صرف چائے۔''

''کچھ کھائیے بھی۔''

''نہیں شکریہ! اس وقت کچھ کھانے کی عادت نہیں ہے۔''

ہوٹل کے ڈائریکٹر نے ہیڈ ویٹر کو طلب کرکے چائے کے لئے کہا تھا۔

فریدی نے خاموشی اختیار کرلی۔ شکار کا موضوع ختم ہوگیا تھا۔ فن کی دلدادگی کا پہلے ہی زیادہ مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب یہ شخص جرائم کی بڑھتی ہوئی تعداد کے بارے میں گفتگو شروع کرنے ہی والا ہے۔ چائے کے آنے سے قبل ہی ڈائریکٹر نے سوال کھینچ مارا تھا۔ ''کرنل صاحب آخر یہ جرائم اتنے کیوں بڑھ گئے ہیں۔''

''جھلاہٹ کی بناء پر۔'' فریدی بولا۔

''میں نہیں سمجھا جناب۔''

''آبادی بڑھ گئی ہے۔ وسائل محدود بھی ہیں اور چند ہاتھوں کا ان پر قبضہ ہے۔''

''جھلاہٹ والی بات تو رہ ہی گئی۔''

''اسی طرف آرہا ہوں...... دولت مندوں کو مزید دولت مند بننے کی آزادی ہے اور عوام کو قناعت پسندی کا سبق دیا جارہا ہے۔''

''ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور چارہ بھی کیا ہے۔''

''چارہ ہی چارہ ہے۔ اگر خودغرضی اور جاہ پسندی سے منہ موڑ لیا جائے۔ ایک نئے انداز کی سرمایہ داری کی بنیاد ڈالنے کی بجائے خلوص نیت سے وہی کیا جائے جو کہا جاتا رہا ہے تو عوام کی جھلاہٹ رفع ہوجائے گی۔ ضرورت ہے کہ انہیں قناعت کا سبق پڑھانے کی بجائے ان کی ''خودی'' کو ابھارا جائے جیسے بعض دوسرے ممالک میں ہوا۔''

''نہیں صاحب! خودی کو قوالوں ہی کی تحویل میں رہنے دیجئے۔'' ڈائریکٹر ہنس کر بولا۔ فریدی بھی مسکرایا۔ چند لمحے خاموش رہ کر ڈائریکٹر نے کہا۔ ''آپ تو انقلابی معلوم ہوتے ہیں کرنل صاحب۔''

''حدوداللہ میں رہ کر یقیناً انقلابی ہوں۔ اللہ اس پر کبھی برہم نہیں ہوسکتا کہ کوئی قوم اپنے حالات کو مدنظر رکھ کر اپنے وسائل کی تقسیم کا مناسب انتظام کرلے۔''

''بات تو سچی ہے جناب۔ ہماری تاریخ میں ایسے سربراہان مملکت بھی گزرے ہیں جو سر کے نیچے اینٹ رکھ کر کھردرے فرش پر سویا کرتے تھے اور اپنے لئے محل نہیں بناتے تھے۔''

''اور ہمارا یہ حال ہے کہ۔'' وہ جملہ پورا نہیں کرپایا تھا کہ یک بیک کئی چیخیں ہال میں گونجیں۔

''اوہ خدایا۔'' ڈائریکٹر بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔ فریدی نے بھی ان چاروں کرسیوں کو لڑھکتے دیکھا۔ وہ چاروں ایک ہی میز پر تھے۔

چند لمحے سناٹا چھایا رہا پھر لوگ اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کر ان کی طرف جھپٹے۔ ان میں فریدی اور ڈائریکٹر بھی تھے۔

''براہِ کرم پیچھے ہٹ جائیے۔'' فریدی نے گونجیلی آواز میں کہا اور لوگ اس کی طرف متوجہ ہوگئے اور پھر ذرا ہی دیر میں چاروں گرنے والوں کی اموات کا اعلان کردیا گیا۔

''میز پر رکھی ہوئی چیزوں کو ہاتھ نہ لگائیے۔'' فریدی نے ڈائریکٹر سے کہا۔ ''سروس قطعی بند کرادیجئے۔ تاحکم ثانی کچن بند رہے گا۔ کچن سے باورچیوں مددگاروں کو نکال کر مقفل

کرادیجئے۔"

"خداوندا یہ کیا ہوگیا۔"

"میں بہت سبز قدم ہوں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"میرا...... یہ مطلب نہیں تھا جناب۔" ڈائریکٹر بوکھلا کر بولا۔

فریدی نے متعلقہ حکام کو فون کالیں کی تھیں اور ذرا ہی سی دیر میں وہاں پولیس کی گاڑیاں پہنچنے لگی تھیں۔

بظاہر زہر خورانی کا کیس معلوم ہوتا تھا۔ کچن مقفل کردیا گیا اور مشیر نامے کی تیاری کے بعد لاشیں روانہ کردی گئیں۔

"تت...... تفتیش آپ ہی کریں گے جناب۔" ڈائریکٹر نے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے۔ ابھی تو متعلقہ تھانے تک ہی بات رہے گی۔ اُن سے نہ بنی تو آگے بڑھے گی۔"

"ہوسکتا ہے وہ کہیں اور سے کچھ کھا پی کر آئے ہوں۔ غیر قانونی طور پر کشید کی ہوئی شرابیں پی کر کتنے ہی لوگ اس شہر میں مرچکے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی گھر کی طرف جارہی تھی۔ گھر پر حمید کتے کی کہانی لئے بیٹھا تھا۔ شام کو کہیں جانہیں سکا تھا۔ بھرا بیٹھا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی پھٹ پڑا۔

"آہستہ...... آہستہ......!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔"

حمید نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے پھر دوبارہ اسٹارٹ لے کر آہستہ آہستہ کتے کی حیرت انگیز موت تک پہنچا تھا۔

"چلو دکھاؤ...... کہاں ہے لاش؟"

وہ اُسے اپنی خواب گاہ میں لایا۔ کتے کی لاش اسی طرح فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ اُسے اپنی خواب گاہ میں لایا۔ پھر پٹے کی طرف اشارہ کرکے بولا۔ "تمہارے بیان کے مطابق وہ سرخ نگینہ یہاں تھا۔"

"جی ہاں۔"

"اس جگہ پٹے میں سوراخ ہوگیا ہے۔ جلنے کا نشان...... اوہ...... یہ کچھ بال بھی جھلسے ہوئے ہیں۔ اچھا اسے اوپر میری تجربہ گاہ میں پہنچادو۔ پٹہ اتار دینا۔"

"بھنگی بنادیجئے مجھے۔"

"وہ تو پہلے ہی سے ہو۔" فریدی کہتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا تھا۔ "نیا گرا والی لاشیں کہاں ہیں۔"

"مردہ خانے میں...... پہلے شناخت کے لئے تشہیر کی جائے گی پھر پوسٹ مارٹم ہوگا......" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں دوبارہ ان کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس کا انتظام کردو۔"

"بہت بہتر جناب......!" دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔

ریسیور رکھ کر وہ پھر حمید کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ دو ملازم کتے کی لاش اٹھا کر اوپری منزل پر لے جارہے تھے۔

"آخر آپ کریں گے کیا......؟" حمید نے پوچھا۔

"اس کا پوسٹ مارٹم میں خود کروں گا۔"

"کمال ہے...... کیا یہ کام کسی ہسپتال کی آپریشن ٹیبل پر نہیں ہوسکتا۔"

"تمہیں کیا پریشانی ہے۔" فریدی نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ حمید پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا اور اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

"کچھ نہیں۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "شاید فراغت کے دن ختم ہوگئے۔"

فریدی دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"ارے تو اب آپ کہاں چلے۔"

"ابھی آیا۔"

اس کی گاڑی پھر کمپاؤنڈ سے نکل رہی تھی۔ اس بار سفر کا اختتام پولیس ہسپتال ہوا۔ ڈاکٹر شاہد اسی کا منتظر تھا۔ وہ مردہ خانے میں پہنچے۔ چاروں لاشیں ابھی سرد خانے میں نہیں

پہنچی تھیں۔ میز ہی پر پڑی ہوئی تھیں۔ فریدی نے کپڑا ہٹا کر ان کے ہاتھوں کا جائزہ لیا تھا اور ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

''جی ہاں ...... چاروں کی انگلیوں پر جلنے کے نشانات ہیں۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''اور انگشتریوں سے نگینے غائب ہیں۔''

''واقعی یہ بڑی عجیب بات ہے اور جلنے کے نشانات عین نگینوں کے نیچے سے انگلیوں میں شروع ہوئے ہیں۔'' ڈاکٹر بولا۔

''مجھے یہی دیکھنا تھا......!'' فریدی نے کہا۔

''بہر حال ساری علامات الیکٹرک شاک لگنے کی موجود ہیں۔'' ڈاکٹر بولا۔

''کیا آپ کی ڈیوٹی ختم ہونے والی ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''ختم ہو چکی ہے۔ میں تو آپ کا منتظر تھا۔''

''کیا مجھے تھوڑا سا وقت دے سکیں گے؟''

''ضرور......ضرور......!''

''ایک کتے کی لاش کا پوسٹ مارٹم کریں گے۔''

''اوہ......!'' ڈاکٹر کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے تھے۔ لیکن پھر وہ مسکرا کر بولا۔ ''کیا اسی وقت......؟''

''ابھی......اور میں اب آپ کو اپنے گھر لے چلوں گا۔''

''چلئے......!''

کتے کی لاش تجربہ گاہ کی میز پر پڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ''خدا کی پناہ! میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔'' اس نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''میں نے آپ کی تجربہ گاہ کے بارے میں سنا تھا لیکن اس حد تک بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔''

''بس شوق کی بات ہے۔''

کتے کی لاش کی چیر پھاڑ شروع ہوئی تھی اور الماریوں سے جدید ترین آلات برآمد ہونے لگے تھے۔

حمید انہیں اسسٹ کر رہا تھا اور گھن کے مارے اس کی آنتیں حلق میں چلی آ رہی تھیں۔ خدا خدا کر کے چیر پھاڑ مکمل ہوئی تھی اور وہ مختلف قسم کے سلیوشنوں سے ہاتھ دھوتے رہے تھے۔

حمید کو ابکائی آئی اور وہ باہر چلا گیا۔

''قطعی طور پر الیکٹرک شاک......!'' ڈاکٹر بولا۔

''ان لاشوں کے پوسٹ مارٹم کا بھی یہی نتیجہ برآمد ہو تو مجھے فوری طور پر مطلع کر دیجئے گا۔'' فریدی نے کہا۔

''آخر قصہ کیا ہے......؟''

''پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ الیکٹرک شاک لگے کیسے۔'' فریدی پُرتفکر لہجے میں بولا۔ پھر اس نے کتے کی کہانی سناتے ہوئے کہا تھا۔ ''ان لاشوں کے بارے میں تو آپکو علم ہی ہے۔''

''میں نے لاشوں کے بارے میں اپنا خیال ظاہر کر دیا تھا۔'' ڈاکٹر بولا۔ ''آپ کے محکمے کے لوگ شائد نیاگرہ میں اسی بات کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔''

''لیکن وہاں ان کرسیوں پر الیکٹرک شاک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''تو پھر ان انگشتریوں کے نگینے کیسے تھے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جس وقت وہ چاروں ختم ہوئے تھے ٹھیک اسی وقت یہاں کتے نے دم توڑ دیا تھا۔''

ڈاکٹر کچھ نہ بولا۔ وہ دونوں تجربہ گاہ سے باہر آئے اور فریدی نے کہا۔ ''رات کا کھانا میرے ہی ساتھ کھائیے۔''

''مجھے بے حد افسوس ہے کہ کسی اور جگہ مدعو ہوں۔''

''اچھا تو ایک ایک کپ کافی ہی سہی۔ سردی آج کچھ بڑھ گئی ہے۔''

''کوئی مضائقہ نہیں۔''

وہ ڈائننگ روم میں آ بیٹھے۔ حمید اپنے کمرے میں تھا۔ ایک ملازم سے معلوم ہوا کہ اس کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔ کافی پی کر ڈاکٹر تو چلا گیا تھا اور فریدی نے حمید کے دروازے پر

دستک دی تھی۔

''اب زندہ بھی رہنے دیجئے گا یا نہیں۔'' اندر سے آواز آئی۔

''بہت زندگی ہے فرزند تمہاری...... دروازہ کھولو۔''

دروازہ کھلا تھا اور حمید شب خوابی کے لباس میں دکھائی دیا۔

''آخر ہے کیا چکر......؟'' اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''چیلنج......!'' فریدی نے کہا اور اس کے جبڑے بھینچ گئے۔

میکس فیکٹر

حمید نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بولا۔ ''مگر کس کی طرف سے۔''

''یہ میں نہیں جانتا...... لیکن ہے چیلنج ہی۔ ورنہ یہاں اس کتے کا کیا کام...... جسے ان چاروں ہی کی طرح مرجانا تھا۔''

''اُوہاں...... اس کا پتہ کہاں ہے؟''

''کھڑکی سے عقبی پارک میں پھینک دیا گیا۔''

''نگینوں سمیت۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''ہاں...... میں اُسے عمارت کے اندر رکھنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔''

''وہ چاروں آپ کی موجودگی میں مرے تھے اس لئے مجھے بھگتنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔''

''یہ بہت اچھی بات ہے کہ پہلے ہی سے تمہارا ذہن بن جائے گا۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

دفعتاً رکھوالی کے کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی اور وہ چونک پڑے پھر فریدی صدر

دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔ حمید نے صرف شانے ہلائے تھے۔ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی۔ اتنے میں ایک ملازم ڈرائینگ روم میں داخل ہوا جسکے چہرے پر بدحواسی طاری تھی۔

''کک...... کپتان صاحب...... دو...... دوسرا کتا۔''

''کہاں......؟'' حمید بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔

''دیوار پھلانگ کر کمپاؤنڈ میں آیا تھا۔ رکھوالی کے کتوں نے دبوچ لیا۔''

''کرنل صاحب کہاں ہیں۔''

''وہ اسے اپنے کتوں سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

حمید بھی کمپاؤنڈ کی طرف جھپٹا تھا۔ فریدی پھاٹک کے قریب کھڑا نظر آیا۔ مگر اب کتے نہیں بھونک رہے تھے۔ قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ رکھوالی کے کتے قطعی طور پر دم توڑ چکے ہیں اور دو زمین پر پڑے سسک رہے ہیں۔''

''کک...... کیا ہوا......؟''

''دوسرا کتا تھا......!'' اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ''انہیں اس حال کو پہنچا کر نکل گیا۔''

''ارے...... تو ان دونوں کو تو بچانے کی کوشش کیجئے۔''

''فضول ہے یہ نہیں بچیں گے۔''

''لیکن وہ گیا کہاں۔''

''جہاں سے آیا ہوگا۔'' خشک لہجے میں جواب ملا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں کتے بھی ختم ہوگئے تھے۔

''یہ صرف چیلنج ہی نہیں بلکہ دھمکی بھی ہے۔'' فریدی بولا۔

''میں کتے کے تعاقب کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔'' حمید بولا۔

''چلو......!'' فریدی اس کا بازو پکڑ کر پورچ کی طرف موڑتا ہوا غرایا۔

حمید بے دلی سے چلتا ہوا ڈرائینگ روم تک آیا تھا۔ فریدی نے تازہ سگار سلگا کر دھواں اس کے منہ پر چھوڑتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں کتے کے تعاقب کا موقع دے سکتا ہوں۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں جانتا ہوں کہ وہ کس کا کتا تھا۔''

''کون سا کتا......؟''

''وہی جو رکھوالی کے کتوں کو مار گیا۔''

''کس کا تھا......؟''

''میرا ہی ایک بلڈ ہاؤنڈ جو پچھلے پندرہ دن سے غائب تھا۔''

''مجھے تو علم نہیں تھا اس کی گمشدگی کا۔''

''تم ہوش میں کب رہتے ہو۔''

شازیہ کو بڑا دکھ تھا۔ اس کے ڈیڈی آج بھی اس کے لئے میکس فیکٹر کا بیوٹی باکس نہیں لائے تھے۔ حالانکہ صبح تک وہ ڈیوٹی پر جانے لگے تو اس نے پائیں باغ سے چیخ کر یاددہانی کرائی تھی۔

خان تجمل مقامی جیل کے سپرنٹنڈنٹ تھے اور ان کا جیل خانہ ملک کا مثالی جیل خانہ سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے طور پر بعض اصلاحات کی تھیں جن کے تحت وہ جیل خانے کی بجائے ایک طرح کی تربیت گاہ بن گیا تھا۔

ظاہر ہے کہ پھر خان تجمل اور ان کے کنبے کا گزارہ محض تنخواہ ہی پر رہا ہوگا اور یہ کنبہ بھی چھوٹا سا نہ تھا۔ خان تجمل کے والدین بقید حیات تھے۔ ایک بیوہ بہن اور اس کے دو بچوں کا بار بھی خان تجمل ہی پر تھا۔ شازیہ سے بڑی دو بہنیں تھیں۔ تین بڑے بھائی۔ سب ہی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ بیگم تجمل سدا کی بیمار، ہمیشہ دواؤں اور انجکشنوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

اگر خان تجمل کے والد کے پاس کچھ زرعی زمینیں نہ ہوتیں تو شاید مہینے میں دو چار فاقوں کی بھی نوبت آ جاتی۔ پھر وہ کیپٹن خان تجمل کا بنگلہ تھا اس لئے دو چار مہمان بھی بنے رہتے تھے۔

بہرحال ایسے حال میں میکس فیکٹر کے بیوٹی بکس کی فرمائش ایسی ہی تھی جیسے کسی لکڑہارے سے نولکھا ہار کی فرمائش کر دی گئی ہو۔ شازیہ سب سے چھوٹی تھی اس لئے چہیتی بھی تھی۔ عمر تیرہ سال تھی۔ اس سے بڑی عالیہ سترہ سال کی تھی اور آسیہ اکیسویں میں تھی تینوں بھائی اس سے چھوٹے تھے اور ابھی ہائر سیکنڈری ایجوکیشن سے فارغ نہیں ہوئے تھے۔

شام کو بیوٹی بکس نہ ملنے پر وہ دل گرفتہ سی ہو کر پائیں باغ میں نکل آئی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ خوب چیخ چیخ کر روئے۔ آم کے درخت کے نیچے بنچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دفعتاً ایک بڑا سا پیکٹ اس کے پیروں کے قریب آ گرا اور وہ خوفزدہ ہو کر اچھل پڑی۔

بڑی دیر تک پیکٹ کو ہاتھ ہی لگانے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔ بار بار سر اٹھا کر درخت کے اوپر نظر ڈالتی لیکن گھنی شاخوں میں کچھ بھی دکھائی نہ دیتا۔ ویسے اسے یقین تھا کہ پیکٹ درخت ہی پر سے گرا ہے۔

پھر اس نے پیکٹ کھول ڈالا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ میکس فیکٹر کا بیوٹی بکس ہی تھا۔ یہ کہاں سے آیا؟ پاپا نے تو بھول جانے کا عذر کر دیا تھا۔ ایک بار پھر درخت پر نظر ڈالی مگر کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔

پھر وہ اس بیوٹی بکس کو دوپٹے میں لپیٹ کر اپنے کمرے میں اٹھا لائی۔ اس کا اور عالیہ کا مشترکہ کمرہ تھا۔ عالیہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھی۔ اس لئے اسے اطمینان سے بکس میں رکھی ہوئی چیزوں کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا تھا۔

اوہو! اس میں تو ایک خط بھی رکھا ہوا ہے۔ اس نے کاغذ کی تہہ کھولی۔ کسی نے شاید اسے ہی مخاطب کیا تھا۔

''پیاری بچی! تمہیں یاد ہوگا کہ تم بچپن میں پریوں کی کہانیاں بڑے شوق سے سنا کرتی تھیں اور تمہیں نیلم پری کا کردار بہت پسند تھا۔ لہٰذا نیلم پری بھی تمہیں پسند کرنے لگی ہے۔ تمہاری ہر خواہش

پوری کرے گی۔ بیوٹی بکس کے علاوہ اور بھی جو کچھ چاہتی ہو بتاؤ مہیا
کیا جائے گا۔ لیکن کسی کو معلوم نہ ہونے پائے۔ ورنہ بیوٹی بکس بھی
غائب ہو جائے گا اور نیلم پری تم سے کٹی کر دے گی۔ میں نیلم پری کا
خادم ایک پریزاد ہوں۔ بندر کی شکل میں تم سے ملتا رہوں گا۔ مجھ سے
ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''پتا نہیں کون اس طرح رشوت دے گیا ہے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی ہنس پڑی۔ پھر سنجیدہ ہو کر سوچنے لگی۔ اگر کوئی شخص سفارش کرانا چاہتا ہے تو کیا پاپا میری سن لیں گے۔ ہرگز نہیں۔ ان سے تو یہ بکس بھی چھپانا پڑے گا ورنہ وہ یہی سمجھیں گے کہ میں نے کسی سفارشی کا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ لیکن اب وہ اسے چھپائے کہاں۔ عالیہ کی بچی نے دیکھ لیا تو چاروں طرف شور مچا دے گی۔ اس سے چار سال بڑی تھی لیکن ہم جولیوں کی طرح اس سے الجھتی رہتی تھی اور شازیہ بھی اسے عالیہ ہی کہتی تھی۔ ''باجی یا آپا'' کا روگ نہیں پالا تھا۔

سوچتے سوچتے بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ فی الحال اسے میلے کپڑوں کے ڈھیر کے نیچے چھپا دینا چاہئے پھر وہ بکس کو تو ضائع کر دے گی اور اس کی مختلف چیزیں نکال کر ادھر اُدھر رکھ دے گی اور ان پر سے میکس فیکٹر کے لیبل بھی چھڑا دے گی۔

دوسری صبح اس نے اس بندر کی تلاش شروع کر دی تھی۔ سردیوں کی چھٹیاں تھیں اور وہ سارا دن گھر پر ہی گزارتی تھی۔ تینوں بھائی ایک عزیز کے ساتھ مرغابیوں کے شکار کیلئے گئے ہوئے تھے۔ عالیہ اور آسیہ زیادہ تر کمروں ہی تک محدود رہتی تھیں۔ معمر لوگ سردی کی وجہ سے آتشدان سے دوری پسند نہیں کرتے تھے اس لئے پائیں باغ میں وہ تنہا ہی ہوتی تھی۔

آم کے درخت کے نیچے پہنچ کر وہ رک گئی۔ چاروں طرف سناٹا تھا دن کے گیارہ بجے تھے اور آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ سردی بڑھ گئی تھی۔

دفعتاً اوپر شاخوں پر سرسراہٹ ہوئی اور ایک پرزہ اس کے پیروں کے قریب آ گرا۔ اس نے اوپر دیکھے بغیر جھک کر پرزہ اٹھا لیا تھا۔ اس بار تحریر تھی۔

''پیاری بچی! میں نے رات اسی درخت پر گزاری ہے اور اس

وقت بہت بھوکا ہوں۔ دو تین سینڈوچ بنا لاؤ۔ حالانکہ دوسرے بندر
گوشت نہیں کھاتے۔ لیکن مجھے گوشت کے سینڈوچ بہت پسند ہیں اور
پھر میں بندر تو ہوں نہیں۔ پری زاد ہوں۔ مجھے اردو زیادہ نہیں آتی۔
اس لئے میری ہینڈ رائٹنگ بھدی ہے۔ خدا کرے تم اسے ٹھیک سے
پڑھ لیتی ہو۔''

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ شاخوں کے درمیان ایک بڑا سا بندر چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر شازیہ کو سلام کیا تھا۔ وہ سرہلاتی ہوئی کچن کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ بہت جلدی میں ابلے ہوئے بیف کے چند پارچے کاٹے تھے اور ان پر ساس لگا کر نمک مرچ چھڑکا تھا۔ پھر چار سینڈوچ تیار کر کے دوبارہ پائیں باغ کی طرف دوڑ گئی تھی۔ درخت سے ایک چھوٹا سا چھینکا نیچے آیا تھا۔ جو ایک پتلی سی ڈوری سے بندھا ہوا تھا۔ شازیہ کو بڑی مایوسی ہوئی۔ وہ تو سمجھی تھی کہ بندر خود اتر کر نیچے آئے گا۔ بہرحال اس نے سینڈوچ چھینکے پر رکھ دیئے اور چھینکا اوپر کھینچ لیا گیا اور وہ بینچ پر جا بیٹھی۔

چاروں طرف سناٹا تھا۔ وہ پھر درخت کے تنے کے قریب پہنچی اور کسی قدر اونچی آواز میں بولی۔ ''تم آخر نیچے کیوں نہیں آتے۔ یہاں بچے نہیں ہیں کہ تمہیں پریشان کریں گے۔''

''پہرے والا سپاہی گولی مار دے گا۔'' اوپر سے بھنبھناتی ہوئی سی آواز آئی تھی اور شازیہ کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی انگریز اردو بول رہا ہو۔

تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی۔ ''آدھے گھنٹے بعد عقبی پارک والی جھاڑیوں میں مل سکوں گا۔''

''اچھا......اچھا...... میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔'' وہ جلدی سے بولی تھی پھر وہ اندر چلی آئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ بندر کے لئے اور کیا لے جائے۔ خوبانیاں کیسی رہیں گی۔ بندر تو خوبانیاں کھاتے ہی ہوں گے۔ ارے وہ تو گوشت بھی کھاتا ہے۔ نہیں...... خوبانیاں نہیں۔ خشک میوؤں والے کیک کا بڑا ٹکڑا کیوں نہ لے جائے۔ ہاں یہی ٹھیک رہے گا۔ خوبانیاں تو وہ یوں بھی کھاتا ہی رہتا ہوگا۔ درختوں کا باسی جو ٹھہرا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ عقبی پارک میں جا پہنچی تھی۔ لیکن جیسے ہی جھاڑیوں میں قدم رکھا

کسی نے اس کے سر پر کپڑا ڈال کر منہ دبا دیا۔ وہ چیخ بھی تو نہیں سکی تھی۔ دم گھٹ کر رہ گیا تھا۔ سر چکرایا تھا اور وہ فوری طور پر بیہوش ہوگئی تھی۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو خود کو ایک سجے سجائے کمرے میں پایا لیکن یہ اس کے بنگلے کا کوئی کمرہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے بنگلے میں اتنا قیمتی اور خوبصورت فرنیچر کہاں سے آتا۔ سامنے میز پر ٹیلی فون رکھا نظر آیا۔ وہ بستر سے اٹھ کر اس کی طرف جھپٹی تھی۔ شاید اس کے نمبر دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس پر نمبر نہیں تھے۔ شاید مٹا دیئے گئے تھے۔

بہرحال یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ اس کا اغوا کیا گیا تھا۔ دروازے کی طرف بڑھی اسے بھی آزمایا۔ وہ باہر سے بولٹ کیا گیا تھا۔ دوبارہ فون کی طرف پلٹ آئی اور فون پر اپنے پاپا کے دفتر کے نمبر ڈائیل کرنے لگی۔ دوسری طرف سے جواب ملا تھا۔ آواز اس کے پاپا ہی کی تھی۔

"میں شازیہ بول رہی ہوں پاپا۔"

"ہاں...... کہو کیا بات ہے...... اوہ...... اچھا سمجھ گیا...... دیکھو اب تنخواہ ملے گی نا۔ بس اسی دن تمہاری فرمائش بھی پوری ہوجائے گی۔"

"اس کی بات نہیں ہے پاپا۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"شاید میرا اغوا ہوگیا ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"لڑکی ٹھیک کہہ رہی ہے خان تجمل۔" تیسری آواز سنائی دی۔ "لیکن وہ بالکل محفوظ ہے۔"

"تم کون ہو......؟"

"کیا اب یہ بھی بتانا پڑے گا۔ خیر پہلے تم اس سے اس کی داستان سن لو۔ ہاں بے بی اب تم اپنے پاپا کو بتا سکتی ہو کہ تمہارا اغوا کس طرح ہوا۔"

شازیہ اپنے باپ کو بندر کی کہانی سنانے لگی تھی اور پھر بولی تھی۔ "میں نہیں جانتی کہ یہ عمارت کہاں واقع ہے۔ فون پر کے نمبر بھی مٹا دیئے گئے ہیں۔"

"آخر ایسا کیوں ہوا۔ میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔" خان تجمل کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

تیسری آواز کہتی سنائی دی تھی۔ "تم بہت اچھے آدمی ہو خان تجمل۔ تم نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔"

"تو پھر ایسا کیوں ہوا......؟"

"بہت معمولی سی معلومات کے عوض شازیہ کی رہائی ممکن ہوجائے گی۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔"

"قیدی نمبر ۱۶ اور نمبر ایک سو تیرہ کہاں بھیجے گئے ہیں۔"

"میں نہیں جانتا۔ مجھے نہیں بتایا گیا۔ کوئی ٹاپ سیکرٹ قسم کا معاملہ تھا۔"

"مجھے علم ہے کہ تم نہ جانتے ہوگے۔ لیکن کوشش کرو تو معلوم کرسکتے ہو۔"

"کسی طرح بھی ممکن نہیں۔"

"وہ دونوں کس کی نگرانی میں لے جائی گئی تھیں۔"

"یقین کرو...... میں نہیں جانتا۔ شاید خود ڈی آئی جی صاحب آئے تھے۔ میں اس دن چھٹی پر تھا۔ میرے نائب نے کارروائی کی تھی۔"

"نائب سے معلوم کرو کہ ڈی آئی جی نے انہیں کس کے سپرد کیا تھا۔ بیس منٹ بعد میں پھر تمہیں فون کروں گا۔ لیکن یقین کرو تم کسی طرح بھی میرے نمبر ڈٹکٹ نہ کرسکو گے۔"

کلک کی آواز آئی تھی۔ شاید عمارت ہی کے کسی دوسرے انسٹرومنٹ کا ریسیور رکھا گیا تھا۔ پھر خان تجمل کی آواز آئی۔ "شازیہ! کیا تم سن رہی ہو بے بی۔ دیکھو بالکل پریشان نہ ہونا۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"میں بالکل خائف نہیں ہوں پاپا۔ آپ ہی کی بیٹی ہوں۔" شازیہ نے گونجیلی آواز میں کہا تھا۔

❖

خان تجمل نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا اور اپنے جسم کے رعشے پر قابو پانے کی کوشش

کر رہے تھے۔ زندگی میں پہلی بار انہیں ایسے کسی واقعے سے دوچار ہونے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہ
تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کبھی ان پر ایسی بھی گزرے گی۔ انہیں ان دونوں قیدی عورتوں
کے بارے میں صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ کسی قسم کے جرم میں ماخوذ ہوئی تھیں اور کسی مغربی
ملک سے تعلق رکھتی تھیں۔ کاغذات میں ان کے ناموں کی بجائے صرف نمبروں کا اندراج
ہوتا تھا۔ وہ تو ان کے نام تک سے واقف نہیں تھے اور یہ بھی حقیقت تھی کہ ان کی منتقلی کے
وقت وہ چھٹی پر تھے۔ ان کے نائب لیفٹیننٹ رضوی نے دونوں کو ڈی آئی جی کے حوالے کیا
تھا۔ انہوں نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور اردلی نے اندر داخل ہو کر سلیوٹ کیا تھا۔

"رضوی صاحب کو سلام دو۔" انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

تھوڑی دیر بعد لیفٹیننٹ رضوی اندر آیا تھا۔

"بیٹھیے......!" خان تجمل نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ لیکن
آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ شاید اس سے پہلے کبھی اس طرح طلب نہیں کیا گیا تھا۔

"سولہ اور ایک سو تیرہ نمبروں کی منتقلی کہاں ہوئی تھی؟" خان تجمل نے اس کی طرف
دیکھے بغیر سوال کیا۔

"یہ تو مجھے نہیں بتایا گیا جناب۔ ڈی آئی جی نے کاغذات پر دستخط کئے تھے اور انہیں
لے گئے تھے۔"

"ان کے ساتھ اور کون تھا......؟"

"دو حضرات......جنہیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"ہوں......میں نے اپنا نجی ریوالور صفائی کے لئے دیا تھا۔"

"جی ہاں......کل ہی بنگلے پر بھجوا دیا تھا۔"

"مجھے پچاس راؤنڈ بھی چاہئیں۔ ابھی منگوا دیجئے۔" انہوں نے جیب سے پرس
نکالتے ہوئے کہا اور پھر کچھ نوٹ نکالے تھے اور رضوی کے سامنے ڈال دیئے۔

"بہت بہتر جناب......ابھی منگواتا ہوں۔" اس نے نوٹ اٹھاتے ہوئے کہا اور خود
بھی اٹھ گیا۔ اس کے بعد خان تجمل نے فون پر گھر کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ جواب ملنے پر

ماؤتھ پیس میں بولے۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ شازیہ گھر پر نہ ہوگی۔ مجھے علم ہے
کہ وہ کہاں ہے۔ جلد واپس آ جائے گی۔ پڑوس میں تلاش کرنا بند کر دو۔"

"آخر کہاں ہے؟" دوسری طرف سے بڑی بیٹی آسیہ کی آواز آئی تھی۔

"میں کہتا ہوں فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ گھر میں سب کو بتا دو کہ اسے چھوٹے
چچا لے گئے ہیں۔ دو تین دن بعد واپس آ جائے گی۔ جلدی میں تھے اس لئے گھر میں کسی کو
نہ بتا سکے۔ مجھے فون کر دیا ہے۔"

"حقیقت کیا ہے پاپا۔" دوسری طرف سے آسیہ کی گھمبیر سی آواز آئی۔

"گھر آ کر بتاؤں گا۔ دوسروں سے یہی کہنا جو میں نے بتایا ہے۔" کہتے ہوئے انہوں
نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ بات کو آگے نہیں بڑھانا چاہتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے وہی
آواز سنائی دی جس نے ان کی اور شازیہ کی گفتگو کے دوران میں مداخلت کی تھی۔

"میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں خان تجمل۔"

"مجھے افسوس ہے کہ انہیں لے جانے والے میرے نائب کے لئے اجنبی تھے۔"

"کیا کئی لوگ تھے؟"

"ڈی آئی جی کے علاوہ دو آدمی۔"

"پتا لگاؤ کہ وہ دونوں کون تھے اور قیدیوں کو اب کہاں رکھا گیا ہے۔"

"میرے بس سے باہر ہے۔"

"تو پھر شازیہ سے بھی ہاتھ دھو رکھو۔ شاید وہ تیرہ سال کی ہے۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں تلاش کر کے فنا کر دوں گا۔"

"ضرور کوشش کرو۔ تمہارے ہی شہر میں مقیم ہوں اور شازیہ بھی میرے ساتھ ہی ہے۔"

"اگر تم ایسے ہی جیالے ہو تو اس بچی کی بجائے مجھے ہی یرغمال بنانے کی کوشش کیوں
نہیں کی۔ ہو سکتا ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ مجھے علم ہو سب باتوں کا۔"

"نہیں......تم نہیں جانتے۔ ورنہ اب تک اُگل چکے ہوتے۔"

''میں کہتا ہوں شازیہ کو واپس کردو۔تب ہی معاملے کی بات ہوسکتی ہے۔''

''اسکی طرف سے بے فکر رہو۔وہ بہت آرام سے ہے اور اسے ہم سے کوئی شکایت نہیں۔''

''میں کوشش کروں گا...... معلومات حاصل کرنے کی۔''

''بس تو پھر شازیہ کو بھی محفوظ سمجھو۔کل دس بجے تک کی مہلت دی جاتی ہے۔''

سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر انہوں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ان کی جیپ ڈی آئی جی کے آفس کی طرف جارہی تھی اور وہ سوچ رہے تھے کہ اغوا کنندگان بہت باخبر معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں اس بھاگ دوڑ کا بھی علم ہوجائے گا اور وہ ان کی طرف سے کسی قدر مطمئن ہوجائیں گے اور شازیہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیں گے۔

خان تجمل کا براہِ راست ڈی آئی جی تک پہنچنا غیر معمولی بات تھی۔اس نے انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔''خیریت تو ہے خان صاحب۔''

''خیریت ہی تو نہیں ہے حضور۔'' انہوں نے گلوگیر آواز میں کہا اور اپنی داستان دہرانے لگے۔ڈی آئی جی بھی غور سے سن رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں تشویش کے سائے گہرے ہوتے جارہے تھے۔

''یہ تو بہت بُری خبر سنائی تم نے۔'' اس نے مغموم لہجے میں کہا۔''لیکن خان صاحب میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ دونوں عورتیں اب کس جیل منتقل کی گئی ہیں۔شاید کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے علاوہ کسی اور کو بھی نہ معلوم ہو۔وہی دونوں انہیں لے گئے تھے۔منتقلی کے لئے اوپر سے احکامات آئے تھے۔ٹاپ سیکرٹ معاملہ ہے۔''

''یہ تو میں بھی جانتا ہوں ورنہ کاغذات میں صرف نمبروں کی بجائے ان کے نام بھی ہوتے۔'' خان تجمل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے لئے کیا کروں۔ویسے اپنی مدد کے لئے جتنی فورس چاہو لے سکتے ہو۔میں احکامات جاری کئے دیتا ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ جناب...... لیکن فورس سے کام تو اس وقت چل سکتا ہے جب ہمیں

اغوا کنندگان کے ٹھکانے کا علم ہوجائے۔وہ اتنے دلیر معلوم ہوتے ہیں کہ کسی قسم کی شرائط بھی عائد نہیں کیں۔یعنی میں جس سے چاہوں اس کا تذکرہ کرسکتا ہوں۔وہ قطعی محفوظ ہیں۔''

''اسی لئے تو معاملہ زیادہ تشویش ناک نظر آرہا ہے۔ویسے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس سلسلے میں کرنل فریدی سے بات کرو۔''

''میری جان پہچان نہیں ہے ان لوگوں سے۔''

''میں تعارفی خط لکھ دوں گا۔''

''بہت بہت شکریہ جناب۔''

ڈی آئی جی نے سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر کچھ لکھنا شروع کیا تھا اور خان تجمل سر جھکائے بیٹھے رہے تھے۔تھوڑی دیر بعد ڈی آئی جی نے اپنے تعارفی نوٹ کو ملفوف کرکے ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔''وش یوگڈ لک''

''بہت بہت شکریہ جناب۔اب اجازت دیجئے۔''

''خدا حافظ۔'' اس نے اٹھ کر ان سے مصافحہ کیا۔

اب ان کی جیپ فریدی کے آفس کی طرف جارہی تھی۔لیکن اس تک پہنچنا آسان نہیں تھا۔کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد بالآخر اس کے روبرو ہونا نصیب ہوا تھا۔ڈی آئی جی کا نوٹ پڑھ کر اس نے ترحم آمیز نظروں سے خان تجمل کی طرف دیکھا تھا۔

''مجھے بے حد افسوس ہے کیپٹن۔'' اس نے کہا۔

''میں بہت پریشان ہوں کرنل فریدی۔''

''ظاہر ہے۔ویسے آپ اس بندر کے بارے میں اور کیا بتا سکیں گے۔''

''کچھ بھی نہیں...... میں نے اُسے نہیں دیکھا۔شازیہ کے بیان کے مطابق وہ عام بندروں سے کسی قدر بڑا تھا۔''

''اُوہ......!''

خان تجمل خاموشی سے اس کی طرف دیکھے جارہے تھے۔اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''آپ اغوا کنندگان کو ہمارے نام بتا سکتے ہیں۔ان سے کہہ دیجئے گا کہ منتقلی ہمارے

توسط سے عمل میں آئی تھی۔ لیکن میں جگہ نہیں بتا سکوں گا۔ شاید کام چل جائے۔ پھر م
دیکھوں گا کہ وہ کون لوگ ہیں۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔''

''میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ میرا نام لے سکتے ہیں۔ پھر وہ لوگ خود سمجھ لیں
گے کہ میں جگہ کا تذکرہ نہیں کرسکتا۔ لہٰذا آپ کو بھی اس کا علم نہیں ہوسکتا۔''

''بہت بہت شکریہ کرنل۔''

''اس کے علاوہ اگر اور کوئی خاص واقع رونما ہوتو مجھے ضرور مطلع کیجئے گا۔ آفس میں نہ
ملا تو گھر پر ہوں گا۔ گھر پر عدم موجودگی کی صورت میں آپ اپنا پیغام ریکارڈ کرا سکیں گے۔''

''بہت بہتر۔'' خان تجمل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

خان تجمل وہاں سے بھی رخصت ہوکر اپنے آفس کی طرف چل پڑے۔ گھر جانے کو
دل نہیں چاہ رہا تھا۔ خاندان والوں کو کیا بتاتے۔ آسیہ نے پہلے ہی وعدہ لے لیا تھا کہ وہ
اسے اصل واقعات سے آگاہ کردیں گے۔ اغوا کنندگان نے دوسرے دن دس بجے کال
کرنے کو کہا تھا۔ لہٰذا فی الحال اس سے بھی گفتگو کرنے کا امکان نہیں تھا۔ ویسے وہ سوچ رہے
تھے کہ اب کچھ نہ کچھ ہوکر رہے گا۔ اپنے آفس پہنچے تو نائب نے طلب کئے ہوئے کارتوس
بھی حوالے کردیئے۔

بیٹھے ہوئے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے بے صبری
سے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے شازیہ کی آواز آئی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک
اور آواز سنائی دی۔ شازیہ کو کوئی ریسیور رکھ دینے کو کہہ رہا تھا۔ پھر وہ اسے پکارتے ہی رہ گئے
تھے۔ مگر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوجانے کی آواز آئی تھی اور وہ دانت پیستے ہوئے
کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گئے تھے۔

خونی ٹائپ رائٹر

ناشتے کے لئے اسے دوسرے کمرے میں لے جایا گیا تھا۔ پچھلی رات تک کھانا اسی
کمرے میں پہنچایا گیا تھا جہاں وہ سوئی تھی۔ صبح ایک بوڑھی عورت آئی تھی اور اس نے کہا تھا
کہ ناشتہ دوسرے کمرے میں ہوگا۔

یہاں ناشتے کی میز پر دو عجیب الخلقت آدمی نظر آئے۔ ایک بے حد دبلا پتلا اور انتہائی
لمبا تھا اور دوسرا اس حد تک پستہ قد کی زیادہ سے زیادہ چار فٹ کا رہا ہوگا۔ چہرہ چھپا لیتا تو دس
سال کا بچہ معلوم ہوتا۔

''آؤ...... آؤ......!'' لمبے آدمی نے بڑے پیار سے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے
قریب والی کرسی پر بٹھا لیا۔

''میں یہاں موجود ہوں اسے ذہن میں رکھنا۔'' چھوٹے آدمی نے کہا۔

''بکواس بند کرو۔''

''آؤ بچی...... ادھر...... میری گود میں بیٹھ جاؤ۔''

''ہرگز نہیں۔'' چھوٹا آدمی اچھل کر کرسی پر کھڑا ہوگیا۔ اسکا جھریایا ہوا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔

''بیٹھ جاؤ...... بیٹھ جاؤ۔'' لمبا آدمی ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''میں تو یونہی مذاق کررہا تھا۔''

چھوٹا آدمی بڑبڑاتا ہوا بیٹھ گیا۔ ''پتا نہیں کس گندی کتیا نے جنا ہے تمہیں۔''

''چلو کھاؤ۔'' لمبے آدمی نے شازیہ سے کہا۔

''آخر مجھ سے کیا قصور ہوا ہے۔ مجھے کیوں قید کررکھا ہے تم لوگوں نے؟'' شازیہ نے
غصیلے لہجے میں کہا۔

''بس ذرا دیر اور کی بات ہے۔ دس بجے تمہارے پاپا سے باتیں ہوں گی اگر مجھے
معلومات حاصل ہوگئیں تو پھر تمہیں گھر پہنچا دیا جائے گا۔''

''کھاؤ بے بی۔'' چھوٹے آدمی نے کہا۔ ''ان باتوں میں نہ پڑو۔''

''تو وہ بندر تم ہی رہے ہو گے۔''

''ہاں بے بی...... میں ہی تھا۔''

''مجھے میرا قصور بتاؤ۔''

''یہاں اپنے قصور پر کون پکڑا جاتا ہے۔''

''باتیں نہیں۔'' لمبا آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''ناشتہ کرو اور اسے ہمیشہ یاد رکھنا کہ لالچ بُری بلا ہے۔ تم میکس فیکٹر کے بیوٹی بکس کے لالچ میں اس بندر کے چکر میں پڑی تھیں۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب کبھی اپنی استطاعت سے بڑھ کر خواہش نہیں کروں گی۔''

''اور پریوں کے وجود پر بھی یقین نہیں رکھو گی۔'' لمبا آدمی ہنس کر بولا۔ ''تمہاری عمر کیا ہو گی۔''

''تیرہ سال۔''

''چار سال بعد بالکل جوان ہو جاؤ گی۔''

''پھر تم نے بکواس شروع کر دی۔'' چھوٹا آدمی بھنا کر بولا۔

''چپ رہ چھپکلی کے بچے...... ورنہ مسل دوں گا۔''

''آؤ......!'' چھوٹا آدمی کرسی سے اچھل کر الگ ہٹتا ہوا بولا۔ ''اگر تمہاری اونٹنی ماں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔''

شازیہ نے لمبے آدمی کی طرف دیکھا۔ وہ اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے کسی ناسمجھ بچے کی لاف وگزاف سے محظوظ ہو رہا ہو۔

''آؤ نا...... دیکھوں کتنا دم ہے تم میں۔'' چھوٹا آدمی ہاتھ ہلا کر بولا۔

''سخت احسان فراموش ہو تم۔ میں نے تمہیں رہائی دلائی ہے۔'' لمبے آدمی نے کہا۔

''اور اس کے عوض مسلسل میری توہین کئے جا رہے ہو۔''

''بادشاہ ہوں۔ جو چاہوں کروں۔''

''دو منٹ میں تارے نظر آجائیں گے بادشاہ سلامت اگر مجھ سے الجھے۔''

''چلو بیٹھو...... چائے پیئو...... میں اس بچی کی موجودگی میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔''

شازیہ کو اس ننھے منے بچے کی جرأت پر تعجب ہو رہا تھا۔ ناشتے کے بعد بھی وہ وہیں بیٹھے رہے تھے۔ لمبے آدمی نے فون اٹھا کر سامنے رکھ لیا تھا۔ ٹھیک دس بجے اس نے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''ہاں میں ہی ہوں...... ٹھیک...... کیا کہا...... نہیں ہرگز نہیں۔ اس میں دھوکے کی کوئی بات ہی نہیں۔ دیکھو خان تجمل۔ مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کرو۔ تمہارے فرشتے بھی مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ میں کوئی ٹٹ پونجیا مجرم نہیں ہوں۔ اگر میرا نام سن لو تو تمہیں بھی چکر آجائیں۔ لہٰذا اس بات کو یہیں ختم کر دو۔ کیا کہا...... تحریر میں...... اچھی بات ہے۔ یہی سہی۔ ایک ہاتھ سے لفافہ دو اور دوسرے ہاتھ سے لڑکی لو۔ لیکن تمہارا غیر مسلح ہونا ضروری ہے اور تم اپنے ماتحتوں کو بھی ساتھ نہیں لاؤ گے۔ اگر مجھے اس کا شبہ بھی ہو گیا تو لڑکی تمہیں زندہ نہیں ملے گی...... اُو کے...... میں اعتبار کرتا ہوں تمہاری بات پر...... ہاں ہاں...... وہ بعافیت ہے۔ تم اس کی آواز سن سکتے ہو۔'' اس نے ریسیور شازیہ کی طرف بڑھا دیا۔ شازیہ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ریسیور تھاما تھا اور بولی تھی۔

''ہیلو پاپا...... میں بالکل ٹھیک ہوں۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔''

اس نے کچھ اور کہنا چاہا تھا لیکن لمبے آدمی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور جھپٹ لیا۔

شازیہ نے بے بسی سے چھوٹے آدمی کی طرف دیکھا تھا۔

''فکر نہ کرو...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس نے اُسے تسلی دی۔

لمبا کہہ رہا تھا۔ ''ایک بار پھر سن لو...... اگر تم نے معاہدے کے خلاف ایک قدم بھی اٹھایا تو نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔''

پھر ریسیور رکھ کر اس نے شازیہ سے پوچھا تھا۔ ''تمہارا باپ کیسا آدمی ہے۔''

''بہت اچھے آدمی ہیں۔ نہ سفارش سنتے ہیں اور نہ رشوت لیتے ہیں۔ تحائف بھی واپس کر دیتے ہیں۔''

''میرا مطلب ہے جو کچھ زبان سے کہتے ہیں وہی کرتے ہیں یا اس کے خلاف بھی۔''

''میں نے تو نہیں دیکھا کہ انہوں نے کبھی اپنا کوئی عہد توڑا ہو۔''

''یہ بڑی اچھی بات ہے۔ ورنہ میں عہد شکنوں کو سزا بھی دینا جانتا ہوں۔''

"تم آخر ہو کون......؟" شازیہ جھنجھلا کر بولی۔

"بہت بُرا آدمی ہوں۔ جب تم سترہ برس کی ہو جاؤ گی تو تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔"

اس بار چھوٹے آدمی نے اس کے ہاتھ پر چمچہ مارا تھا۔ وہ اچھل پڑا۔

"او کتے کے پلے تو ہوش میں ہے یا نہیں۔" لمبا آدمی دہاڑا۔

لنگڑی اونٹنی کی اولاد میں بالکل ہوش میں ہوں اور تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ میں نے اس لڑکی کی حفاظت کرنے کی قسم کھائی تھی۔

"حد سے نہ بڑھو ورنہ پچھتاؤ گے۔ احسان فراموش کتے۔"

"بار بار احسان کا نام نہ لو۔ میں نے کسی سے درخواست نہیں کی تھی کہ مجھے رہائی دلائے۔ میں وہاں بہت آرام سے تھا۔ میرے ساتھ اچھا برتاؤ تھا ان لوگوں کا۔ مشرق میں ابھی آدمیت باقی ہے۔"

"مشرق کے بچے! خود کو قابو میں رکھو ورنہ بہت سخت سزا دوں گا۔"

❖

فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے حمید کی آواز آئی تھی۔

"خان تجمل گھر سے نکل چکا ہے۔ اس کی جیپ عالمگیر روڈ پر مشرق کی طرف جارہی ہے۔ تنہا ہے......وردی میں بھی نہیں ہے۔"

"تعاقب جاری رکھو۔" فریدی نے کہا۔ "کیا تم میک اپ میں ہو۔"

"جی ہاں......!"

"ٹھیک ہے کوئی نئی بات ہو تو مجھے مطلع کردینا۔"

"بہت بہتر۔"

فریدی نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ سرخ رنگ والے انسٹرومنٹ کی گھنٹی بجنے لگی۔ دوسری طرف سے ڈی آئی جی پوچھ رہے تھے۔ "تجمل کی لڑکی ملی یا نہیں۔"

"ابھی نہیں جناب...... میں پوری طرح تعاون کررہا ہوں۔"

"ہاں......وہ بہت پریشان ہے۔ کیا اس نے تمہیں پوری کہانی سنائی ہے۔"

"جی ہاں......شاید آپ اس بندر سے متعلق میرا خیال جاننا چاہتے ہیں۔"

"تم ٹھیک سمجھے۔"

"میری دانست میں وہ فنچ ہی ہوسکتا ہے اور بندر کی کھال میں ہی جیل سے فرار ہوا ہوگا۔ ان اطراف میں بندروں کی کثرت ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بندر کی کھال جیل میں کیونکر پہنچی۔"

"روئی کی گانٹھوں میں جاسکتی ہے۔ سوت کاتنے کے لئے پچھلے ہی مہینے کئی گانٹھیں جیل میں پہنچی تھیں۔ غالباً انہیں کھول کر چیک نہیں کیا جاتا۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جیل کے اندر بھی کوئی مددگار موجود ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔" ڈی آئی جی نے کہا۔ "اگر وقت ہو تو میرے آفس چلے آؤ۔"

"بہت بہتر۔" اس نے کہا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر خود بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے لیڈی انسپکٹر ریکھا کو طلب کرکے کہا تھا۔

"تم یہیں بیٹھو اور حمید کی رپورٹ ریکارڈ کرتی رہو۔ اگر ضرورت ہو تو ڈی آئی جی کے آفس مجھ سے رابطہ قائم کرلینا۔"

"بہت بہتر جناب۔" اس نے سرخ رنگ کے انسٹرومنٹ پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

فریدی نے پارکنگ شیڈ سے گاڑی نکالی تھی اور ڈی آئی جی کے دفتر کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ وہ اپنے آفس میں تنہا ہی تھا۔ اُٹھ کر فریدی کا استقبال کیا تھا اور سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "بیٹھو......کوئی ضروری کام تو نہیں کررہے تھے۔"

"تھا تو ضروری ہی مگر اب دوسرے کو سونپ آیا ہوں۔"

''سوال تو یہ ہے کہ فنچ کو ان دونوں سے کیا سروکار ہوسکتا ہے۔''

''وہ کسی کے لئے کام کررہا ہوگا۔ ہوسکتا ہے انہی لوگوں کی مدد سے جیل سے فرار ہو۔ آخر انہوں نے سنگ ہی کو بھی تو انگیج کرلیا ہے۔ اب وہ زیرو لینڈ کا ایک ایجنٹ ہے۔ بڑے مجرموں کو وہ اس طرح اپنی تنظیم میں شامل کررہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ فنچ کو ا[...] لئے رہائی دلائی گئی ہے۔ وہ ان دونوں کی تلاش کرے۔ آپ خود خیال فرمائیے اگر کوئی کسی جیل کی چھت پر نظر آئے تو زیادہ سے زیادہ یہی کیا جائے گا کہ اسے پتھر مار کر بھگا [...] جائے گا۔ گولی تو نہیں ماری جائے گی۔''

''تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔''

''اب مجھے اس ٹھیکیدار کی تلاش ہے جس نے روئی کی گانٹھیں بھجوائی تھیں۔ لیکن وہ کل شہر ہی میں موجود نہیں ہے۔''

''ان لاشوں کی شناخت ہوسکی یا نہیں۔''

''نہیں جناب......! انکا پوسٹ مارٹم کردیا گیا ہے۔ نتیجہ وہی رہا یعنی الیکٹرک شاک۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''اور جو کچھ بھی تھا انہی انگشتریوں میں تھا۔''

''ہاں تم نے کسی کتے کا بھی ذکر کیا تھا۔''

''جی ہاں......اس کے سلسلے میں یہی رپورٹ ہے اور ساری اموات ایک ہی وقت میں ہوئی تھیں۔''

''اور اس کتے کا مالک بھی نہیں مل سکا۔''

''نہیں جناب۔''

''بس تو پھر یہی سمجھو کہ تمہیں الجھائے رکھنے کے لئے یہ حرکت ہوئی ہے۔ تاکہ فنچ ا[...] ان دونوں کی طرف سے تمہارا ذہن ہٹا رہے۔''

''کوئی خاص بات نہیں۔ بارہا ایسے حالات سے گزر چکا ہوں۔'' فریدی بولا۔

''تم چائے پیؤ گے یا کافی۔''

''فی الحال کسی چیز کی بھی خواہش نہیں ہے۔''

''تجمل کی لڑکی مل جائے تو مطلع کردینا۔''

''بہت بہتر جناب۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

وہ اپنے آفس پہنچا تھا۔ ریکھا اسے دیکھ کر بولی۔ ''بس میں آپکو فون کرنے ہی والی تھی۔''

''کوئی خاص بات؟''

''خان تجمل ابھی ابھی راٹیلے ہوٹل میں داخل ہوا ہے۔ تنہا ہے۔ اسکے ساتھ کوئی اور نہیں۔ حمید صاحب پوچھ رہے ہیں کہ وہ باہر ہی ٹھہر کر انتظار کریں یا خود بھی اندر تشریف لے جائیں۔''

''کیا تم نے ہولڈ آن کرا رکھا ہے۔''

''جی ہاں......!''

''لاؤ ریسیور مجھے دو......ہیلو......ہاں......نہیں تم باہر ہی ٹھہرو۔ ہمیں فی الحال صرف حالات کا اندازہ لگانا ہے۔ ٹھیک ہے۔''

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ ریکھا کی طرف مڑا۔

''کیا تم کوئی خاص کام کررہی ہو۔''

''جی نہیں۔''

''ہوسکتا ہے تھوڑی دیر بعد میں پھر تمہیں طلب کروں۔''

''بہت بہتر۔ میں دراصل ایک شکایت لے کر آپ کے پاس آئی تھی۔''

''کہو کیا بات ہے؟''

''حمید صاحب نے پھر اس موٹے بھینسے کو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ کل وہ ایک ٹرک پر ڈھائی سو گملے لاد کر میرے گھر پہنچا تھا۔''

''اُوہو......تب تو تمہارا لان بھر گیا ہوگا۔''

''سنئے تو سہی......پتا نہیں ان حضرت نے کیا پٹی پڑھائی تھی ہر گملے میں دھتورے کا پودا تھا۔ موٹا کہنے لگا اسی ہفتے کے اندر اندر بھنگ کے بھی ڈھائی سو گملے مہیا کردوں گا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حمید کو کس طرح ٹھیک کروں۔''

''موٹا یہ بھی کہہ رہا تھا دھتورے اور بھنگ کے پودے ایٹمی تابکاری کے اثرات سے محفوظ رکھتے ہیں۔''

''میں قاسم کو سمجھا دوں گا۔ اس پر بھی باز نہ آیا تو تم خود ہی کسی دن اسے پکڑوا کر دو تین دن کے لئے بند کرادو۔ عقل ٹھکانے آجائے گی۔''

''بس میں آپ کی طرف سے اجازت چاہتی تھی۔''

''جواز بھی ہوگا تمہارے پاس۔ جب وہ بھنگ کے پودے لائے۔''

''میں نے بھی یہی سوچا تھا۔''

فون کی گھنٹی پھر بجی اور فریدی نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے حمید ہی کی آواز آئی تھی۔ ''وہ اپنی لڑکی سمیت ہوٹل سے باہر آیا ہے اور اب جیپ میں بیٹھ رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ اسے گھر تک پہنچا کر واپس آجاؤ۔''

''خود کو ظاہر کروں یا نہیں۔''

''ہرگز نہیں۔''

''اُوکے فادر......!''

فریدی نے ریسیور رکھ کر ریکھا سے کہا۔ ''تم تھوڑی دیر بعد خان تجمل کے گھر چلی جانا اور اسکی لڑکی سے معلومات حاصل کرنیکی کوشش کرنا۔ اغوا کنندگان کے حلیئے ضرور نوٹ کرلانا۔''

''بہت بہتر جناب۔''

وہ چلی گئی اور فریدی نے ڈی آئی جی کو لڑکی کی بازیابی کی اطلاع دے کر اپنی میز کی دراز مقفل کی اور پھر آفس سے نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی راٹیلے ہوٹل کی طرف جارہی تھی۔

منیجر اسے دیکھتے ہی بوکھلا گیا۔ شاید پہچانتا تھا۔

''فرمایئے میرے لائق کوئی خدمت جناب۔''

''کچھ نہیں......بس ایک کپ کافی کے لئے چلا آیا ہوں۔''

''بہت بہتر......تشریف رکھئے جناب۔ ابھی حاضر کی جاتی ہے۔'' اس نے کہا اور کچن

کی طرف بڑھ گیا تھا۔ فریدی نے ہیڈ ویٹر کو اشارے سے بلایا اور آہستہ سے بولا۔ ''کیا یہاں کوئی بے حد پستہ قد آدمی بھی مقیم ہے۔''

''پچھلے ہفتے کی بات ہے جناب۔ اس نے دو دن قیام کیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بہت لمبا آدمی بھی تھا۔ چینیوں کی سی شکل تھی۔''

''اُوہ......!''

وہ خاموش کھڑا رہا۔ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''آج یہاں ایک مغویہ کی بازیابی ہوئی ہے اور معاوضے کی رقم انہی دونوں نے وصول کی ہے۔''

''ہوسکتا ہے جناب! لیکن میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ ممکن ہے کسی کمرے میں یہ معاملہ ہوا ہو۔ میں تو صبح ہی سے ہال میں ہوں۔''

''اگر وہ پھر نظر آئیں تو اس پتے پر مطلع کردینا۔'' فریدی نے اپنا کارڈ اسے دیتے ہوئے کہا۔

''بہت بہتر جناب۔'' اس نے کارڈ دیکھے بغیر جیب میں رکھ لیا تھا اور بولا تھا۔ ''اور کوئی خدمت جناب۔''

''نہیں......بس جاؤ......شکریہ......لیکن یہ بات ہم دونوں کی حد تک رہے گی اور تمہیں خاطر خواہ انعام بھی ملے گا۔''

''میں سمجھتا ہوں جناب۔'' وہ مسکرایا تھا۔

اسکے چلے جانے کے بعد منیجر دکھائی دیا۔ اپنی نگرانی میں فریدی کے لئے کافی لایا تھا۔

''آپ بھی تو بیٹھئے۔''

''جی......جی ہاں......شکریہ۔''

''آج کل آپ کے یہاں فلورشو نہیں ہو رہا۔''

''نہیں جناب۔ یہ چکر ہی ختم کردیا۔ بڑا ہنگامہ ہوتا تھا۔''

''ہنگامہ؟ میں نہیں سمجھا۔''

''کوئی پندرہ دن پہلے کی بات ہے کہ ایک قتل ہوتے ہوتے رہ گیا۔''

''وہ کس طرح؟''

''ایک مقامی رقاصہ تھی۔ اس کے کسی شناسا نے چھیڑ دیا تھا۔ بس پھر کیا تھا کئی تماشائی اس پر ٹوٹ پڑے۔ بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔''

''کیا وہ بہت لمبا اور چینیوں جیسی شکل والا تھا۔''

''جی نہیں...... اُوہ......!'' منیجر ہنس پڑا اور پھر خفیف ہو کر بولا۔ ''معاف فرمائیے گا مجھے وہ دونوں یاد آ گئے تھے۔''

''کون دونوں؟''

''ایک بے حد لمبا تھا اور دوسرا اتنا ہی چھوٹا۔ غالباً لمبے آدمی کی شکل چینیوں جیسی تھی۔''

''کس نمبر کے کمرے میں مقیم تھے؟''

''اٹھائیس نمبر میں غالباً۔ شاید انہوں نے وہ کمرہ ابھی تک چھوڑا نہیں ہے۔''

''ذرا میں ایک فون کال کرنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور...... ضرور......!''

فریدی کاؤنٹر پر آیا۔ خان تجمل کے گھر کے نمبر ڈائیل کئے۔

''خان تجمل کو بلائیے گا۔ میں فریدی بول رہا ہوں۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ چند لمحے منتظر رہا پھر دوسری طرف سے خان تجمل کی آواز آئی تھی۔

''شکریہ کرنل صاحب! آپ کے محکمے کی ایک خاتون بچی سے گفتگو کر رہی ہیں۔''

''یہ بتائیے کہ وہ آپ کو کس کمرے میں ملی تھی۔''

''کمرہ نمبر اٹھائیس میں۔''

''وہاں اور کون تھا......؟''

''کوئی بھی نہیں...... تنہا تھی۔''

''پھر آپ نے معلومات کس طرح پہنچائیں۔''

''عین وقت پر اس نے مطلع کیا تھا کہ لفافے پر کمرہ نمبر اٹھائیس لکھ کر راٹیلے ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک کے حوالے کر دوں گا۔''

''اُوہ...... بچی تو بعافیت ہے نا؟''

''جی ہاں...... آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اگر آپ کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو نہ جانے کیا ہوتا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' فریدی نے کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ کاؤنٹر کلرک اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''کہاں ہے وہ لفافہ جو اٹھائیس نمبر کے لئے دیا گیا تھا۔'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی.... میں نے کی بورڈ پر لگا دیا تھا۔'' اس نے مڑ کر بورڈ کیطرف دیکھتے ہوئے کہا۔

خود فریدی بھی تیزی سے کی بورڈ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اٹھائیس نمبر کے نیچے ایک لفافہ لگا ہوا نظر آیا جس پر خود اسی کا نام ٹائپ کیا ہوا تھا۔

''یہ میرے نام ہے۔ اُسے نکالئے۔'' اس نے کلرک سے کہا۔

کلرک نے لفافہ نکالا تھا اور نام پڑھتے ہی لفافہ فریدی کی طرف بڑھا دیا تھا۔ ٹائپ ہی کیا ہوا خط لفافے سے برآمد ہوا تھا۔ اس نے خط پر نظر ڈالی۔

''کرنل فریدی! تمہارے سکون کے دن ختم ہوئے۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو اس جگہ کا پتہ بتا دو جہاں دونوں بڑی عورتیں رکھی گئی ہیں۔ ان کی رہائی کا کام مجھے سونپا گیا ہے اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکو گے۔''

اس نے خط پڑھ کر طویل سانس لی اور خط کو جیب میں رکھتا ہوا میز کی طرف پلٹ آیا۔

''کافی تو ٹھنڈی ہو گئی ہے جناب۔'' منیجر نے کہا۔

''اٹھائیس نمبر کی تلاشی کے لئے مجھے سرچ وارنٹ حاصل کرنا پڑے گا۔''

''اصولاً تو یہی ہونا چاہئے کرنل صاحب! اگر وہ دونوں باضابطہ طور پر ملزم ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' فریدی نے کہا تھا اور پھر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر سرچ وارنٹ آ گیا تھا۔ حمید ہی لایا تھا اور ریکھا بھی وہیں آ گئی تھی۔ اس نے بھی

ایک لمبے اور ایک مختصر سے آدمی کی کہانی سنائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ دونوں کے درمیان وقت جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔

کمرے کا قفل کھولا گیا۔ وہاں ایک ٹائپ رائٹر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ فریدی نے اپنے محکمے کے فنگر پرنٹ سیکشن کے لوگوں کو بھی طلب کر لیا تھا۔ انہوں نے انگلیوں کے نشانات کی تلاش بھی شروع کر دی تھی۔

ٹائپ رائٹر پر بھی پاوڈر چھڑکا گیا تھا۔ پھر جیسے ہی تصویریں اتارتے وقت فوٹو گرافر کا ہاتھ کی بورڈ پر پڑا ٹائپ رائٹر ایک زور دار دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا اور وہ سب بوکھلا کر گیلری میں نکل آئے۔ دروازے سے کثیف دھواں باہر نکل رہا تھا۔

''فائر بریگیڈ اسٹیشن کو فون کر دو۔'' فریدی زور سے چیخا۔

گیلری میں پہنچنے والے کچھ لوگ بھی زخمی ہو گئے تھے۔ دھماکے سے پوری عمارت میں کھلبلی پڑ گئی تھی اور منیجر بوکھلایا ہوا ادھر سے اُدھر دوڑتا پھر رہا تھا۔

فریدی نے اُسے کہتے سنا۔ ''میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ کوئی چکر ہے۔ ورنہ یہ حضرت یہاں کیوں تشریف لاتے۔''

حمید فائر بریگیڈ کو فون کر کے واپس آیا تو دھواں صاف ہو چکا تھا اور فوٹو گرافر کی لاش قریب ہی پڑی ہوئی تھی۔

فریدی خالی خالی نظروں سے لاش کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

''کیا یہ مناسب تھا......؟'' حمید آہستہ سے بولا۔

''بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ سب کچھ سنگ کے توقعات کے عین مطابق ہوا ہے۔''

''وہ بے چارہ مفت میں مارا گیا۔''

''میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ کسی چیز کو ہاتھ لگائے بغیر کام کیا جائے۔''

''غالباً کی بورڈ پر اس کا ہاتھ پڑ گیا تھا۔''

''ہاں میں نے یہی دیکھا تھا۔''

لاش اٹھ جانے کے بعد وہاں سے روانگی ہوئی تھی۔ فریدی کے چہرے پر کچھ عجیب

سے آثار تھے۔ جن میں تشویش، جھنجھلاہٹ اور ندامت سب ہی کی پرچھائیاں تھیں۔ حمید اسی گاڑی میں تھا۔ اس کی گاڑی رمیش لے گیا تھا۔

''اب کیا خیال ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''اس کنٹریکٹر کو دیکھوں گا جو جیل کے لئے روئی کی گانٹھیں سپلائی کرتا ہے۔''

''جیل کے اندر بھی کوئی نہ کوئی مددگار مل سکے گا۔''

''کنٹریکٹر سے ہی اس کا سراغ بھی مل سکے گا۔''

''تو آپ جانتے ہیں کہ وہ دونوں اب کہاں لے جائی گئی ہیں۔'' حمید نے کہا لیکن فریدی نے اس کا کوئی جواب دینے کی بجائے کہا تھا۔ ''تم بہت زیادہ محتاط رہنا۔ خان تحمل نے ہم دونوں ہی کا نام لیا ہوگا۔''

''مجھے آپ کی فکر ستا رہی ہے۔''

فریدی کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور نگاہ ونڈ اسکرین پر تھی۔ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''فی الحال آپ کنٹریکٹر کو نظر انداز ہی کر دیجئے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کام سنگ کی توقعات کے مطابق نہ ہو۔''

''سوچ تو میں بھی یہی رہا تھا کیونکہ کمرہ نمبر اٹھائیس کے بعد میرا رخ کنٹریکٹر ہی کی طرف ہونا چاہئے۔ سنگ کا یہی اندازہ ہوگا۔''

''بس! پھر گول کیجئے۔ کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھئے۔''

''تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤں۔''

''نہیں! میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جایئے۔ کیا میں آج کل آپ کو یتیم یتیم سا نہیں لگ رہا۔''

''لگ تو رہے ہو......کیا بات ہے۔''

''کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ڈی آئی جی کی اسٹینو روحی پسند آ گئی ہے۔ لیکن وہ گھاس نہیں ڈالتی۔''

''تمہارے سینگ اُگ آئے ہوں گے۔''

"مجھ سے زیادہ گلفام لوگ آ گئے ہیں محکمے میں۔ سنا ہے اب لیفٹیننٹ جعفری کو اپنی ماتحتی میں لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"فکر نہ کرو...... میں نے آج تک کوئی اسٹینو نہیں رکھی۔ رہ گئی ریکھا تو وہ بے حد گھاگ ہے۔"

"روحی جعفری ہی کے چکر میں ہے۔"

"تم تو ایسی لڑکیوں کے چکر میں نہیں پڑتے تھے جو کسی دوسرے کے چکر میں ہوں۔"

"مجھے ضد ہوگئی ہے ان لوگوں سے۔"

"شاید بڑھاپے کا حملہ ہوگیا ہے تم پر۔ جوانوں کو اس کی فکر کہاں ہوتی ہے۔ ایک نکل گئی...... دوسری آئے گی۔"

"بڑی تجربہ کاری کی باتیں کر رہے ہیں۔" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گاڑی کا انجن بے ہنگم سی آوازیں پیدا کر کے بالکل بند ہوگیا۔ بیچ سڑک پر گاڑی اچانک رک گئی تھی۔ پچھلی گاڑی کی ٹکر نے اُسے ہلا کر رکھ دیا۔ فریدی تو اسٹیئرنگ پر ٹک گیا تھا لیکن حمید کا سر ڈیش بورڈ سے جا ٹکرایا۔

داشت آید بکار

ٹکر مارنے والی گاڑی میں کوئی عورت چیخ رہی تھی۔ ان کے پیچھے ٹریفک رک گیا تھا۔ فریدی اور حمید اپنی گاڑی سے اُتر آئے۔ پچھلی گاڑی پر ایک سفارت خانے کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک سفید فام لڑکی نظر آئی۔ وہ تنہا تھی اور چیخ چیخ کر انہیں بُرا بھلا کہہ رہی تھی۔ ٹریفک کانسٹیبل بھی ان کی طرف جھپٹا۔

فریدی لڑکی سے کہہ رہا تھا۔ "دیدہ دانستہ ایسا نہیں ہوا۔ اچانک میری گاڑی کا انجن سیز ہوگیا ہے۔"

"تم دیکھو......!" لڑکی نے ٹریفک کانسٹیبل سے کہا۔ "کیا یہ سچ ہے۔"

"مجھے افسوس ہے محترمہ۔" ٹریفک سارجنٹ نے کہا۔ "میں موٹر مکینک نہیں ہوں۔ ہاں صاحب! آپ اپنا ڈرائیونگ لائسنس نکالیے۔"

فریدی نے جیب سے لائسنس نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ لائسنس پر نظر پڑتے ہی اس کے ہاتھ کانپنے لگے اور اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں انہیں سلیوٹ کیا۔

"گاڑی کو سڑک کے کنارے لگانے میں میری مدد کرو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

پھر گاڑی کو دھکے دے دے کر ایک جانب لایا گیا تھا۔ سفارت خانے والی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس کی بونٹ کو نقصان پہنچا تھا۔

"بڑی شرافت سے چلی گئی۔" حمید بولا۔

"فکر نہ کرو۔ میں نے اُسے گاڑی کا نمبر نوٹ کرتے دیکھا تھا۔" پھر اس نے ٹنکی کا ڈھکن کھول کر سوراخ سے ناک لگا دی تھی۔ اس کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ "شکر۔"

"کیا مطلب......؟"

"ٹنکی میں شکر ڈالی گئی ہے۔"

"خدا غارت کرے۔"

"بیوہ عورتوں کی طرح کلکلانے لگے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "جاؤ...... کہیں سے گھر فون کرو۔ ڈرائیور دوسری گاڑی لائے۔"

"ٹیکسی سے چلے چلتے ہیں۔" حمید بولا۔

"اس وقت ہر ٹیکسی ہمیں جہنم کی طرف لے جائے گی۔ یہ حرکت ازراہِ تفنن نہیں ہوئی۔ عقل استعمال کرو۔"

وہ ایک قریبی ریستوران میں آئے تھے۔ جہاں سے حمید نے گھر فون کیا تھا اور وہیں

بیٹھ کر گاڑی کا انتظار کرنے لگے تھے۔

کچھ دیر بعد ٹریفک کانسٹیبل ریستوران میں داخل ہوا اور بڑے ادب سے بولا

''جناب وہ لڑکی کسی مکینک کو ساتھ لائی ہے اور اسے انجن دکھانا چاہتی ہے۔ میں نے انہیں روک دیا ہے کہ صاحب کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں ہو سکے گا۔''

''بہت خوب......!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں دیکھتا ہوں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ ٹریفک کانسٹیبل کے ساتھ اس جگہ آیا تھا جہاں گاڑی کھڑی تھی۔ لڑکی سے پہلے اس کی نظر موٹر مکینک پر پڑی۔ کیونکہ یہ دیو پیکر قاسم تھا جس نے مستریوں کی سی نیلے رنگ کی وردی پہن رکھی تھی اور اس وردی پر جابجا کلونچ اور تیل کے دھبے تھے۔

''میں انجن دکھائے بغیر یقین نہیں کرسکتی۔'' لڑکی نے حمید سے کہا۔

''تم دیکھو گے انجن......؟'' حمید نے قاسم کو گھورتے ہوئے اردو میں کہا۔

''اے قیا قروں حمید بھائی...... میں فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا تھا۔ سالی نے غاڑی روک کر مجھ سے پوچھا کیا تم موٹر مکینک ہو میں نے بوکھلاہٹ میں کہہ دیا ہاں۔ جلدی سے بولی۔ بیٹھ جاؤ غاڑی میں۔''

''اور تم بوکھلاہٹ میں بیٹھ گئے۔'' وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

''اور قیا......!''

''اچھا تو اب انجن دیکھ کر اسے بتا دو کہ ٹنکی میں کسی نے شکر ڈالی تھی۔ انجن سیز ہو گیا ہے۔''

''اچھا...... اچھا...... جیسا تم کہو۔''

اس نے بونٹ اٹھایا۔ تھوڑی دیر تک انجن کو ٹھونک بجا کر دیکھتا رہا پھر ٹنکی کی طرف پلٹ آیا۔ ڈھکنا اٹھا کر سوراخ سے آنکھ لگا دی۔

''انجن سیز ہو گیا ہے مسی...... ٹنقی میں شکر ڈالی گئی تھی۔'' اس نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔

''اچھا......!'' لڑکی نے کہا اور حمید سے بولی۔ ''مجھے اپنی بدکلامی پر افسوس ہے۔ شاید تمہارے کسی دشمن نے یہ حرکت کی ہے۔ اگر لفٹ چاہتے ہو تو میری گاڑی حاضر ہے۔''

''شکریہ! ہم نے فون کر کے دوسری گاڑی منگوائی ہے۔''

''اچھا...... یہ لو میرا کارڈ...... جب چاہو مجھ سے مل سکتے ہو۔'' اس نے اسے اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا اور ہینڈ بیگ سے بیس روپے نکال کر قاسم کی طرف بڑھائے تھے۔ قاسم ہچکچایا تھا لیکن حمید جلدی سے بولا۔ ''ابے لے لے۔''

لڑکی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چل دی تھی اور حمید قاسم کے ہاتھ سے دونوں نوٹ لے کر ٹریفک کانسٹیبل کی طرف بڑھاتا ہوا بولا تھا۔ ''تم رکھ لو۔''

کانسٹیبل نے قاسم کی طرف دیکھا اور وہ اسے آنکھ مار کر بولا۔ ''رکھ لو...... رکھ لو...... میں دنیا کا سب سے بڑا مستری ہوں۔''

وہ روپے لے کر چلا اور حمید نے قاسم کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔''

''آج قل مشینوں سے دلچسپی ہو گئی ہے۔ اپنی ملوں کی مشینیں صاف کرتا پھر رہا ہوں۔ ابا جان نے کہا ہے قاسم یہی سیکھ لو۔''

''کاش تمہارا ابا جان میں ہوتا۔''

''جرا ہوقر تو دیخو......!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''اور بیٹا یہ گاڑی میں شکر کیسی۔ اب اس طرح لونڈیوں سے جان پہچان پیدا قرتے ہو۔ ہائے ہائے کارڈ دے گئی ہے چھلو جان۔ مجھے اتنا دوڑایا اور بیس روپے تھما گئی سالی۔''

''اچھا اب دفع ہو جاؤ۔ کہیں لوگ مجھے بھی بھٹیارا نہ سمجھنے لگیں۔''

''اور تم قیا ہو۔ جرا اپنی شکل تو دیخو۔ سالے قپتان بنے پھرتے ہیں۔''

''ارے ہاں وہ بھنگ کے پودے۔''

''منگوائے ہیں فرنٹیئر سے...... آجائیں گے تو پیش قردوں غا۔ لیکن پولیس والیوں سے دل نہیں ملتا۔''

''تم جانو......!'' حمید نے ریستوران کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

فریدی اس کا منتظر تھا۔ کہانی سن کر بولا۔ ''دیکھوں کارڈ۔''

حمید نے کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

''فیتی ایڈ ہاوز......!'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"داشت آئیدبکار......دیکھا جائے گا۔" حمید کارڈ اٹھا کر بولا۔

"تم اس کی طرف رخ بھی نہیں کرو گے۔"

"اور اگر خود اس نے میری طرف رخ کیا تو......؟"

"تب......خیر دیکھا جائے گا۔" پھر دفعتاً فریدی چونک کر بولا۔ "حمید صاحب! وہ بھی گیا ہاتھ سے۔"

"کون......؟"

"کنٹریکٹر......ہم شاید اسی لئے روکے گئے ہیں کہ اس دوران میں اس کا کام بھی تمام کردیا جائے۔ اٹھو......شاید گاڑی بھی آ گئی ہے۔"

حمید نے صدر دروازے کی طرف دیکھا۔ ڈرائیور ریستوران میں داخل ہو رہا تھا۔ فریدی نے اسے باہر ہی ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔

"آخر اتنے دنوں تک آپ نے اسے کیوں ڈھیل دیئے رکھی۔"

"وہ شہر ہی میں موجود نہیں تھا۔ کچھ دیر پہلے اطلاع ملی تھی کہ وہ واپس گیا ہے۔ ٹھہرو......پہلے میں اسے فون کرتا ہوں۔"

"کاؤنٹر پر آ کر اس نے کلرک سے فون طلب کیا تھا۔ پھر نمبر ڈائیل کر کے ریسیور کان سے لگایا ہی تھا کہ دوسری طرف سے کسی کی "ہیلو" سنائی دی۔

"کون بول رہا ہے......!" فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"مجھے یقین تھا کہ ایسے حالات میں تم پہلے فون ہی کرو گے۔" دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی۔

"تم کون ہو......؟"

"کوئی بھی ہوں لیکن اب تمہیں کوئی لاش نہیں ملے گی۔ کنٹریکٹر کی لاش سمندر میں پھینکوا دی جائے گی۔ ہم اتنے اناڑی نہیں ہیں کہ اپنے جیل والے ہمدرد کو تمہارے ہاتھ لگنے دیں گے۔"

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔

اس نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی۔

"کھیل ختم ہو گیا۔" اس نے حمید کے قریب پہنچ کر کہا۔ فون والی گفتگو دہرائی اور بولا۔ "لیکن ہم وہاں چلیں گے ضرور۔ سنگ ہی سے براہِ راست گفتگو ہوئی ہے۔ وہ آواز بدل کر بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

باہر نکل کر وہ دوسری گاڑی میں بیٹھے تھے لیکن اس بار حمید ڈرائیو کر رہا تھا اور فریدی پچھلی سیٹ پر تھا۔ اس کی ہدایت پر حمید ڈرائیو کر رہا تھا۔ بالآخر ایک عمارت کے سامنے گاڑی رکی تھی۔ کمپاؤنڈ کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ وہ گاڑی سے اُتر گیا۔

"تم گاڑی میں ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں۔" اس نے کہا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ حمید بھی گاڑی سے اُتر آیا تھا اور وہیں کھڑا چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا یہ دانش مندی ہے۔ ایسے حالات میں فریدی کو تنہا ادھر نہ آنا چاہئے تھا اور اب بالکل تنہا اس عمارت میں داخل ہوا ہے۔ سنگ احمق تو نہیں ہے۔ اس نے تاؤ دلا کر اُسے ادھر بلایا ہے۔

بغلی ہولسٹر پر ہاتھ رکھے وہ پھاٹک تک چلا آیا۔ گاڑی کی طرف بھی دھیان تھا۔ کیونکہ جو حرکت ایک گاڑی کے ساتھ ہو چکی تھی وہی یہاں بھی ہو سکتی تھی۔ وہ گاڑی تو بے کار ہی ہو گئی جس کا انجن سیز ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آ گیا۔ اس نے ایک ٹائپ کیا ہوا کاغذ حمید کو تھما دیا۔ مضمون تھا۔

"کرنل فریدی! جب آ ہی گئے ہو تو راکھ کے اس ڈھیر کو خود ہی سمندر میں پھینکوا دو اور یقین کرو کہ اب تمہیں لاشیں نہیں ملیں گی۔ اس سے خواہ مخواہ ہیجان پھیلتا ہے۔"

فنچ کی آنکھوں میں شوخ سی چمک تھی اور سنگ ہی کو شرارت آمیز نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ سنگ ہی دانت پیس کر بولا۔ "تم بس اپنے کام سے کام رکھو ورنہ پچھتاؤ گے۔"

"تمہاری بڑی شہرت سنی تھی۔" فنچ نے اپنی بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "مگر تم روائتی قسم کے لمبے آدمی ہو۔ آخر ان حرکتوں سے کیا فائدہ اٹھا سکو گے۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو۔"

سنگ کے سامنے کئی خالی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں وہ چھ بجے سے مسلسل پیئے جا رہا تھا۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے۔ تین بوتلیں خالی ہوگئی تھیں اور چوتھی آدھی سے زیادہ خالی تھی۔ ایش ٹرے چرس بھرے ہوئے سگریٹوں کے ٹوٹوں سے نصف سے زیادہ بھر چکا تھا۔ شراب کے ساتھ وہ چرس کے سگریٹ بھی پیتا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی طرح نشہ ہی نہ ہو رہا ہو۔

"پتا نہیں کس نسل کے کتے ہو تم سنگ۔" فنچ نے کہا۔

"میں ہر نسل کا کتا ہوں۔"

"میں نے یہ بھی سنا تھا کہ تم بڑے ٹھنڈے دماغ کے آدمی ہو۔"

"حالات پر منحصر ہے۔ مجھے ایک ہفتے سے عورت نہیں ملی۔ یہاں کی ساری طوائفیں پہچانتی ہیں۔ کوئی بھی میرے ساتھ آنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ عورت کے بغیر میں کٹکھنا ہو جاتا ہوں۔"

"تب تم میں اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

"بکومت! میں عام آدمی سے بہت مختلف ہوں۔"

"سوال یہ ہے کہ ان حرکتوں سے کیا ہوگا۔ بھلا تم کسطرح ان قیدیوں تک پہنچ سکو گے۔"

"فریدی بوکھلا کر بالآخر ادھر ہی کا رخ کرے گا جہاں دونوں قیدی ہیں۔"

"وہم ہے تمہارا۔ تم فریدی کو نہیں جانتے۔"

"تم جانتے ہو۔" سنگ اسے دیکھتا ہوا غرایا۔

"شاید میں جانتا ہوں۔"

"جھک مارتے ہو۔ اچھا خاموش رہو۔ مجھے اس مردہ شہزادی کے بارے میں سوچنے دو جسے میں نے الپوم پہاڑ کی چوٹی پر شیشے جیسی برف میں دفن دیکھا تھا۔ یقین کرو۔ وہ لڑکی شازیہ بڑی حد تک اس سے مشابہ تھی۔"

"اس کا خیال دل سے نکال دو کیونکہ میں نے اسے بیٹی کہہ دیا تھا۔"

"تو تم ہی لاؤ گے اپنی بیٹی کو میرے پاس۔"

"خاموش رہو کتے کے پلے! ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ معصومیت کے خلاف کوئی ندی بات سننا گوارا نہیں کرتا۔ ہر معصوم عورت میری ماں ہے۔ بیٹی ہے۔"

"ماں کے جنے! ٹھہرو بتاتا ہوں۔" سنگ اٹھتا ہوا بولا۔

اس کے تیور دیکھ کر فنچ نے پہلے ہی کرسی پر چھلانگ لگائی تھی۔ سنگ اس کی طرف جھپٹا ا۔ لیکن فنچ اس کے اوپر سے چھلانگ لگا کر میز پر آیا اور خالی بوتل اٹھا کر تولتا ہوا بولا۔

"ہی پڑے گی کھوپڑی پر اگر اب میری طرف آئے۔"

سنگ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں پھر ہنس پڑا۔

"یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ تم سرکس میں اچھل کود کرتے رہے ہو۔"

"لہٰذا تمہارے ہاتھ نہیں آسکوں گا۔" کہہ کر فنچ نے چھلانگ لگائی اور روشندان میں جا بیٹھا۔

"آ جاؤ..... آ جاؤ..... پیارے بندر..... میں تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

"نہیں..... اب تم میری اسکیم سنو گے اور اس پر عمل کرنے کا وعدہ کرو گے۔ تب ہی ں نیچے آؤں گا..... ورنہ میں چلا۔"

"اررر..... نہیں..... ٹھہرو..... بتاؤ کیا اسکیم ہے۔"

"جب تک ملک کے متعدد جیل خانوں کی چھتوں پر بندر نہیں دیکھا جائے گا فریدی ہرز ادھر کا رخ نہیں کرے گا جہاں تمہارے قیدی ہیں۔"

"اُف فوہ! یار تم واقعی عقلمند ہو۔ میں تمہاری اس اسکیم پر ضرور عمل کروں گا۔ اب آ جاؤ نیچے..... شاباش..... ورنہ دراصل عورت کے بغیر میری عقل کام نہیں کرتی۔"

فنچ چھلانگ لگا کر میز پر آیا تھا۔ پھر کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا تھا۔ "تو پھر جب تک تمہاری عقل کام نہیں کرتی میری عقل سے کام چلاؤ۔"

"ہاں..... ہاں..... ٹھیک ہے..... لیکن اگر تم میری مدد کرو تو میں عورت حاصل کر سکتا ہوں۔"

"لیکن شرط یہ ہے کہ وہ تمہاری ہی عمر کی ہوگی۔" فنچ چڑانے والے انداز میں بولا۔

سنگ نے اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھا تھا پھر سنبھل کر بولا۔ ''منظور۔''

''اچھی بات ہے...... میں جارہا ہوں...... تمہارے لئے عورت کا انتظام کرنے۔''

''میں بھی چلوں گا۔''

''تمہیں تو پہچانتی ہیں۔''

''میں دور کھڑا رہوں گا۔''

''مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔''

''ہے تو...... لیکن تم مجھ سے کم حرامی نہیں ہو۔''

''اے شٹ اپ...... مجھے علم ہے کہ میرے ماں باپ کون تھے۔''

''شادی بھی ہوئی تھی ان کی۔''

''شادی کے ٹھیک دو سال بعد میں پیدا ہوا تھا۔''

''اتنے ہی بڑے پیدا ہوئے ہو گے۔''

''بکواس بند کرو۔ ورنہ منہ پر لات رسید کردوں گا۔''

''اچھا.... اچھا...... بس جھگڑا ختم کرو۔ اس بھری دنیا میں صرف میں ہی حرامی ہوں۔''

''تم میک اپ کے بغیر اس بازار میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔ فریدی کے سادہ لباس والے تمہیں وہیں تلاش کررہے ہوں گے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔''

''اسی لئے مجھے تنہا جانے دو۔''

''اور کیا تم اپنے قد کی وجہ سے نہیں پہچانے جاؤ گے۔''

''ابھی تم دیکھ ہی لو گے کہ میرا قد کسی طرح بھی تم سے کم نہیں ہے۔'' فنچ نے کہا۔ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ سنگ بیٹھا بوتل سے شغل کرتا رہا۔

آدھے گھنٹے بعد اسی کے قد کا ایک غیر ملکی ہپی کمرے میں داخل ہوا اور سنگ اچھل پڑا۔

''گھبراؤ نہیں پیارے! میں فنچ ہوں اور لکڑیوں پر چل رہا ہوں۔ تم میری رفتار میں قسم کا فرق نہیں پاؤ گے۔ دوڑ بھی سکتا ہوں اور چھلانگیں بھی لگا سکتا ہوں۔ یہ دیکھو......!''

اس نے سچ مچ اچھل کود شروع کردی تھی اور قطعی یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ مصنوعی ٹانگیں ہیں۔

''کمال ہے بھئی۔'' سنگ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائی تھیں۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا تھا۔ ''تم میری مدد کے بغیر بھی جب چاہتے جیل سے فرار ہوسکتے تھے۔''

''دراصل میں اُسے گوشہ عافیت سمجھتا تھا۔ اطمینان سے مذہب کے بارے میں مطالعہ کرتا رہا۔ اتنا پڑھ ڈالا ہے کہ اب پادریوں کو بھی پڑھا سکتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ تو اب جاؤ۔ میں مطمئن ہوں۔ فریدی کے فرشتے بھی نہیں پہچان سکیں گے۔''

''پھر کہے دیتا ہوں کہ بعد میں جھگڑا نہ کرنا۔ وہ تمہاری ہی عمر کی ہوگی۔''

''جا بھی چکو......!'' سنگ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''میں جھگڑا نہیں کروں گا۔''

فنچ چلا گیا۔ سنگ نے چوتھی بوتل بھی ختم کر کے پانچویں نکالی اور چرس کے سگریٹ پر سگریٹ پھونکتا رہا۔

''ایک موت تمہارا مقدر ہے ننھے بیٹے۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا تھا۔ ''میں اپنے کسی حریف کا وجود برداشت نہیں کرسکتا۔ اس کام سے نپٹنے کے بعد تمہارے لئے جنت کی ایک سیٹ بک کرادوں گا۔''

قریباً ایک گھنٹے بعد اسی کی طرح ایک لمبی سی ادھیڑ عمر عورت کمرے میں داخل ہوئی تھی لیکن وہ موٹی بھی اتنی ہی تھی۔ سنگ اس ''ڈرم'' کے مقابل ایک حقیر سی دیا سلائی لگ رہا تھا۔

دروازہ آواز کے ساتھ بند ہوا اور دوسری طرف سے بولٹ کردیا گیا۔

''تو یہ تم ہو...... حرامزادے۔'' عورت سنگ ہی کو دیکھ کر دہاڑی اور زور زور سے فنچ کو آوازیں دینے لگی۔ ''ارے تم کہاں ہو ہپی صاحب۔ اُو ہپی صاحب۔''

لیکن ہپی صاحب شاید دوبارہ اپنی اصل کی طرف واپس آنے کے لئے کسی دور افتادہ نشے میں چلا گیا تھا۔

سنگ بھی چیخ چیخ کر فنچ کو گالیاں دے رہا تھا۔ عورت گھونسہ تان کر اس کی طرف جھپٹی۔

''آج تو میں تم سے پچھلی رقم بھی وصول کروں گی۔ حرامی کے پلے۔''

فنچ کا ننھا سا جھریایا ہوا چہرہ ایک روشندان سے جھانک رہا تھا۔ اس نے سنگ کو متوجہ کر کے کہا۔ ''میں نے کہا ایسی کیوں نہ لے چلوں کہ کم از کم ہفتے بھر تو چل سکے۔''

''کھول دے دروازہ ورنہ بُری طرح پیش آؤں گا۔''

عورت نے اس کا بازو پکڑلیا تھا اور جھکولے دے دے کر کہہ رہی تھی۔ ''نکال میری رقم...... ورنہ گردن مروڑ دوں گی۔''

''ادھار کرنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔'' فنچ نے اوپر سے ہانک لگائی۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کو مار توڑ رہے تھے۔ دفعتاً کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ شاید فنچ نے مین سوئچ آف کردیا تھا۔

فریدی سو رہا تھا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور وہ جاگ پڑا۔ ریسیور اٹھا کر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ہیلو......!''

''کیا تم ہو کرنل فریدی......؟'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

فریدی کی نیند غائب ہوگئی۔ وہ فنچ کی آواز اچھی طرح پہچانتا تھا۔

''میں فنچ بول رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''ہاں...... میں نے آواز پہچان لی ہے۔''

''اس وقت پورا ملک خطرے میں ہے اور تم سو رہے ہو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''تمہیں نیاگرہ والی اموات یاد ہیں۔''

''ہاں...... ہاں...... کہو...... کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''تم نے یہ بھی سنا ہوگا کہ آج کل ایک نامعلوم مصنوعی سیارہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔''

''ہاں ہاں...... کسی نے اعلان کئے بغیر وہ سیارہ مدار پر پہنچا دیا ہے۔''

''ان اموات کا تعلق اسی سیارے سے ہے اور وہ رام گڑھ کی پہاڑیوں ہی میں کسی جگہ سے کنٹرول کیا جارہا ہے۔ میں نے کہا تمہیں آگاہ کردوں۔''

''اس مہربانی کا بہت بہت شکریہ۔'' فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کرنل فریدی! میں بُرا آدمی بنادیا گیا تھا۔ فطرتاً بُرا آدمی نہیں ہوں۔ میرے والدین بڑے مذہبی لوگ تھے۔''

''ہوسکتا ہے۔''

''میں جب بھی چاہتا جیل سے فرار ہوسکتا تھا لیکن اُسے گوشہ عافیت سمجھ کر پڑا رہا۔ لیکن زیرو لینڈ والوں نے مجھے رہا کرالیا۔ یہ تو تم اب جان ہی گئے ہوگے کہ کیوں؟''

''میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔''

''لیکن اگر تم مجھ سے سنگ کے بارے میں پوچھو تو ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ اس معاہدے کا احترام کرنا ہی پڑے گا جو میرے اور اس کے مابین ہوا تھا۔''

''میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔''

''شکریہ کرنل فریدی۔'' تم بھی بااصول آدمی ہو اور تم ہمارا فون نمبر بھی ڈٹکٹ نہ کرسکو گے۔

''خان تجمل والے معاملے میں اس کا تجربہ بھی ہوچکا ہے۔'' فریدی خشک لہجے میں بولا۔

''ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ وہ ایک زہریلا سیارہ ہے۔ دنیا کے کسی حصے میں بھی اس کے توسط سے وبائیں پھوٹ سکتی ہیں۔ یہ لوگ جب بھی چاہتے ہیں اسی سیارے کے توسط سے دوسرے سیاروں کے آلات پیغام رسانی بے کار کردیتے ہیں۔ اس طرح دنیا کے بعض حصوں میں طوفان کی آمد کی اطلاعات روکی جاسکتی ہیں اور تباہیوں میں اضافہ ہوسکتا ہے۔''

''تمہیں یقین ہے کہ اسے رام گڑھ ہی سے کنٹرول کیا جارہا ہے۔''

''یقین نہ ہوتا تو تمہیں اطلاع کیوں دیتا۔''

''یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ محض فریب ہی ہو۔ مجھے اس میں ڈال کر ان دونوں عورتوں کو

نکال لے جاؤ۔"

"تم غلط نہیں سمجھے۔ وہ ایک کثیر المقاصد سیارہ بھی ہے۔ ایک بڑی طاقت کو بلیک میل بھی کیا جائے گا۔"

"کچھ بھی ہو۔ ان عورتوں تک تمہاری رسائی ناممکن ہے۔"

"ایک دن میں چیخ پڑو گے تم سب۔ ورنہ اس سیارے کی تباہی کی فکر کرو۔ اگر مجھے اس کے کنٹرول کئے جانے کی صحیح جگہ کا علم ہوتا تو تمہیں ضرور بتا دیتا۔"

فریدی نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور اس نے طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر اٹھ کر سگار سلگانے لگا تھا۔ "اگر خبر صحیح ہے تو سچ مچ تباہ کن ہوسکتی ہے۔ پچھلے دنوں کئی ملکوں نے اعلان کیا تھا کہ کسی نے اعلان کئے بغیر ایک سیارہ مدار پر پہنچایا ہے مگر کس نے؟ کیا زیرولینڈ والے اس حد تک چلے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ سیارہ انہی لوگوں نے چھوڑا ہوگا تبھی فنچ نے اسے اطلاع دی ہے۔ اگر وہ رام گڑھ سے کنٹرول کیا جارہا ہے اور دنیا کے کسی ملک نے اسے ڈٹکٹ کرلیا ہے تو خود اس کی حکومت کی کیا پوزیشن ہوگی۔ اگر اسے ہمارے ہی ملک کا کارنامہ سمجھ لیا گیا تو خود ہم کئی طرح کی امداد سے محروم ہوجائیں گے۔ ہمارا ایک بھی دوست نہ رہ جائے گا۔ تو پھر اب کیا کرنا چاہئے۔ لیکن اس اطلاع کا ذریعہ ایسا تھا کہ اسے ظاہر بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ قابل اعتماد ذریعہ نہیں تھا۔

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پھر اس نے فون پر اپنے ہی نمبر ڈائیل کر کے شاید حمید کو بھی جگانا چاہا تھا۔ کئی بار ڈائیل کرنے کے بعد اس نے حمید کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی تھی۔

"اٹھ جاؤ۔" فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ابھی دو ہی تو بجے ہیں۔"

"پرواہ مت کرو۔ میرے کمرے میں آجاؤ۔"

"بہت بہتر جناب عالی۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے دروازے پر دستک دی تھی۔

"آجاؤ......!" فریدی نے کہا۔

"کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ غزالی آنکھوں والا کوئی گلرخ تو نہ تھا۔" حمید نے کمرے میں داخل ہوکر کہا۔

"بچپنا مت کرو...... میں بے حد سنجیدہ ہوں۔"

"میں بھی سنجیدگی سے سو رہا ہوں۔ خیر بتایئے کہ ان دونوں میں سے کون خواب میں نظر آئی تھی۔"

فریدی اُسے چند لمحے تیز نظروں سے دیکھتا رہا پھر اپنی اور فنچ کی گفتگو دہرائی۔

"ڈبل شامت۔" حمید کراہا۔

"سنجیدگی سے سوچو ہم کسی پر ظاہر بھی نہیں کرسکتے۔ یہ اطلاع ہمیں فنچ سے ملی ہے اور ظاہر کرنے پر اس ذریعے پر روشنی ڈالنی ہی پڑے گی۔ جس سے یہ اطلاع ہم تک پہنچی ہے۔"

"واقعی الجھن کی بات ہے۔" حمید پُرتشویش لہجے میں بولا۔

فریدی بالکل خاموش ہوگیا تھا۔

پچھلا قرض

فیبی ایڈہاور نے حمید کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچی تھی۔

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو تم وہی ہو۔" اُس نے کہا۔

"میں خود نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"تمہاری گاڑی کا کیا رہا۔"

''ہمیشہ کے لئے تباہ ہوگئی۔''

''آخر بات کیا تھی؟''

''کسی دشمن نے شکر ڈال دی ٹنکی میں۔''

''تم جیسے خوبصورت لوگ بھی دشمن رکھتے ہیں۔''

''دشمنوں کو مارو گولی۔ تم نے مجھے بہت اچھی خبر سنائی ہے۔''

''کیسی خبر......؟''

''یہی کہ میں بہت خوبصورت ہوں۔''

رقص کے لئے موسیقی شروع ہوچکی تھی اور ہوٹل ڈی فرانس کا ریکریئیشن ہال ر
نکہت کے سیلاب میں بہتا جارہا تھا۔

''کیا پہلے کبھی کسی لڑکی نے تمہیں نہیں بتایا۔''

''آج تک کوئی لڑکی ملی ہی نہیں۔''

''کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ آدم خور ہو اچھے خاصے۔ خوبصورت آدم خور۔''

''تب تو پھر دور ہٹ کر کھڑی ہو جاؤ۔ کہیں مجھے بھوک نہ لگ آئے۔''

''اب ایسے جیالے بھی نہیں لگتے۔''

''میری ہم رقص بننا پسند کرو گی۔''

''نہیں! پہلے میں تھوڑی سی پینا چاہتی تھی۔''

''کون سی پیتی ہو۔''

''ڈبل پیک بوربن۔''

''منگوائے دیتا ہوں۔''

''نہیں......کاؤنٹر ہی پر چلو......تم کیا پیو گے۔''

''میں سنیچر کی رات کو شراب نہیں پیتا۔''

''تم بکواس کرتے ہو۔ سرے سے پیتے ہی نہ ہو گے۔ یہاں کے جدید ترین لوگ
بے حد قدامت پسند ہیں۔''

''چلو یہی سہی۔''

''اسی لئے آج تک کسی لڑکی نے منہ نہ لگایا ہوگا۔''

''تم تو شاید لگا رہی ہو۔''

''تمہارے ساتھ وہ دوسرا آدمی بے حد شاندار تھا۔''

''بے حد خطرناک بھی ہے۔''

''باتیں نہ بناؤ......چلو کاؤنٹر کی طرف۔ میں بہت پیاسی ہوں۔''

''چلو......چلو......!''

وہ دونوں کاؤنٹر کے قریب پہنچے تھے اور حمید نے اس کے لئے بوربن طلب کی تھی اور
اپنے لئے لائم جوس منگوایا تھا۔

''مجھے تمہارا ملک بہت پسند ہے۔''

''کیا اچھائی ہے میرے ملک میں۔''

''بہت سیدھے سادے لوگ ہوتے ہیں۔ مخلص اور کام آنے والے۔''

''میرا خیال ہے کہ میں بھی کام آچکا ہوں۔''

فینی اسے غور سے دیکھنے لگی تھی مگر کچھ بولی نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھ میں
بوربن کا گلاس تھا اور حمید لائم جوس کی چسکیاں لے رہا تھا۔

''تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔''

''ساجد حمید۔''

''کیا کرتے ہو......؟''

''جھک مارتا ہوں۔''

''مجھے بھی مار کر دکھاؤ۔''

''ذرا لائم جوس کا نشہ ہونے دو۔''

''کتنے بچے ہیں۔ بیویاں کتنی ہیں؟ تم لوگ تو حرم رکھتے ہو۔''

''بیوی ایک بھی نہیں ہے۔ لیکن درجن بچوں کا باپ ہوں۔''

''بیوی کے بغیر بچے کہاں سے آئے۔''

''خود جنے ہیں...... کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے۔''

''بکواس بھی اچھی خاصی کر لیتے ہو۔ مجھ سے دوستی کرو گے۔''

''تو اور کیا اب تک دشمنی کرتا رہا ہوں۔''

''میرا مطلب ہے کہ ہم اچھے خاصے دوست بن سکتے ہیں۔''

''اس پر میں نشہ ہونے کے بعد غور کروں گا۔''

وہ محسوس کر رہا تھا جیسے سچ مچ نشہ ہو رہا ہے۔ ابھی آدھا ہی گلاس پیا تھا۔ وہ گلاس کو چہرے کے برابر اٹھا کر گھورنے لگا۔

''کیا مچھلیاں تیر رہی ہیں؟'' فینی نے پوچھا۔

''ناہیں تو...... بی...... ل...... کل...... نائیں۔'' وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ لیکن ذہن آہستہ آہستہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا جا رہا تھا۔ پھر اسے ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو قریب قاسم بیٹھا نظر آیا جو اس کی طرف اس طرح دیکھے جا رہا تھا جیسے اس کی موت کا منتظر ہو۔

''ہائے تم تو پھر جندہ ہو غئے۔''

''کیا مطلب......؟'' حمید بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ ''ہم کہاں ہیں۔''

''ہسپتال میں...... سالے شرم نہیں آتی۔ شراب پینے لگے۔''

''کیوں بکواس کرتے ہو۔''

''میں نے خود دیکھا تھا...... پیتے پیتے گرتے ہوئے۔''

''ابے وہ لائم جوس تھا۔''

''گھیاں جوس تھا۔ بیٹا قسی اور قو اُلو بنانا۔ لونڈیا ملی تو پاغل ہو غئے۔ سالے قہتے ہیں شراب نہیں پیتا...... کیسے بچے سے آؤٹ ہوئے تھے۔ میں دوڑ قر نہ آتا تو پھکوا دیے گئے ہوتے قسی گندے نالے میں۔''

''پوری بات بتاؤ۔''

''تم گرے تھے تو میں تمہاری طرف دوڑا تھا اور وہ سالی چپ چاپ کسی طرف کھسک گئی تھی۔ تمہیں اٹھا کر اپنی غاڑی کی طرف لے جا رہا تھا کہ ایک شریف آدمی مل غیا۔ قہنے لگا ہسپتال لے چلو۔ آج کل بڑی زہریلی شراب بن رہی ہے۔ جو بھی پی کر بیہوش ہوا بس اُسے مرا ہی سمجھو۔ پھر وہ مجھے اور تمہیں اپنے ٹرک میں واپس لایا تھا اور میں تین گھنٹے سے تمہاری موت کا انتجار قر رہا تھا۔''

''اگر کسی اور کی گاڑی پر لائے تھے تو یہ ہرگز ہسپتال نہیں ہو سکتا۔''

''ہاں ہاں...... تمہاری کھالا جی کا گھر ہے۔'' قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔

''اچھا...... اگر یہ ہسپتال ہے تو مجھے اب گھر لے چلو۔''

''چلو اٹھو...... میری تفریح برباد قرا دی۔''

قاسم نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا تھا لیکن شاید وہ باہر سے بولٹ کر دیا گیا تھا۔ وہ متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا ہوا حمید کی طرف مڑا۔

''کیا ہوا......؟'' حمید نے پوچھا۔

''باہر سے بند ہے۔''

''اب کہو کیسی رہی۔''

''اغر یہ اسپتال نہیں ہے تو میں سالے کو زبردستی اسپتال بنا دوں غا۔''

''چلو بیٹھو ادھر آ کر۔ تم آخر کسی دوسرے کے کہنے میں کیوں آ گئے تھے۔''

''اور نہیں تو کیا تمہیں اپنے گھر لے جاتا اور خود کرتا کفن دفن کا انتجام۔''

''اب دونوں کے کفن دفن کا انتظام یہیں ہو جائے گا۔''

''اے جاؤ...... مر غئے کھپن دھپن کرنے والے۔ ایک ٹکر میں دروازے کے پرخچے اڑا دوں گا۔''

''اچھا خاموش رہو۔ مجھے سوچنے دو۔''

''لونڈیا تو وہی تھی نا جس نے مجھے مستری سمجھ لیا تھا۔''

''وہی تھی۔''

''کیا نام ہے؟''

''فینی ایڈ ہاور۔''

''اب پتا چلے غا بیٹا۔ اس کے ابا جان نے پکڑوالیا ہے تمہیں۔''

''کیا وہ کوئی سفید فام آدمی تھا؟''

''نہیں تھا تو دیسی ہی۔''

''تم تو بیہوش نہیں تھے۔ لہٰذا راستہ تو دیکھا ہی ہوگا۔''

''اے قسمے ہوش تھا راستے کا۔ میں تو تمہاری سانسیں گن رہا تھا۔''

''یہ اچھا نہیں ہوا۔''

''پرواہ مت کرو۔ تمہارے باوا آکر چھڑالیں گے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ بھی اٹھا تھا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی اور پھر تھک ہار
آبیٹھا تھا۔

''مجھے تو بھوخ لگ رہی ہے۔'' قاسم بولا۔

''اب پھٹے پرانے جوتوں اور ڈنڈوں کی توقع رکھو۔''

''جی نہیں جلاؤ۔ نہیں تو تمہیں ہی کھا جاؤں غا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں فکرمندی کے آثار تھے۔ اس دوران میں بے
چوکنا رہا تھا۔ پھر بھی پھنس ہی گیا آخر۔ فینی نے تو اس کے گلاس میں ہاتھ بھی نہیں لگایا تھ
جو کچھ بھی ہوا تھا کاؤنٹر کے پیچھے ہی ہوا تھا۔ ویسے اگر خود فینی بھی اس میں ملوث نہیں تھ
پھر قاسم کے بیان کے مطابق اس کے بیہوش ہوتے ہی بھاگ کیوں کھڑی ہوئی تھی۔

''تمہیں اچھی طرح یاد ہے کہ میرے گرتے ہی فینی وہاں سے چلی گئی تھی۔'' حمید بولا

''چلی نہ جاتی تو بیٹا تم وہیں پڑے رہ جاتے۔''

''کیا مطلب......؟''

''ارے میں اسے پٹالے جاتا۔ تم جاتے میرے ٹھینگے پر۔''

''اتنی بے دردی کا مظاہرہ نہ کرو۔ میں تمہارا دوست ہوں۔''

''یہ سالے میرے دوست ہیں۔ جرا شکل دیکھنا۔''

''اچھا اگر دوست نہیں ہوں تو یہاں کیوں پائے جاتے ہو۔''

''تمہارا آپریشن کراؤں غا...... قصہ ہی ختم ہوجائے سالے...... آج ادھر دھرے
پکڑے جارہے ہیں کل اُدھر دھرے پکڑے جارہے ہیں۔''

''بات تو معقول ہے۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور سنگ ہی کمرے میں داخل ہوا تھا اس کے پیچھے ایک
آدمی اور تھا جس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔

''ارے یہ تو وہی ہے...... سالا مچھر کی اولاد...... کیا نام ہے۔ چنگ چی۔'' قاسم بوکھلا
کر اٹھتا ہوا بولا۔

''سنگ ہی......!'' سنگ مسکرایا تھا اور اس کے پیچھے والا آدمی ایسی پوزیشن میں آکھڑا
ہوا تھا کہ دونوں اسٹین گن کی زد پر تھے۔

''ارے پیارے سنگ...... یہ تم ہو۔'' حمید نے بھی قہقہہ لگایا تھا۔

''ہاں میں ہی ہوں...... اور تم میرے ہی مہمان ہو۔''

''لیکن میں تو فینی ایڈ ہاور کے ساتھ لائم جوس پی رہا تھا۔''

''میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔'' سنگ بولا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ وہ اسی کی حرکت ہے۔''

''قطعی نہیں۔ لائم جوس کو میرے آدمی نے نشہ آور کیا تھا۔ لیکن اب وہ ہوٹل ڈی
فرانس میں نہیں مل سکے گا۔''

''ظاہر ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''تم کچا کام نہیں کرتے۔ سنا ہے فنچ بھی ہے تمہارے
ساتھ...... اسے بلاؤ...... دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔''

''اسے بھی بند کردیا ہے دوبارہ۔''

''ارے یہ کیوں۔''

''ان باتوں میں نہ پڑو...... یہ بتاؤ کہ فریدی کہاں ہے۔''

''گھر پر ہوں گے۔''

''نہیں......وہ آج صبح ہی کہیں چلا گیا ہے۔''

''تم ہی سے سن رہا ہوں مجھے تو علم نہیں۔''

''سیدھی طرح بتادو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ بعض معاملات میں کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔''

''جانتا ہوں۔ اسی لئے تم سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ دونوں کہاں رکھی گئی ہیں۔''

''یقین کرو میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئے ہیں۔''

''علی الصبح ایئر پورٹ پر دیکھا گیا تھا۔''

''تب تو پھر فلائٹ کا آسانی سے پتا چل سکتا ہے۔''

''وہ اپنے ذاتی ون سیٹر پر کہیں گیا ہے۔''

''تب تو زیادہ دور نہ گئے ہوں گے۔ جلد ہی واپس آجائیں گے۔''

''اچھی بات ہے۔ اس کی واپسی تک میرے مہمان رہو گے۔''

''میں تو نہیں رہوں غا۔'' قاسم دہاڑتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

''بیٹھے رہو ورنہ چیتھڑے اڑ جائیں گے۔'' سنگ ہی نے اسٹین گن کی طرف اشارہ کیا۔

''قاسم......بیٹھ جاؤ۔'' حمید بولا۔

''تمہارے قہنے سے بیٹھ جاتا ہوں......مگر بھوخ۔''

''ہاتھی کے سری پائے کھاؤ گے۔'' سنگ ہی نے ہنس کر کہا۔

''ہی ہی ہی......آپ مزاخ فرمارہے ہیں۔ جھینگر کی اولاد سالے۔''

''کیپٹن حمید! جب تک فریدی نہ مل جائے تم میرے قیدی رہو گے۔''

''میں نے تو کچھ بھی نہیں قیا۔ مجھے جانے دو۔'' قاسم جلدی سے بول پڑا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''تو پھر میرے خانے کا انتجام کرو۔''

''ایک مرغ کی قیمت دس ہزار ہے۔ بکرے کی سالم ران بیس ہزار میں ملے گی۔''

''اتنی رقم کون لئے پھر رہا ہے۔''

''کریڈٹ کارڈ ہے تمہاری جیب میں اور مجھے علم ہے کہ اس اکاؤنٹ میں تمہارے پانچ لاکھ جمع ہیں۔''

''غلط......!'' قاسم انگلی نچا کر بولا۔ ''چار لاخ بیاسی ہجار۔''

''بس تو جب تک یہاں رہو گے اسی ریٹ پر کھانا ملے گا۔ سلپ بھجواتا ہوں اس پر دستخط کردو۔ کھانا حاضر کردیا جائے گا۔''

قاسم ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا رہا۔

وہ دونوں چلے گئے اور حمید نے قاسم سے کہا۔ ''یہ مت سمجھنا کہ تم میری وجہ سے پھنسے ہو۔ پہلے ہی سے اس کی لسٹ پر رہے ہوگے۔ ورنہ وہ کھانے کی قیمت نہ بتاتا۔''

تھوڑی دیر بعد ایک لحیم شحیم سی عورت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے ایک واؤچر قاسم کی طرف بڑھا دیا تھا۔

''مرغ بھی منگواؤں غا......اور ران بھی۔'' قاسم عورت کی طرف دیکھتا ہوا چہکا۔ وہ بھی قاسم کو حیرت سے دیکھے جارہی تھی۔ دفعتاً عقب سے سنگ ہی کی آواز آئی۔

''اور اس عورت کی قیمت پچاس ہزار۔''

''نہیں چاہئے......بڈھی ہے۔'' قاسم دہاڑا۔

''بکواس مت کرو۔ اسکی قیمت بھی واؤچر پر لکھ دینا۔ یہ اب تمہارے ہی ساتھ رہے گی۔''

''اس قے تو میں پانچ روپے بھی نہیں دوں غا۔''

''تیری ماں تو نہیں لگتی۔ کیوں مرا جارہا ہے۔'' عورت نے کہا۔

قاسم کا الٹا ہاتھ عورت کے منہ پر پڑا تھا اور وہ دوسری طرف الٹ گئی تھی۔ قاسم پھر اس کی طرف بڑھا تھا لیکن حمید بیچ میں آتا ہوا بولا۔ ''کیا کرتے ہو۔ عورت ہے اب ہاتھ نہ اٹھے۔''

''اس سالی کو نہیں دیکھتے۔ چھوٹتے ہی غالی دی تھی۔''

وہ اٹھ بیٹھی تھی اور چیخ چیخ کر رونے لگی تھی۔ پھر ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔ ''ایک تو وہ

حرامی مارے ڈال رہا ہے کئی سال پہلے کے پیسے باقی تھے۔ وہ بھی نہیں دیئے۔"

اور تب انہیں معلوم ہوا کہ وہ کہاں سے تعلق رکھتی ہے۔ حمید نے اسے دلاسا دے کر خاموش کیا تھا۔

"تب تو جی معاف قردو۔" قاسم بولا۔ "بہت ہلکی سی گالی دی تھی تم نے۔ تم لوگ تو گالے دیتی ہو۔ غالی تو قچھ بھی نہیں۔"

"میں نہیں سمجھی یہ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"کچھ بھی نہیں۔ دراصل اسے معلوم نہیں تھا کہ تم بھی ہم ہی لوگوں کی طرح قیدی ہو۔"

⁂

رام گڑھ کی پہاڑیاں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ ان دنوں وہاں سیاح تو ہوتے نہیں۔ مقامی ہی لوگ رہ جاتے ہیں یا پھر بڑے بالوں والی لومڑیاں اور بھڑیوں کے شکاری ہوتے ہیں۔ ہوٹل زیادہ تر ویران رہتے اور ان کے نرخ پچاس فیصد کم ہوجاتے تھے۔ بس پھر انہی ہوٹلوں میں تھوڑی بہت آبادی نظر آتی جو شکار کے اڈوں کے آس پاس ہوتے تھے۔

کرنل فریدی بھی ایک شکاری کے بھیس میں وہاں پہنچا تھا۔ بس ایک دشواری تھی۔ وہ یہ کہ کوئی بھی شکاری تنہا نظر نہیں آتا تھا۔ پانچ پانچ چھ چھ کے گروپوں میں ان کی نقل وحرکت ہوتی تھی۔ فریدی تنہا تھا اس لئے اس پر شک کی نظریں پڑسکتی تھیں۔ بہرحال کام تو کرنا ہی تھا۔ جاتے ہی ایک گروپ سے مل بیٹھا۔ اس میں چار آدمی تھے۔ چاروں کئی سال کا تجربہ رکھتے تھے اور ایک کمپنی سے متعلق تھے جو کھالوں کی ایکسپورٹ کرتی تھی۔ اتفاق سے یہ لوگ کسی قدر پڑھے لکھے اور شائستہ بھی ثابت ہوئے تھے۔ فریدی نے ان پر یہی ظاہر کیا تھا کہ اسے بھیڑیوں کے شکار کا شوق ہے اس سے غرض نہیں کہ شکار کون لے جاتا ہے۔

"کہیں کسی پارٹی کے جاسوس تو نہیں ہو۔" ایک شکاری نے مسکرا کر کہا۔ "ہمارے ٹھکانوں کی ٹوہ میں ادھر آ نکلے ہو۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" فریدی بولا۔ "اگر ثابت کرسکو تو اطمینان سے گولی مار کر برف میں دفن کردینا۔"

"فکر نہ کرو...... دوسری صورت میں یہی ہوگا۔"

"میں نے ان اطراف میں کبھی شکار نہیں کھیلا لیکن بہت کچھ سن رکھا ہے ان معاملات سے متعلق۔"

"ویسے تم کرتے کیا ہو۔"

"کھیتی باڑی...... میرے پھلوں اور اناج کے فارم ہیں۔ ایک کارخانہ بھی ہے۔ جہاں پھل ڈبوں میں محفوظ کئے جاتے ہیں۔ فروٹیکس کے ڈبے تم لوگوں نے بھی استعمال کئے ہوں گے۔"

"ہاں ہاں...... کیوں نہیں۔ وہ تمہاری فیکٹری ہے۔"

"ہاں...... میری ہی ہے۔"

"تو پھر تمہیں اس دیوانگی سے کیا سروکار۔"

"بس شوق ہے۔ عموماً چیتوں اور شیروں کا شکار کھیلتا ہوں۔ اس بار سوچا کیوں نہ برفیلے پہاڑوں میں بھیڑیوں کے شکار کا تجربہ بھی حاصل کیا جائے۔"

پھر بات آگے نہیں بڑھی تھی اور دوسری صبح فریدی ان کے ساتھ شکار پر نکل گیا تھا۔ دن میں جگہوں کا تعین کرتے تھے اور رات کو شکار ہوتا تھا۔ راستے میں انہیں کئی پارٹیاں ملیں جو اپنے لئے جگہوں کا تعین کرتی پھر رہی تھیں۔ ایسے اوقات میں بھی کبھی کبھی ان کا آپس میں ٹکراؤ ہوجایا کرتا تھا۔ لہٰذا وہ سبھی پوری طرح چاق و چوبند رہتے تھے۔ انہوں نے فریدی کو بھی اس خطرے سے آگاہ کردیا تھا۔

"دیکھا جائے گا...... میں بھی اتنا بودا نہیں ہوں کہ پیٹھ دکھاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔

"ویسے تم چہرے اور آنکھوں کی بناوٹ سے مضبوط بھی معلوم ہوتے ہو اور نڈر بھی۔"

"خدا نے چاہا تو تم مجھے کسی بھی معاملے میں پیچھے نہیں پاؤ گے۔"

اور پھر سچ مچ ایک جگہ رائفلیں تن گئیں۔ فریدی نے ان سے پوچھا۔

''کیا محض دھمکیوں تک بات رہ جائے گی یا سچ مچ۔''

''اب پوچھ رہے ہو دوست۔'' شکاری نے کہا اور پھر ان لوگوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کردی تھی۔ دونوں طرف سے فائر ہوتے رہے۔ فریدی کے ساتھی نشیب میں تھے اس لئے ان کے لئے زیادہ خطرہ تھا۔ فریدی چٹانوں کی اوٹ لیتا ہوا اوپر چڑھ رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن فریدی نے کہا۔ ''پوزیشن تبدیل کئے بغیر مار کھا جائیں گے۔''

''تم جانو......خود ہی خطرہ مول لے رہے ہو۔'' ایک شکاری بولا۔

''تم سب کو اسی طرح خطرے سے نکال سکوں گا دیکھو......تم فی الحال اپنی پوزیشنوں میں تبدیلی نہ ہونے دینا۔''

وہ بڑی تیزی سے اوپر جارہا تھا۔ دوسرے شکاری اُسے حیرت سے دیکھتے رہے اور پھر وہ دوسری پارٹی سے بھی زیادہ بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ پھر جیسے ہی اس نے فائرنگ شروع کی تھی ان کی رائفلیں خاموش ہوگئی تھیں۔ شاید وہ خاموشی سے پسپا ہورہے تھے۔ تھوڑی دیر میں سناٹا چھا گیا۔ فریدی اطمینان سے نیچے اُتر رہا تھا۔

''یار تم تو کمال کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔'' ایک شکاری نے کہا۔ ''کیا کبھی فوج میں بھی رہے ہو۔''

''مجھے پہاڑی جنگوں کا تجربہ ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''بہرحال......تمہارے ساتھ وقت اچھا گزرے گا۔''

''مجھے بھی یہی توقع ہے۔'' فریدی مسکرایا تھا۔

''پٹھان معلوم ہوتے ہو۔''

''ایک ایسا آفریدی جس کے آباؤ اجداد میدانوں میں جا بسے تھے۔''

''کوئی مرا تو نہیں۔''

''میں خواہ مخواہ خون بہانا پسند نہیں کرتا۔ اسی خطرے کو ٹالنے کے لئے میں نے اپنی

پوزیشن تبدیلی کی تھی۔ ہماری پوزیشن ایسی تھی کہ ہم ہی خسارے میں رہتے۔''

''چلو اچھا ہی ہوا۔ ہم اتنی احتیاط برتیں تو ہمارا سارا وقت احتیاط ہی کی نذر ہو جائے۔''

''اچھی بات ہے دوستو! آج ایسا کرو جہاں قطعی بھیڑیئے نہ ہوں وہاں بھیڑیوں کا شکار کرو۔''

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔''

''جہاں تم کہو گے وہیں بھیڑیوں کو طلب کرلوں گا۔''

''تو کیا کالے جادو کے بھی ماہر ہو۔''

''ہرگز نہیں! بس حکمت عملی کے ذریعے۔ یقین نہ ہو تو امتحان کرلو۔''

''کیوں بھئی کیا خیال ہے؟'' ایک نے دوسرے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''چلو آج یہی سہی۔''

''تو تم لوگ جگہ کا تعین کردو۔ لیکن یہ کھیل بستی کے قریب نہیں ہوگا۔'' وہ ان میں اپنے لئے اعتماد بحال کرنے کے لئے یہ سب کچھ کررہا تھا۔

انہوں نے ایک جگہ کا تعین کیا اور پھر ہوٹل واپس آگئے تھے۔ یہاں فریدی نے ایک سفید فام غیر ملکی مسافر کو بھی دیکھا جو شاید ان کے بعد آیا تھا اور وہیں مقیم ہوگیا تھا۔ پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ چار افراد ہیں اور ان میں ایک عورت بھی ہے۔ غالباً بقیہ تینوں اپنے کمروں میں رہے ہوں گے۔ غیر ملکی نے ان شکاریوں کو غور سے دیکھا تھا اور کافی پیتا رہا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد وہ فریدی کے کمرے میں اکٹھا ہوئے۔ غالباً فلش کھیلنا چاہتے تھے۔ فریدی نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ البتہ خود کھیلنے پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔ وہ کچھ دیر سکون سے سوچنا چاہتا تھا۔ رام گڑھ اس کے لئے کوئی نئی جگہ نہیں تھی۔ ایک ایک چپہ دیکھا بھالا تھا۔ اس ہوٹل کا انتخاب ہی اس لئے کیا تھا کہ یہیں سے تفتیش کا آغاز کرے گا۔ دراصل دشوار گزار حصوں میں جانے والوں کی پہلی منزل تھی۔ ایسے موسم میں یہاں غیر ملکیوں کی موجودگی غیر معمولی ہی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے۔

''یہ غیر ملکی اسی موسم میں نہ جانے کیوں آتے ہیں۔'' اس نے شکاریوں کو متوجہ کرکے کہا۔

''تیل کی تلاش میں مدد دینے والے ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔''

''تو کیا یہاں تیل کی تلاش ہو رہی ہے۔''

''بہت دنوں سے۔''

''لیکن اخبارات میں تو اس کے بارے میں کچھ نہیں آیا تھا۔''

''خاموشی سے کام ہو رہا ہے۔ پبلسٹی ہونے پر اگر کوئی نتیجہ نہ نکلا تو اسمبلی میں اپوزیشن والے شور مچانے لگتے ہیں۔''

''ہاں یہ تو ہوتا ہے۔'' فریدی نے کہا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ چاروں فرش پر بیٹھے کھیل رہے تھے۔

''اب میں اپنا کھیل شروع کرنے جا رہا ہوں۔ لیکن خدارا بھیڑیئے کی آواز کی سمت گولی نہ چلا دینا۔ وہ آوازیں میں ہی نکالوں گا۔''

''اوہ..... تو یہ بات ہے۔'' شکاری ہنس پڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد فریدی نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا اور پھر نزدیک و دور سے متعدد آوازیں آئی تھیں۔ بھیڑیئے آوازیں نکالتے ہوئے انکی طرف بڑھے آ رہے تھے۔ کئی رائفلیں چلی تھیں کچھ گرے تھے اور کچھ بھاگ نکلے تھے۔ سبھوں نے دو، دو راؤنڈ چلائے تھے اور دو ہی ہلوں میں انہوں نے چھ بھیڑیئے مار گرائے تھے۔ خود فریدی نے کوئی فائر نہیں کیا تھا۔

''یار بالکل بھیڑیئے لگ رہے تھے۔'' ایک شکاری نے کہا۔ فریدی ہنس کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر جب وہ مردہ بھیڑیوں کو اٹھا رہے تھے تیز قسم کی روشنی میں نہا گئے اور ساتھ ہی کسی نے گونجیلی قسم کی آواز میں کہا۔ ''کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ ممنوعہ علاقہ ہے۔''

''ہم نہیں جانتے۔'' فریدی کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔ ''یہاں ایسی کوئی سائن نہیں دیکھی تھی ہم نے۔''

''اس کے باوجود بھی خود کو حراست میں سمجھو۔'' آواز آئی۔ ''اپنی اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو..... ورنہ چھلنی ہو جاؤ گے۔''

بچاؤ..... بچاؤ

''یہ تو بہت برا ہوا۔'' ایک شکاری مردہ سی آواز میں بولا۔

دفعتاً فریدی نے کڑک کر کہا۔ ''جب تک ہم تمہارا شناخت نامہ نہ دیکھ لیں اپنا اسلحہ حوالے نہیں کریں گے۔''

''شائیں.....!'' ایک گولی فریدی کے بائیں کان کے قریب سے گزر گئی تھی۔

پھر فوراً ہی فریدی کی رائفل سے بھی شعلہ لپکا تھا اور سرچ لائٹ کا شیشہ چکنا چور ہو گیا تھا۔ پہلے ہی کا سا اندھیرا پھر پھیل گیا تھا۔

''لیٹ جاؤ۔'' فریدی جلدی سے بولا اور خود بھی بڑی پھرتی سے سینے کے بل زمین پر گر گیا۔ کئی فائر اُن پر سے گزر گئے تھے۔ پہاڑوں پر برف کی وجہ سے مکمل تاریکی نہیں تھی۔ ان کی دھندلی پرچھائیاں دور سے بھی دیکھی جا سکتی تھیں۔

''فائروں کی سمت کا اندازہ ہے تمہیں...... پوزیشن لینے کی کوشش کرو۔'' فریدی کی تیز سرگوشی سناٹے میں گونجی تھی۔ جوں توں وہ پتھروں کی اوٹ میں چلے گئے تھے۔ فریدی نے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی یہی مشورہ دیتے ہوئے فائروں کی سمت فائرنگ شروع کر دی تھی۔ دوسری طرف جلد ہی سناٹا چھا گیا تھا۔ فریدی نے اپنے ساتھیوں سے بھی ہاتھ روک لینے کو کہا تھا۔

''اور اب اسی طرح لیٹے ہی لیٹے کھسک چلو۔'' اس نے کہا۔

واپسی بے حد پریشان کن تھی۔ لیکن وہ بہرحال خطرے کی رینج سے نکل ہی آئے۔

''چھ بھیڑیئے ضائع ہو گئے۔'' ایک بولا تھا۔

''پہلی بار ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ علاقہ ممنوعہ ہے۔'' دوسرے نے کہا۔ ''ہم یہاں دن میں بھی آ چکے ہیں لیکن اس وقت کسی نے بھی نہیں ٹوکا تھا۔''

"کوئی تھا ہی نہیں اس وقت۔" فریدی بولا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ کوئی دوسری پارٹی تھی۔ ہوسکتا ہے وہی لوگ ہوں جن سے دن میں بھی ٹکراؤ ہو چکا تھا۔"

"لیکن ان کے پاس اس قسم کی سرچ لائٹ کہاں سے آئی۔ وہ تو خاص طور پر ملٹری کے لئے تیار کی جاتی ہے۔"

"جب خاص ملٹری کے استعمال کا اسلحہ لوگوں کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو سرچ لائٹ کا حصول کیا مشکل ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ بہرحال اب مفت کے بھیڑیئے ان کے ہاتھ لگیں گے۔"

"بہرحال اگر یہ نہ ہوتے تو پھر مارے گئے تھے۔" دوسرا بولا۔

"اس میں تو شک نہیں۔"

قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور اس رات مزید شکار کا ارادہ ملتوی کردیا گیا تھا۔

"صبح دیکھوں گا کہ وہ کس قسم کا ممنوعہ علاقہ ہے۔" فریدی بڑبڑایا تھا۔

ہوٹل میں واپس پہنچ کر وہ پھر جوا کھیلنے لگے تھے۔ اس بار انہوں نے فریدی کو مجبور کیا تھا اور وہ مسکراتا ہوا بیٹھ گیا۔

"اچھا ایک بات ہے۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم سب اپنے اپنے پاس کاغذ پنسل رکھ لو اور اپنی اپنی ہاری ہوئی رقوم نوٹ کرتے جانا۔"

"اس دعوے کے ساتھ بیٹھ رہے ہو۔" ایک شکاری بولا۔

"ہاں...... اس دعوے کے ساتھ۔"

"تب تو تمہیں سچ مچ پچھتانا پڑے گا۔"

"دیکھا جائے گا۔"

کھیل شروع ہوا تھا اور ان کے چہرے اترنے لگے تھے۔ ذرا ہی سی دیر میں فریدی نے ان کی جیبیں خالی کرالیں۔ وہ اسے حیرت سے دیکھے جارہے تھے۔

"اب لاؤ اپنا اپنا پرچہ۔" فریدی ہنس کر بولا۔

ان کے حساب کے مطابق اس نے ان کی ایک ایک پائی واپس کردی تھی۔

"کمال ہے کمال ہے۔" ایک بولا۔ "یار! تمہارے تو ہاتھ چومنے کو دل چاہتا ہے۔"

"کچھ بھی نہیں...... صرف پریکٹس کی بات ہے۔ مجھے علم ہوتا ہے کہ کون کون سے پتے کس کے پاس گئے ہیں۔"

"خود بانٹتے ہوگے تب۔"

"کوئی دوسرا بانٹے تب بھی فرق نہیں پڑے گا۔ میں کاٹوں گا بھی نہیں۔ چلو تجربہ کرلو۔ تم کاٹو اور تم تقسیم کرو۔ اپنے پتے دیکھنے کے بعد بتادوں گا کہ کس کے پاس کون سے پتے ہیں۔"

"اچھا بھئی...... ہوجائے امتحان۔"

تین تین پتے ہر ایک کے آگے پڑے ہوئے تھے۔ فریدی نے اپنے پتے اٹھائے۔ چند لمحے انہیں غور وفکر کے ساتھ دیکھتا رہا۔ پھر ان لوگوں کے پتے بتانے شروع کردیئے۔ پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ سب خواب دیکھ رہے ہوں۔

"بھائی! تم جن تو نہیں ہو شکاری کے بھیس میں۔" کچھ دیر بعد ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

"ہرگز نہیں...... تمہاری طرح معمولی آدمی ہوں۔"

"تو پھر جادوگر ہوگے۔"

"نہیں...... یہ صرف ریاضی اور ریاض کا کارنامہ ہے۔"

"ہمیں بھی سکھادو۔"

"سکھانے سے نہیں آتا...... اس کے ریاض کو بھی ایک عمر چاہئے۔"

دفعتاً باہر سے دروازے پر کسی نے ٹھوکری ماری تھی اور دونوں پاٹ کھل گئے تھے۔ سامنے کئی مسلح آدمی کھڑے نظر آئے جو فوجی وردیوں میں تھے۔ ان کے ساتھ ایک سفید فام غیر ملکی بھی تھا۔

"یہی لوگ تھے۔" غیر ملکی غرایا۔ ٹھیک اسی وقت فریدی نے چھت سے لٹکے ہوئے بلب پر ایش ٹرے پھینک مارا تھا۔ "تڑاخا ہوا" اور کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ فریدی نے

اپنے عقب والی کھڑکی سے باہر چھلانگ لگائی تھی اور اندھیرے میں دوڑتا چلا گیا تھا۔

سنگ ہی کسی قدر چڑچڑا ہو رہا تھا۔ موٹی عورت سے جی بھر گیا تھا اور اب اسے کسی دوسری کی فکر تھی۔ لیکن فنچ تھا کہ بار بار اس کی توجہ اس کام کی طرف مبذول کرا دیتا تھا جس کے لئے اسے رہائی دلوائی گئی تھی۔

"اگر یہ مرحلہ درپیش نہ ہوتا تو میں تمہیں جان سے مار دیتا۔" سنگ ہی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"آسانی سے مر جانے والوں میں سے نہیں مسٹر سنگ ہی۔"

"خیر...... خیر...... دیکھا جائے گا۔"

"تم نے خواہ مخواہ ان دونوں کو کیوں پکڑ رکھا ہے۔"

"ایک فریدی تک پہنچائے گا اور دوسرا اچھے خاصے بنک بیلنس تک۔ میرے ذاتی اخراجات کے لئے بھی تو کچھ ہونا چاہئے۔ جب تک میں بازارِ حسن کا پچھلا قرض بے باق نہ کردوں گا بات نہیں بنے گی۔ ویسے میں کچھ اور بھی سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہو......؟"

"فینی ایڈہاور......!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل بسا۔ اپنی عمر کی حدود سے باہر نہ نکلا کرو۔"

"ابھی میری کوئی عمر ہی نہیں ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔"

"کسی طرح فینی ایڈہاور کو یہاں لاؤ۔"

"میں کچھ نہیں کرسکتا۔ میں کیا جانوں اُسے۔ میں نے تو اُسے کام پر آمادہ نہیں کیا تھا۔"

"اس کے باپ سے میرا نام لینا۔ وہ اسے تمہارے ساتھ کردے گا۔"

"اپنے کام سے کام رکھو بندر......!"

"وہ تو میں رکھوں گا مگر تم اس لڑکی کو ہاتھ بھی نہ لگا سکو گے۔"

"کیوں شامت آئی ہے تمہاری۔ میں فینی کو فون کرکے یہاں طلب کرنے جا رہا ہوں۔"

"کر کے دیکھو! کیا حشر ہوتا ہے تمہارا۔"

سنگ اسے گھورتا ہوا اٹھا اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "انکل سنگ بول رہا ہوں بے بی! کیا تم نورنگ چوراہے پر آسکتی ہو۔ ٹھیک! تو بیس منٹ کے اندر اندر پہنچ جاؤ۔ وہاں سے میرا آدمی تمہیں مجھ تک لائے گا اوکے۔" ریسیور رکھ کر وہ فنچ کی طرف مڑا۔ لیکن فنچ وہاں نظر نہ آیا۔

"کتے کا بچہ!" وہ بڑبڑایا اور بوتل سے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا تھا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسرے ہاتھ میں گلاس تھا۔ "ہاں...... میں ہی بول رہا ہوں۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "نہیں ابھی تک اس کا سراغ نہیں مل سکا۔ اس کا اسسٹنٹ بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہاں وہ ابھی میرے ہی پاس ہے...... تم فکر نہ کرو۔ یہ دیکھنا میرا کام ہے اور ہاں دیکھو مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں انچارج ہوں۔ شٹ اپ...... اپنے کام سے کام رکھو۔" اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ کر ایک گندی سی گالی دی تھی اور جلدی جلدی شراب کی چسکیاں لینے لگا تھا۔ فنچ واپس نہ آیا۔ آدھے گھنٹے تک وہ شراب سے شغل کرتا رہا تھا۔ پھر فینی ایڈہاور کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"آؤ...... آؤ......!" سنگ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہارے لئے تین سو سال پرانی پرتگالی شراب تہ خانے سے نکلوائی ہے۔"

"کیا تمہارا کام حسب مرضی نہیں ہوا۔"

"ہو گیا ہے...... بیٹھو...... تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو۔"

"کچھ بھی نہیں۔" بس جلد ہی واپس جانا ہے۔ وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتی

ہوئی بولی۔ ''کیا اب تم میرے باپ کا قصور معاف کر دو گے۔''

''گھبراہٹ میں تم اور زیادہ خوبصورت لگنے لگتی ہو۔''

''مسٹر سنگ پلیز...... میں بہت پریشان ہوں۔ اب پاپا سے مت الجھنا۔ وہ دل کے مریض ہیں۔''

''میں بھی سوچ رہا ہوں کہ مسٹر ایڈ ہاور کو تنہا چھوڑ دیا جائے۔''

''بہت بہت شکریہ۔''

''میں نے یہی کہنے کو بلایا ہے۔ اب تم صبح کو واپس جانا۔''

''کک...... کیا مطلب؟''

''مسٹر ایڈ ہاور کی آزادی کی قیمت......!''

''یہ ناممکن ہے۔'' وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

''تو پھر مسٹر ایڈ ہاور کو کل ہی خودکشی کرنی پڑے گی۔''

''مم...... مسٹر سنگ...... چھیں۔'' اُسے چھینک آئی تھی اور وہ دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ ادھر سنگ بھی چھینکنے لگا تھا۔ ٹھیک اسی وقت پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیئے تھے۔ فنچ دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا۔

''پولیس...... پولیس...... گھیرا ڈال رہی ہے۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

''پولیس...... آچھیں...... آنے دو...... آچھیں۔''

''بچاؤ...... بچاؤ...... آچھیں۔'' فینی چیخنے لگی تھی۔

قاسم پیٹ پیٹ چیخ رہا تھا۔ حمید اونگھ رہا تھا اور وہ موٹی عورت کبھی قاسم کو گھورنے لگتی

تھی اور کبھی حمید کو۔

''تمہارا پیٹ ہی نہیں بھرتا کسی صورت سے۔'' اس نے کہا۔

''تم چوپ رہو...... بڈھی کھوسٹ۔''

''پھر میں گالیاں دیتی ہوں تو بُرا مانتے ہو۔''

''ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا...... دیقر تو دیخو غالیاں۔''

''اُو خاموش رہو کم بختو...... مجھے سونے دو۔'' حمید دہاڑا تھا۔

''اے تو قیوں مرے جا رہے ہو۔ ارے یہ کیا...... ہائیں سنو۔''

حمید بھی چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔ لیکن دروازہ تو باہر سے مقفل تھا۔

''کیا بات ہے؟'' موٹی عورت نے قاسم سے پوچھا۔

''پولیس......!''

''ارے باپ رے۔''

''قیوں......؟ تمہارا دم قیوں نقل گیا۔''

''بہت مارتے ہیں حرامزادے۔''

''ان کے سامنے حرامجادہ نہ کہو۔'' قاسم نے حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''بُرا مان جائیں غے۔''

''یہ کیوں بُرا مان جائیں گے۔''

''کھد بھی حرامجادے ہیں۔'' قاسم کہہ کر کھی کھی کھی کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس دروازے پر ضربیں پڑنے لگی تھیں۔

''دروازہ کھولو۔ اندر کون ہے؟'' باہر سے آواز آئی۔

''ایک طوائف، ایک سرمایہ دار اور ایک پولیس والا۔'' حمید نے اندر سے ہانک لگائی۔ ''دروازہ باہر سے مقفل ہے۔''

پھر دروازہ ٹوٹنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ لیکن سارے چہرے حمید کے لئے اجنبی تھے۔

''چلو...... باہر نکلو۔''

"تمہارا انچارج کہاں ہے؟" حمید نے کانسٹیبل سے پوچھا۔ لیکن اُسے جواب نہ
تھا۔ وہ ایک بڑے کمرے میں لائے گئے جہاں انچارج کے ساتھ سارجنٹ رمیش بھی
تھا۔ حمید کو دیکھ کر اس کی طرف لپکا۔ انچارج بھی قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

"اور کون ہاتھ لگا ہے؟" حمید نے رمیش سے پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں۔"

"حالانکہ وہ دونوں یہیں تھے۔"

"ہاں ایک لیڈیز پرس ضرور ہاتھ لگا ہے۔" رمیش نے کہا۔

"اسے اپنے ہی قبضے میں رکھنا۔"

"اور یہ عورت......؟"

"یہ یہاں سرے سے تھی ہی نہیں۔ رپورٹ میں اس کا نام نہیں آئے گا۔"

کچھ دیر بعد وہ باہر آئے تھے۔ عورت حمید کی بلائیں لے کر بولی۔ "آپ پر قربان...
آپ نے جان بچائی۔ ورنہ وہ میری کھال اُتار دیتے۔"

"بس جاؤ......سب کچھ بھول جاؤ۔"

وہ چلی گئی تھی۔ قاسم حمید کو عجیب انداز میں دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً بولا۔ "اب قہوتو
آپ پر قربان ہو جاؤں۔ سالے ٹکر ٹکر دیکھتے رہے اور میرے پچھتر ہزار غائب ہو گئے۔"

"غائب کہاں ہو گئے۔ تمہارے معدے میں پہنچے اور گٹر میں بہہ گئے۔"

"اب اگر مرتے بھی ہو گے تو پلٹ کر نہیں دیکھوں غا۔"

پھر قاسم بھی چل دیا تھا اور صرف رمیش رہ گیا تھا۔

"آپ کی گاڑی تو ہوٹل ڈی فرانس سے منگوائی گئی تھی۔ دراصل غلطی میری ہی تھی
میں نے آپ کو آنکھوں سے اوجھل ہونے دیا۔ میرے ایک عزیز کی موت ہو گئی تھی۔"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن پے در پے کئی چھینکوں نے بات آگے نہ بڑھنے دی
پھر لمبی لمبی سانسیں لیتا ہوا بولا۔ "پتا نہیں ان کا سلسلہ کیسے ختم ہوگا۔"

"چھینکوں کا۔" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں......جیسے ہی ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے تھے ہم پر چھینکوں کا حملہ ہو گیا
تھا۔ غالباً کسی قسم کی گیس کے اثرات تھے وہاں اور یہ لیڈیز پرس بھی وہیں ملا تھا۔ ہاں تو حلقے
کے تھانے کے انچارج سے کسی نے فون پر اس عمارت کا پتہ بتاتے ہوئے کہا تھا کہ یہاں
ایک پولیس آفیسر قید ہے۔ آپ کا نام لیا تھا۔ میں نے پہلے ہی سارے تھانوں کو مطلع کر دیا
تھا کہ جیسے ہی آپ کا سراغ ملے مجھے آگاہ کر دیا جائے۔"

"بہت ایکٹو ہو رہے ہیں۔"

رمیش کچھ نہ بولا۔ حمید نے کہا۔ "ذرا مجھے تو دکھانا یہ پرس۔"

"پرس سے میک اپ کی اشیاء کے ساتھ ہی اعشاریہ دو پانچ کا پستول بھی برآمد ہوا
تھا۔ دو تین وزیٹنگ کارڈ تھے۔ جن پر فینی ایڈہاور کا نام اور پتہ موجود تھا۔"

"اچھا......!" حمید طویل سانس لیکر بولا۔ "اب بقیہ معاملات صبح کو دیکھے جائیں گے۔"

رمیش رخصت ہو گیا۔ وہ گھر آیا تھا۔ ملازموں سے معلوم ہوا کہ فریدی کی طرف سے
ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی۔

دوسری صبح وہ فینی کے پرس سمیت اس سفارت خانے کی طرف جا نکلا تھا جہاں اس کا
باپ سیکریٹری کے عہدے پر فائز تھا۔ اس کے دفتر سے معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے۔ گھر پر ہی مل
سکے گا۔ لہٰذا اس نے گھر کی راہ لی۔

ملازم اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اس کا کارڈ اندر لے گیا تھا۔ اس نے ملازم کو
یقین دلایا تھا کہ فینی اسے اچھی طرح جانتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آئی تھی اور حمید پر نظر
پڑتے ہی دروازے میں ٹھٹھک کر رہ گئی تھی۔

"تم......!" وہ ہکلائی۔ "یہاں کیوں آئے ہو۔ خدا کے لئے چلے جاؤ۔"

"تمہارا پرس تم تک پہنچانے جسے تم جلدی میں وہیں بھول آئی تھیں۔"

"یہاں سے چلے جاؤ۔ میں کہیں اور تم سے مل لوں گی۔"

"آخر کیوں؟ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ میری حکومت تمہارے باپ کو ناپسندیدہ شخص
قرار دے کر واپس بھی بھجوا سکتی ہے۔"

''آہستہ بولو'' وہ آگے بڑھ کر گھگھیائی۔ ''میرا باپ بیمار ہے۔ اگر اس کے کان اس کی بھنک بھی پڑ گئی تو اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔''

''تب تو پھر تم میرے ساتھ چلو...... کہیں اور بات کریں گے۔''

پل بھر کے لئے فینی کی آنکھوں میں تشویش کے سائے نظر آئے تھے۔ پھر وہ سر بولی تھی۔ ''اچھا تم چل کر اپنی گاڑی میں بیٹھو میں آ رہی ہوں۔''

''یہ ہوئی قاعدے کی بات۔'' حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

فینی نے دیر نہیں لگائی تھی۔ اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھتی ہوئی بو

''اب چلو...... جہاں چلتے ہو۔''

''کسی کھلے میدان میں۔''

''میں بھی یہی مشورہ دوں گی۔''

''پبلک پارک......!''

''یہی مناسب ہے۔''

''گفتگو شروع کر دوں یا وہیں چل کر۔''

''جیسے دل چاہے۔'' وہ بیزاری سے بولی۔

''تمہیں علم ہو گیا ہو گا کہ میں ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہوں۔''

''ہاں تمہارا کارڈ دیکھ کر علم ہو گیا ہے۔''

''تمہارے پرس میں ایک پستول بھی موجود ہے۔''

''میری ملکیت نہیں ہے۔ مجھے پھنسانے کے لئے کسی نے رکھ دیا ہو گا۔''

''عدالت اسے تسلیم نہیں کرے گی۔''

''کیا تم اتنے بے درد ہو کہ اس معاملے کو عدالت تک لے جاؤ گے۔''

''ہمیں رحم کرنے کی تنخواہ نہیں ملتی۔''

''میرا باپ بہت بیمار ہے۔ کچھ تو خیال کرو۔''

''تم پچھلی رات وہاں کیوں گئی تھیں؟''

''بلوائی گئی تھی۔'' اس نے تنفر آمیز لہجے میں کہا۔

''اس کی تنخواہ دار ہو۔''

''ہرگز نہیں۔'' فینی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تم بلیک میل ہو رہی ہو یا تمہارا باپ ہو رہا ہے۔''

''تو تم جانتے ہو۔'' وہ مردہ سی آواز میں بولی۔

''صرف اس حد تک کہ اس آدمی کا طریق کار بلیک میلنگ ہے۔''

''وہ میرے باپ کو بلیک میل کر کے مجھ سے کام لے رہا ہے۔ لیکن پچھلی رات جس کام کے لئے بلایا تھا اس پر میں آمادہ نہیں ہوئی تھی۔ بحث ہو رہی تھی کہ پولیس نے چھاپہ مارا اور ہم تینوں وہاں سے نکل گئے۔''

''اب وہ دونوں کہاں ہوں گے۔''

''خدا جانے...... میں سڑک پر نکل آئی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ دونوں کہاں گئے۔''

''لائم جوس میں تم نے ہی بیہوشی کی دوا ملائی تھی۔''

''ہاں...... مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم جو مشروب بھی استعمال کرو اس میں غشی کی دوا ڈال دوں۔''

''خاصی صفائی ہے تمہارے ہاتھ میں۔ مجھے علم ہی نہ ہو سکا۔''

''اب بتاؤ کیا ہو گا۔ میرے باپ پر رحم کرو۔ اگر وہ ناپسندیدہ شخصیت قرار دے دیا گیا تو مر جائے گا۔''

''صرف ایک صورت میں ہے۔''

''بتاؤ...... مجھے کیا کرنا ہو گا۔''

''ان دونوں کا ٹھکانہ معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔''

''میں تیار ہوں۔''

''اگر وہ دونوں نہ پکڑے گئے تو تمہاری مٹی پلید ہو جائے گی۔''

''میں سمجھتی ہوں۔ وہ لمبا آدمی بے حد سؤر معلوم ہوتا ہے۔''

''تمہارے تصور سے بھی کہیں زیادہ۔'' فینی کچھ نہ بولی۔

''اب بتاؤ وہ پستول کس کا ہے؟''

''میرا ہی ہے۔ جب سے ان لوگوں سے سابقہ پڑا ہے رکھنے لگی ہوں۔''

''ٹھیک ہے......اب پبلک پارک جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ واپس چلو۔''

''نہیں......میں کچھ دیر باہر رہنا چاہتی ہوں۔''

''تمہاری مرضی۔''

''آخر وہ لوگ کون ہیں؟ اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔ لمبا آدمی چینی معلوم ہوتا ہے اور چھوٹا آدمی لہجے سے امریکن لگتا ہے۔''

''دونوں اپنی اپنی حکومتوں کے مجرم ہیں۔''

''چھوٹا آدمی اتنا بُرا نہیں معلوم ہوتا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید فنچ ہی نے تھانے کے انچارج کو فون کیا تھا غالباً اس لڑکی کو سنگ کے دست بُرد سے بچانا چاہتا تھا۔

''تو اب میں تمہیں کہاں لے چلوں۔'' حمید نے پوچھا۔

''جہاں دل چاہے۔''

''میرا خیال ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔'' حمید نے عقب نما آئینے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ زرد رنگ کی گاڑی شروع ہی سے پیچھے لگی ہوئی ہے۔''

''اگر یہ بات ہے تو پھر گھر ہی چلو......میں کسی قسم کا خطرہ مول لینے پر تیار نہیں۔''

''بہت اچھا......!''

پھر وہ گاڑی موڑ ہی رہا تھا کہ ایک ٹرک نے راستہ روک لیا اور ایک زرد رنگ کی کار ٹھیک اس کی گاڑی کے پیچھے رکی تھی۔ اس پر سے ایک آدمی اُتر کر حمید کی گاڑی کی طرف آیا اور پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر بڑی بے تکلفی سے بیٹھتا ہوا بولا۔ ''میرا ریوالور بے آواز ہے آفیسر۔ ٹھیک......اب گاڑی موڑو اور چپ چاپ چلتے رہو۔''

''اور اگر میں انکار کردوں تو۔''

''تم بھی مرجاؤ گے اور میں بھی مرجاؤں گا۔''

ٹرک سامنے سے ہٹ چکا تھا۔ حمید نے گاڑی موڑ دی اور پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔ ''لڑکی تمہارا باپ مر چکا ہے۔ لہٰذا اب گھر جانے سے کیا فائدہ۔''

''نن......نہیں......!'' وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''تم اول درجے کے گدھے معلوم ہوتے ہو۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''وہ کیوں مسٹر عقل مند۔''

''یہ اطلاع اتنی بے دردی سے نہ دینی چاہئے تھی۔''

''مجھے روتی ہوئی عورتیں اچھی لگتی ہیں۔'' اس نے ہنس کر کہا پھر بولا۔ ''اگلے چوراہے سے بائیں جانب موڑ دینا۔''

''تم خود کو موت کے منہ میں لے جا رہے ہو۔''

''تم بھی ساتھ رہو گے اس لئے پرواہ نہیں۔''

فینی برابر روئے جا رہی تھی۔ حمید جانتا تھا کہ اگلے چوراہے سے مڑنے کے بعد گاڑی کا رخ ویرانے ہی کی طرف ہوگا۔ وہ تن بہ تقدیر ہو کر چلتا رہا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی اب خاموش تھا۔ گاڑی تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ تنہا آ کر اس نے غلطی کی ہے۔ خیر......اب کیا کرنا چاہئے۔

''کیا ہماری قبریں پہلے سے تیار کر لی گئی ہیں۔'' حمید نے اونچی آواز میں پوچھا۔

''ارے نہیں آفیسر......تم ابھی بہت جیو گے۔ تم دونوں قتل کر دینے کے لئے نہیں لے جائے جا رہے۔ صرف ہمیں اپنی میزبانی کا شرف بخشو گے۔''

''تم ہو کون......؟''

''اب اتنے بھی انجان نہ بنو۔ ہمارے باس سے تمہاری شناسائی نئی نہیں ہے۔''

''سنگ ہی۔''

''ہاں کیپٹن......!''

حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔ گاڑی کچھ دیر بعد ویرانے میں داخل ہو رہی تھی۔ اسے ایک کچے راستے پر موڑنے کو کہا گیا تھا۔ حمید خاموشی سے تعمیل کرتا رہا۔

"بس اب روک دو......اور گاڑی سے اُتر جاؤ۔"

"یہ کس خوشی میں۔"

"چلو......جلدی کرو۔"

حمید نے مڑ کر دیکھا۔ ریوالور کی نال اس کی کھوپڑی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

چپ چاپ گاڑی سے اُتر جانا پڑا۔ وہ آدمی اسٹیئرنگ کے سامنے آ بیٹھا تھا۔ حمید کھڑا دیکھتا رہا۔ گاڑی تیزی سے بیک ہوئی تھی اور اگلی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر نظر سے اوجھل ہوگئی تھی۔

جنگل میں دونوں تنہا کھڑے ایک دوسرے کی شکل دیکھے جا رہے تھے۔

شیر آیا شیر

"آپ دونوں کی تشریف آوری کا بہت بہت شکریہ۔" دفعتاً عقب سے آواز آئی۔ وہ چونک کر مڑے تھے اور سنگ سامنے کھڑا دکھائی دیا۔ اس کے دائیں بائیں دو آدمی اور بھی تھے جنہوں نے اسٹین گنیں سنبھال رکھی تھیں۔

"مجھے یقین تھا کہ آپ فینی کے گھر تشریف لے جائیں گے کپتان صاحب۔" سنگ طنزیہ لہجے میں بولا۔

"اچھا تو پھر......؟"

"آپ بدستور میرے مہمان رہیں گے۔"

"تمہارے آدمیوں نے اطلاع دی تھی کہ فینی کا باپ مر گیا ہے۔"

"یہ درست ہے۔"

"لہٰذا یہ واپس جائے گی۔"

"ہرگز نہیں کپتان صاحب۔ تنہائی میں آپ بور ہوں گے اگر یہ چلی گئی۔ دن بھر آپ کے ساتھ رہا کرے گی اور راتیں میرے ساتھ گزارے گی۔"

"تم جو کچھ مجھ سے معلوم کرنا چاہتے ہو میرے علم میں نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں اور تم صرف دل بہلانے کی چیز ہو۔ اس سے زیادہ تمہاری اہمیت نہیں ہے میری نظروں میں۔ چلو دائیں جانب مڑ جاؤ۔ تمہاری گاڑی خیریت سے گھر پہنچ جائے گی۔"

حمید دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دائیں جانب مڑ گیا تھا اور ایک اسٹین گن اس کی کمر سے آ لگی تھی۔ فینی اس کے پیچھے چل رہی تھی اور اس نے پھر رونا شروع کر دیا تھا۔ حمید چلتا رہا تھا۔ سنگ کی آواز پھر نہیں سنائی دی تھی۔ پگڈنڈی کی دونوں اطراف اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں۔ اگر اسٹین گن کمر سے نہ لگی ہوتی تو حمید کچھ کر گزرنے کی سوچتا۔ وہ ایک پتھروں اور لکڑی کے تختوں سے بنی ہوئی عمارت کے سامنے لائے گئے تھے اور سنگ کی آواز سنائی دی تھی۔

"جب تک یہ روتی رہے اسے اپنے ہی پاس رکھنا۔ پھر میک اپ وغیرہ کر کے میرے پاس بھجوا دینا۔"

"اس بار تم میرے ہاتھوں سے زندہ نہیں بچو گے۔" حمید دانت پیس کر بولا۔

سنگ ہنستا ہوا عمارت کی دوسری طرف چلا گیا تھا۔

انہیں اندر لا کر ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔

"تم کیسے بزدل آفیسر ہو۔" فینی سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"اسٹین گنیں لکڑی کی نہیں تھیں۔"

"کیا وہ اتنا ہی زبردست ہے کہ پولیس آفیسروں کو پکڑ ڈالے۔"

"محض اتفاق ہے۔"

"تو کیا تم مجھے اس کے پاس بھجوا دو گے۔"

"میری زندگی میں تو ممکن نہیں۔"

اس کی سسکیاں اور ہچکیاں بدستور جاری رہیں۔ حمید الجھن میں پڑ گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں

آرہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ فریدی نے یقینی طور پر رام گڑھ ہی کی راہ لی ہوگی۔ تھوڑی
بعد ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دی اور وہ چونک پڑا۔ اوپر روشندان میں ایک چہرہ نظر آیا تھا۔
کا چہرہ۔ وہ ہاتھ کے اشاروں سے اُسے تسلیاں دے رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی
کرنے پر پوری طرح آمادہ ہو۔ حمید نے سر کو جنبش دی تھی اور فینی کی طرف دیکھنے لگا
زانوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔

فنچ کا چہرہ غائب ہوگیا۔ حمید فینی کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا تھا۔

"فکر نہ کرو۔ ہم جلدی ہی نکل جانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔"

"ناممکن! اب تو مجھے رہائی کی صورت نہیں نظر آتی۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"اس آسمان کے نیچے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔"

"اوہ...... کیا فرق پڑتا ہے۔ اب رہائی کی خواہش بھی نہیں ہے۔ کہاں جاؤں گی۔ کس
کے لئے جاؤں گی۔"

"تمہارے دوسرے اعزہ......!"

"باپ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ماں بچپن ہی میں مرگئی تھی۔"

"پھر بھی...... سفارت خانے کو تمہارے لئے تشویش ہوگی۔"

"ہوا کرے...... میں نے کہہ دیا نا کہ میں اب واپس نہیں جانا چاہتی۔" وہ جھنجھلا کر بولی
"میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے اس آدمی کو فنا کردوں جس کی وجہ سے میرا باپ مرا ہے۔"

"اس کے ساتھ رہ کر تم اُسے فنا نہیں کرسکو گی۔"

"بحث مت کرو۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔"

حمید خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

وقت بڑی سست روی سے گزر رہا تھا اور وہ قید تھا۔ ایک روتی بسورتی ہوئی سی لڑکی۔
ساتھ۔ دفعتاً اس کی نظر لڑکی کے ہاتھ پر پڑی۔

"یہ...... یہ انگشتری...... کچھ دیر پہلے تو نہیں تھی تمہارے ہاتھ میں۔" اس نے بوکھلا
ہوئے انداز میں کہا۔

"وہ اُدھر اس گوشے میں پڑی ہوئی تھی۔ یاقوت کا نگینہ ہے۔ میری انگلی میں فٹ آئی ہے۔"

"فوراً اتار دو...... اگر تم نے یہاں پڑی پائی ہے۔"

"کک...... کیوں اُتار دوں۔"

"اب تک نصف درجن سے زائد لوگ مرچکے ہیں ان انگشتریوں کے چکر میں۔ تم نے
گڑھ میں مرنے والے چار آدمیوں کے بارے میں سنا ہوگا۔"

"اوہ...... ہاں...... جن کے الیکٹرک شاک لگا تھا۔"

"لیکن ان کے آس پاس الیکٹرک کا نام ونشان تک نہیں تھا۔"

"ہاں...... میں نے یہ کہانی اخبارات میں پڑھی تھی۔"

"ان کے ہاتھوں میں ایسی یاقوت کے نگینوں والی انگشتریاں تھیں۔ دراصل یہی نگینہ
برقی رو میں تبدیل ہوجاتا ہے۔"

"کیوں ڈرا رہے ہو مجھے۔"

"میں تمہاری موت کا صدمہ برداشت نہیں کرسکوں گا۔ البتہ اس انگوٹھی سے ایک بہتر
کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ لاؤ اتارو...... مجھے دو۔"

فینی خوفزدہ نظر آنے لگی تھی۔ اس نے انگوٹھی اتار کر حمید کی طرف بڑھا دی۔ اس نے
اس کا دھات والا حصہ موڑ توڑ کر اُسے قفل کے سوراخ میں پھنسا دیا تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے۔"

"دروازے کا قفل برقی رو کے ذریعے توڑنے کا تجربہ کررہا ہوں۔"

"تم مجھے شروع ہی سے عجیب لگ رہے ہو۔ اب شاید پاگل پن کا بھی دورہ پڑا ہے تم پر۔"

"یہ انگشتری تمہیں قتل کرنے کے لئے یہاں ڈالی گئی تھی لیکن اب یہی ہماری رہائی کا
ذریعہ بننے والی ہے۔ بس تم دیکھنا۔"

"میرا سر چکرا رہا ہے۔"

"تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جاؤ۔ سونا چاہو تو سو بھی سکتی ہو۔ میں ڈیوٹی پر ہوں اس
سے مجھ سے کوئی بے ضابطہ حرکت سرزد نہ ہوگی۔ تم مطمئن رہو۔"

''فضول باتیں نہ کرو۔ آخر وہ مجھے قتل کیوں کرنے لگے؟''

''محض مجھے خوفزدہ کرنے کے لئے تاکہ میں ان کے راستے سے ہٹ جاؤں۔''

''تو وہ تمہیں صرف راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ آخر تم میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں۔''

''میں خود ہی سرخاب ہوں۔''

''تم سچ مچ پاگل معلوم ہوتے ہو۔ مجھ سے دور ہٹ کر بیٹھو۔''

''شاید ایک خبر اور بھی تمہاری نظروں سے گزری ہو۔''

''کون سی خبر......!''

''یہی کہ کسی ملک نے اعلان کئے بغیر چپ چاپ ایک مصنوعی سیارہ خلاء میں پہنچایا ہے۔ جو زمین کے گرد گردش کر رہا ہے۔''

''یہ خبر بھی میرے لئے نئی نہیں ہے۔''

''یہ انگوٹھیاں اسی سیارے کے توسط سے چارج ہو جاتی ہیں۔''

''ناقابل یقین......بعید از فہم۔''

''کچھ دنوں پہلے چاند پر پہنچنا بھی بعید از فہم تھا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ حمید کہتا رہا۔ ''بعض اوقات یہ نامعلوم سیارہ دوسرے سیاروں کے آلات پیغام رسانی کو بھی معطل کر دیتا ہے۔''

''آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔''

''یہی کہ اگر کہیں کوئی ایسی انگوٹھی دکھائی دے تو اُسے ہاتھ بھی نہ لگانا۔''

''یہ خطرہ تو سبھی کیلئے موجود ہے۔ تم نے اُسے مشتہر کیوں نہیں کرایا۔ تمہارا فرض تھا۔''

''بعض اوقات ہمیں راز داری سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔''

''انگوٹھی تم نے اُتروا دی۔ اب مجھے چین لینے دو۔ کچھ دیر تمہاری آواز نہیں سننا چاہتی۔''

''بہت بہتر اب نہیں بولوں گا۔''

''شکریہ۔'' اس نے کہا اور کرسی پر نیم دراز ہوگئی۔ لیکن اس کی آنکھیں انگشتری ہی کی

رنی لگی ہوئی تھیں اور حمید دونوں ہی سے لاتعلق نظر آنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فینی بولی۔ ''آخر یہ شخص تمہارے ہی پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔ شہر میں اور بھی پولیس آفیسر ہوں گے۔''

''بس اسی لئے سمجھ لو کہ ضرور وہ سرخاب ہی کے پر ہیں جو مجھ میں لگے ہوئے ہیں۔''

''کیا تم نے کبھی اسے زک دی تھی۔''

''کئی بار۔''

''اسی لئے تمہارے پیچھے پڑ گیا ہے۔''

حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی تھی۔ اس وقت وہ سچ مچ ہالی وڈ کا کوئی ہیرو ل رہا تھا۔ بے پرواہ اور مطمئن۔

''یا پھر تم بھی اسی کے آدمی ہو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''حالات کے تحت۔ میں تم پر اعتماد کرنے لگوں اور پھر اسی مردود چینی کے ہتھے چڑھ جاؤں۔''

''وہ اب تمہیں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ خواہ اس کے ہاتھ لگ سکو یا نہیں۔''

''میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔''

''تو پھر بس تم مجھ پر اعتماد کرلو۔ میں حتی الامکان تمہیں نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔''

اچانک انگشتری کے نگینے میں تیز قسم کی چمک پیدا ہوئی تھی۔ پھر تڑاخا ہوا تھا اور ہوا کے ریلے سے دروازہ کھل گیا۔ باہر شاید تیز ہوا چل رہی تھی۔

دونوں بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور متحیرانہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر حمید چونک کر بولا۔ ''چلو نکلو یہاں سے۔ کھڑی کیوں ہو۔'' اس نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور کھینچتا ہوا باہر نکال لایا۔ لیکن عجیب بات تھی کہ کوئی مزاحمت کرنے کے لئے موجود نہیں تھا۔ کہیں بھی کوئی آدمی نہ دکھائی دیا۔ پوری عمارت خالی تھی۔ صدر دروازے کے قریب ایک چھوٹا سا کارڈ پڑا نظر آیا۔ حمید نے جھک کر اسے اٹھایا تھا۔ کارڈ پر چند جملے تحریر تھے۔

''حراساں نہ ہونا......اس وقت پوری دنیا خطرے میں ہے۔''

اگر تم دونوں نے ہمت ہار دی تو کچھ بھی نہ ہو سکے گا...... میں حتی الامکان یہی کوشش کرتا رہوں گا۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہو۔

فنج......!''

حمید نے کارڈ کے پرزے پرزے کرکے سگریٹ لائیٹر سے جلا دیا۔ لیکن سوال تو یہ کہ اب یہاں سے واپسی کس طرح ہوگی۔ لیکن جلد ہی ان کی مایوسی رفع ہوگئی۔ عمارت میں ایک جگہ ایک سائیکل کھڑی نظر آ گئی تھی۔ حمید اسے باہر نکال لایا تھا۔

''بیٹھو آگے......!'' اس نے فینی سے کہا۔

''تھک کر چور ہو جاؤ گے۔''

''تم فکر نہ کرو...... یہاں اس جنگل میں پڑے رہنے سے تو یہی بہتر ہوگا کہ کسی صا[ف] ستھری سڑک پر گر کر جان دے دوں۔''

''جیسے تمہاری مرضی۔'' فینی نے کہہ کر ٹھنڈی سانس لی تھی۔

❖

رام گڑھ کا چپہ چپہ فریدی کا دیکھا ہوا تھا۔ وہ اندھیرے میں بھاگتا رہا۔ جب سے یہاں آیا تھا ہر وقت مسلح رہتا تھا اور ایک چھوٹی سی زیادہ قوت والی ٹارچ جیب میں پڑی رہتی تھی۔ نہایت آسانی سے وہ ایک بار پھر وہیں جا پہنچا تھا جہاں کچھ دیر پہلے مداخلت کارو[ں] سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ یہاں اب سناٹا تھا۔ پتا نہیں ان بیچارے شکاریوں پر کیا گزری ہو[گی]۔ ا[س] کا سامان بھی تو ہوٹل ہی میں رہ گیا تھا۔ لیکن سامان میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جس کی بناء پر اس کی اصل شخصیت کسی کے سامنے آ سکتی۔

بڑی دیر تک پہاڑوں میں بھٹکتا رہا تھا۔ پھر اُسے کسی ایسے غار کی تلاش ہوئی تھی جہا[ں]

رات گزار سکتا۔ اب ہوٹل واپس جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک غار کے دہانے کے قریب کھڑا تھا۔ لیکن جیسے ہی اندر قدم رکھا سڑتے ہوئے گوشت کی بدبو سے دماغ چکرا گیا۔ جلدی سے ٹارچ روشن کرلی اور پھر سچ مچ اس کے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ اس کے سامنے بہت سی لاشیں پڑی سڑ رہی ہیں۔ ان کے جسموں پر سرحدوں کے محافظوں کی وردیاں تھیں۔ ہر ایک کی انگلی میں بغیر نگینے کی ایک ایک انگوٹھی بھی تھی۔ وہ غار سے باہر آ گیا۔ معدہ حلق میں اُمنڈا آ رہا تھا۔ باہر آتے ہی اسے بڑی سی قے ہوئی تھی اور وہ تیزی سے ایک طرف چل پڑا تھا۔ ایک بڑی سی مسطح چٹان تلاش کی جس پر برف نہیں جمی ہوئی تھی اور کھلے آسمان کے نیچے لیٹ گیا۔ تو یہ ہوا تھا یہاں جس کی بناء پر اسے ممنوعہ علاقہ بنا دیا گیا تھا۔ ابھی حال ہی میں ادھر رینجرز کا ایک دستہ تعینات کیا گیا تھا۔ نئے انتظامات کے تحت حکومت نے اسمگلنگ کو روکنے کا تہیہ کرلیا تھا اور ان تمام جگہوں پر محافظ لگا دیئے گئے تھے۔ جہاں سے اسمگلر ملک کی حدود میں داخل ہوا کرتے تھے۔ یہ پوائنٹ بھی اسمگلنگ کے لئے مشہور تھا۔ بہرحال ان رینجرز کو ٹھکانے لگا دینے کے بعد شاید انہوں نے ان کی جگہ پر اپنے آدمی مقرر کر دیئے تھے جو یقینی طور پر رینجرز ہی کی وردیوں میں ہوں گے۔ مردہ رینجرز انگوٹھیوں کے شکار ہوئے تھے۔ انہیں کہیں نہ کہیں ایک تھیلی پڑی ملی ہوگی جس میں یاقوت کی انگوٹھیاں رہی ہوں گی۔ انہوں نے ان کو کسی اسمگلر کا مال سمجھ کر آپس میں تقسیم کرلیا ہوگا اور پھر بغیر کسی جدوجہد کے مر گئے ہوں گے۔

فریدی کھلے میں لیٹا ضرور تھا لیکن اسی جگہ سو جانے کا ارادہ ہرگز نہیں تھا۔ کوئی دوسرا غار تلاش کرنا چاہیئے۔ اس نے سوچا اور اٹھ بیٹھا۔ تھوڑی دیر تک بھٹکتے رہنے کے بعد ایک چھوٹا سا غار مل گیا تھا اور اس نے رات وہیں بسر کی۔ صبح اٹھ کر پھر اس نے آبادی کا رخ کیا۔ دوسرا سامان خریدا اور دوسرے ہوٹل میں جا مقیم ہوا۔ یہاں کا قیام عارضی ہی تھا۔ یہاں اس نے دوسرا میک اپ کیا اور تیسرے ہوٹل کی راہ لی۔ ویسے یہاں کا کمرہ بھی انگیج ہی رکھنا چاہتا تھا۔ کچھ باوردی لوگ اب بھی اسے رام گڑھ میں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے اور یہ سو فیصد نقلی رینجرز تھے۔ وہ چاہتا تو انہیں اسی وقت قانون کے حوالے کرسکتا تھا۔ لیکن اس

طرح بڑی دشواری پیدا ہوسکتی تھی۔ وہ ہوشیار ہوجاتے اور زندگی بھران کی تلاش جاری رہتی۔
کام کے لئے اس نے رات ہی کا وقت مناسب سمجھا تھا۔ اب اُسے شدت سے حمید کی
ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ لہٰذا اس نے ٹیلی فون آفس سے حمید کو کال کیا تھا۔ حمید نے مختصراً
وہ سب کچھ کہہ سنائی جو اس پر گزری تھی۔

''تو کیا اب بھی لڑکی تمہارے ساتھ ہے۔''

''جی ہاں۔''

''اچھی بات ہے تو اس سمیت ہی چلے آؤ۔ لیکن لڑکی کو میک اپ میں ہونا چاہئے۔
ورنہ پکڑے گئے تو کسی طرح بھی جوابدہی سے نہ بچ سکو گے۔ معاملہ ایک سفارت خانے کا ہے۔''

''کہاں قیام کروں گا؟''

''ریالٹو میں ایک کمرہ بک کرادوں گا مسٹر اور مسز ساجد کے لئے۔''

''اور اگر وہ مسز بننے پر آمادہ نہ ہوئی تو......؟''

''اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے تحفظ کے خیال سے ایک ہی کمرہ لیا گیا ہے
بس اتنا ہی کہہ دینا۔''

''آپ بہت مہربان آفیسر ہیں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔''

''تم خود بھی میک اپ میں ہوگے...... میں تم سے مل لوں گا۔''

''بہت بہتر جناب عالی۔''

کہیں پر کوئی ایسی جگہ بنالینا جس سے کسی خلائی کاروبار کو کنٹرول کیا جاسکے۔ دو چار
دن کی بات نہیں تھی۔ ان لوگوں نے بہت دنوں پہلے اس جگہ پر قبضہ کیا تھا اور جب انہوں
نے محسوس کیا کہ اس جگہ دیکھ بھال بھی شروع ہونے والی ہے تو وہ درندگی پر اُتر آئے اور
رینجرز کے پورے دستے کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر اس کی جگہ خود ان کے آدمیوں نے
لے لی۔ اسی دوران میں انہیں نانوتہ اور ریما کی رہائی کی بھی فکر پڑ گئی۔ اس کا یہی مطلب تھا
کہ وہ بہت جلد بقیہ دنیا کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اب سوال یہ تھا کیا وہ تنہا اس کام کو نپٹا سکے گا۔ محکمے کے علم میں اس وقت لاسکتا جب

کوئی واضح اور ٹھوس قسم کا ثبوت مل جاتا۔ رینجرز کی لاشوں کی کہانی ہیجان برپا کرتی اور وہ
لوگ پوری طرح ہوشیار ہوجاتے پھر جو کچھ بھی ہوتا اس کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہوتا۔ لہٰذا
اس اسٹیج پر یہی مناسب تھا کہ وہ بلیک فورس سے کام لیتا۔

رات ہوئی اور وہ پھر اس علاقہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ آج مطلع ابر آلود تھا۔ گہری
تاریکی پہاڑوں پر مسلط تھی۔ فریدی اپنے جانے پہچانے ہوئے راستوں پر بآسانی چلتا ہوا
اس غار تک آپہنچا جہاں پچھلی رات گزاری تھی۔

ان لوگوں کے بیان کے مطابق اگر وہ سچ مچ ممنوعہ علاقہ تھا تو کبھی تو کوئی محافظ وہاں
دکھائی دیا ہوتا۔ ویسے جن لوگوں سے پچھلی رات ٹکراؤ ہوا تھا بہت ہی بااثر قسم کے لوگ معلوم
ہوتے تھے کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس ہوٹل تک جاپہنچے تھے جہاں ان کا قیام تھا۔ ہوسکتا
ہے کچھ شکاریوں کو بھی انہوں نے شریک کار بنالیا ہو۔ ورنہ اتنی جلدی ہوٹل کی نشاندہی ناممکن
تھی۔ کسی شکاری ہی نے فریدی کے ساتھیوں کو پہچان کر قیام گاہ کی نشاندہی کردی ہوگی۔

دفعتاً ہیلی کوپٹر کی آواز سے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ آواز دور ہی کی تھی لیکن آہستہ
آہستہ قریب ہوتی جارہی تھی۔ پھر قریب قریب اس کے سر ہی پر سے ہوتا ہوا مغرب کی
طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسی سمت آگے بڑھ کر تو اُسے بھی چھان بین کرنی تھی۔

بادل متحرک تھے اس لئے تھوڑی تھوڑی دیر بعد تاروں کی چھاؤں پھیل جاتی تھی۔ ایسے
میں کسی بلند جگہ سے اس کا متحرک ہیولیٰ دیکھا جاسکتا تھا۔ لہٰذا وہ چٹانوں کی اوٹ لے کر
بہت احتیاط سے آگے بڑھتا رہا۔ اچانک بائیں جانب سے کسی عورت کی چیخ سنائی دی وہ
جہاں تھا وہیں رک گیا۔

''بچاؤ...... بچاؤ......!'' آواز پھر آئی۔ وہ تیزی سے آواز کی سمت پلٹا تھا۔ آواز پھر
آئی۔ اندازے کے مطابق بائیں جانب کی نشیب سے آئی تھی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔
ڈھلان خطرناک تھی۔ اس لئے فی الفور رک جانا پڑا تھا۔ ویسے اب وہ آوازیں سن سکتا تھا۔
کوئی مرد کہہ رہا تھا ''تھوڑا اور زور لگاؤ۔''

جملہ انگلش میں ادا کیا گیا تھا۔ لیکن عورت اردو میں چیخی تھی۔ ''بچاؤ...... بچاؤ۔''

فریدی نے طویل سانس لی اور آوازوں کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ داہنی
جانب پیر جمانے کی جگہ مل گئی تھی اور اب وہ ہاتھوں سے ٹٹولتا ہوا سینے کے بل نشیب پر
رینگ رہا تھا۔ آوازیں قریب ہوتی جارہی تھیں۔ عورت کھنکتی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہہ رہی
تھی۔ ''بڑی واہیات ڈیوٹی میرے سپرد کی گئی ہے۔'' اس بار وہ انگلش ہی میں بولی تھی اور لہجہ
غیر ملکیوں کا سا تھا۔

''پھر چیخو......!'' مرد نے کہا۔

''حلق میں خراشیں پڑ گئی ہیں...... ذرا دم لینے دو۔''

اب فریدی ان کی پشت والی چٹان کے پیچھے تھا۔ عورت پھر بولی۔ ''آخر وہ کیسا آدمی
ہے جس کے لئے اس قسم کے جال بچھائے جارہے ہیں۔''

''بے حد خطرناک آدمی ہے۔ بھیڑیا ہی سمجھ لو۔''

''آخر اس سے کس قسم کا خطرہ ہے۔''

''کئی بار اسکے ہاتھوں ہمیں چوٹ ہو چکی ہے۔ ہم جب بھی دنیا کے اس حصے میں کچھ
کرنا چاہتے ہیں اُسے کسی نہ کسی طرح علم ہو جاتا ہے اور ہمیں ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔''

''تو کیا اُسے علم ہو گیا ہے؟''

''شاید ہو گیا ہے...... حالانکہ اسے الجھائے رکھنے کیلئے اُسی کے شہر میں کچھ محیر العقول
وارداتیں کرادی تھیں۔''

''شاید یہی غلطی ہوئی ہے تم سے۔'' عورت بولی۔ ''اُسے چھیڑنے کی ضرورت ہی نہیں
تھی۔ خاموشی سے سب کام کرتے رہتے۔''

''اس حرامزادے چینی کے ذہن میں جو کچھ بھی بیٹھ جائے۔ یہ اسی کی اسکیم تھی۔ تمہیں
شاید نہ معلوم ہو کہ ہماری تنظیم کی دو بڑی عورتیں اس ملک میں قید ہیں۔''

''مجھے علم ہے۔ صرف اتنا جانتی ہوں کہ انہیں رہائی دلانے سے قبل کسی اور کو رہائی
دلائی گئی ہے۔ وہ انہیں مختلف جیلوں میں تلاش کرے گا۔''

''ہاں اور یہ بھی اسی کی اسکیم ہے۔ اوہ...... ختم کرو...... چیخو...... جلدی سے۔''

''کہاں تک چیخوں۔'' اس نے کہا اور پھر چیخنا شروع کر دیا۔

جب فریدی کو یقین ہو گیا کہ آس پاس ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے تو اس
نے اس سائے پر چھلانگ لگادی جو نسبتاً دوسرے سے قدآور تھا۔ پھر اس کے سنبھلنے سے قبل
ہی اس کا ہاتھ اس کی داہنی کنپٹی پر پڑا تھا اور وہ زمین پر گر کر بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

اب عورت سچ مچ مدد کے لئے چیخ رہی تھی۔

''شیر آیا شیر......!'' فریدی نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ ''کون توجہ دے گا......
تمہاری چیخوں پر۔'' پھر اس نے جھپٹ کر اُسے پکڑا تھا اور کاندھے پر لاد لیا تھا۔ ایک ہاتھ
اس کے منہ پر جم گیا۔ وہ بے حس و حرکت ہو گئی تھی۔

فریدی بڑی تیزی سے اس غار کی طرف جارہا تھا جہاں سے اس کی روانگی ہوئی تھی۔
عورت دم سادھے اس کے کاندھے پر پڑی رہی اور غار میں پہنچ کر جب اس نے اسے
کاندھے سے اتارا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ فریدی کو اس پر حیرت ہوئی تھی۔ لیکن فوری طور
پر جواب طلب کرنے کی بجائے موم بتی روشن کرنے لگا تھا۔

عورت زیادہ سے زیادہ پچیس چھبیس سال کی رہی ہو گی۔ سیاہ بالوں اور سیاہ آنکھوں
والی ایک دلکش عورت تھی۔ خدوخال نازک تھے۔

''میرے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے۔'' اس نے فریدی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس جملہ کی وضاحت کرو تو زیادہ بہتر ہو گا۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ تم سے قریب ہونا چاہتی تھی۔ تمہارے بارے میں بہت
دنوں سے سنتی چلی آرہی ہوں۔ تم کرنل فریدی ہی ہو نا۔''

''تم غلط نہیں سمجھیں۔ اردو اہل زبان کی طرح بول سکتی ہو۔ کس ملک سے تعلق ہے تمہارا۔''

''ڈنمارک میرا وطن ہے۔ میں نے اردو میں اسپشلائز کیا ہے۔ بہرحال میں نے ہی
اس وقت اُسے یہ تدبیر سجھائی تھی کہ میں ''مدد'' کے لئے چیخوں گی۔ اگر تم ان اطراف میں
موجود ہو گے تو ضرور ہماری طرف آؤ گے۔ میری اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا۔ لیکن
یقیناً میں جانتی تھی کہ کیا ہو گا۔ تم اتنے احمق تو نہیں ہو سکتے کہ اصلیت معلوم کئے بغیر جھپٹ

پڑو۔ اسی لئے میں اسے باتوں میں الجھا لیتی تھی کہ تمہیں اصلیت کا علم ہو جائے اور اس
میں تم سے قریب ہو کر تمہیں دیکھ سکوں گی۔"

"اگر میں تمہارا وہی حشر کر کے اُسے اٹھا لاتا تو۔"

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم عورتوں سے تشدد آمیز برتاؤ نہیں کرتے۔"

"بہت باخبر معلوم ہوتی ہو۔ بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ۔"

"اور اچھی طرح دیکھ لو۔"

"کیسے دیکھ لوں جبکہ تم غالباً میک اپ میں ہو۔"

"یہ بھی درست ہے۔ اپنا نام بتانا پسند کرو گی۔"

"گریشی ٹارلوہام......!"

"گریشی اچھا نام ہے۔"

"شکریہ۔"

"اب چلو تمہیں وہیں چھوڑ آؤں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"دیکھ چکیں......اب کس لئے رکو گی۔"

"لیکن میں تو اب ان میں واپس نہیں جانا چاہتی۔ اس کے لئے مجھے عرصے سے
مضبوط سہارے کی تلاش تھی۔"

"کیا تھریسیا کے ہاتھوں تمہاری تربیت ہوئی ہے۔"

"بہتوں کے لئے وہ صرف ایک نام ہے۔ درشن آج تک نہیں ہوئے۔ میں بھی
لوگوں میں سے ہوں۔"

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی کہ اس کا مقصد کیا ہے لیکن کسی جگہ بہت سے سائنسی آلات
کیے گئے ہیں۔"

"کس جگہ......!"

"جگہ کا مجھے علم نہیں ہے لیکن شاید تم میری اس بات پر یقین نہیں کرو گے۔ میں دراصل
سرحد کے محافظوں کے ساتھ ہوں۔"

"اور سرحد کے محافظوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا ہے۔"

"یہ درست ہے لیکن یہ نہیں جانتی کہ وہ کس طرح مرے تھے۔ ہم نے ان کی لاشیں
دیکھی تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں تھا جو بتاتا کہ اس پر کیا گزری تھی۔"

"مجھے علم ہے......تو تم واپس نہیں جاؤ گی۔"

"ہرگز نہیں! میں یہ سمجھ کر ان میں شامل ہوئی تھی کہ وہ انقلابی ہیں لیکن وہ تو فاشیوں
سے بھی بدتر نکلے۔ وہ صرف اپنا اقتدار چاہتے ہیں۔"

فنچ اور بھوت

فریدی اُسے غور سے دیکھے جا رہا تھا لیکن وہ اس سے نظریں ملائے بغیر بات کر رہی تھی۔
دفعتاً فریدی نے کہا۔ "تو تم اس تدبیر سے مجھ تک آ پہنچیں۔"

"ہاں کرنل......!"

"بہت ذہین ہو اور اسی تدبیر سے مجھ پر ہاتھ بھی ڈالا جا سکتا ہے۔"

"کیا مطلب......؟" وہ چونک پڑی۔

"ذرا اپنا یہ لاکٹ اتار کر ایک منٹ کے لئے مجھے دینا۔"

"نہیں......!" اس نے دونوں ہاتھ لاکٹ پر رکھ لئے اور اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"واپس کر دوں گا۔"

''نہیں ہرگز نہیں۔''

''اگر زبردستی چھین لوں تو۔''

''یہ کیا فضول باتیں شروع کردیں تم نے۔ میں تو پناہ لینے آئی تھی تمہارے پاس۔''

''تم نے بہت زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا ہے اس لئے مجھے محتاط ہوجانا پڑا مس گریشی۔''

''لاکٹ تو میں ہرگز نہ اتاروں گی۔ بچپن سے اب تک نہیں اتارا۔ اس سے ایک شگون وابستہ ہے۔ میں اپنے اس عقیدے کو شکست نہ ہونے دوں گی۔''

''بے وقوف عورت...... میں فریدی ہوں۔ یہ لاکٹ نہیں ہے۔ تم لوگوں کی اصطلاح میں انڈیکیٹر کہلاتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد تمہارے شکاری کتے یہاں پہنچ جائیں گے۔''

عورت نے چھلانگ لگا کر نکل جانا چاہا لیکن فریدی نے اسے دبوچ لیا۔ بیچ کی انگلی اور انگوٹھا اس کی کنپٹی پر جم گئے تھے۔ جلد ہی گریشی کی قوت مدافعت غشی کی تاریکی میں ڈوب گئی۔ فریدی نے اس کا لاکٹ اتارا تھا اور ایک پتھر کے ٹکڑے سے کچل کر رکھ دیا تھا۔

عورت بے ہوش پڑی تھی۔ وہ اسے وہیں چھوڑ کر غار سے باہر آ گیا اور قریب ہی ایک جگہ چھپ کر بیٹھا رہا جہاں سے غار کے دہانے پر نظر رکھ سکتا تھا۔ موم بتی جلتی ہوئی چھوڑ آیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ کئی آدمی دبے پاؤں اسی سمت چلے آرہے ہیں۔

تاروں کی چھاؤں میں ان کے دھندلے اجسام شمار کئے جاسکتے تھے۔ تعداد آٹھ تھی۔ وہ اس کے قریب ہی سے گزرتے چلے گئے۔ انڈیکیٹر نے ضائع ہونے سے پہلے انہیں سمت تو بتا ہی دی ہوگی۔ لیکن اس کے ضائع ہوجانے کے بعد شاید وہ ٹھیک جگہ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کچھ دور چل کر ان میں سے ایک نے ٹارچ روشن کی تھی اور ہاتھ میں دبی ہوئی کسی چیز کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ وہیں سے پلٹ پڑے تھے اور غار کے قریب سے گزرتے ہوئے نشیب میں اترنے لگے تھے۔ فریدی اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ اس کی پروا کئے بغیر ان کے پیچھے ہولیا کہ اگر لڑکی کو ہوش آ گیا تو کیا ہوگا۔

''یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔'' سنگ بڑبڑایا۔ فنچ بھی اس کے قریب ہی موجود تھا اور یہ دونوں ویرانے کے اس مکان میں تھے جہاں سے حمید اور فینی سائیکل پر فرار ہوئے تھے۔

''تمہاری عقلمندیوں کے بڑے چرچے سنے تھے میں نے۔'' فنچ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''ارے تم فریدی کے اسسٹنٹ کی ذہانت کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔''

''چپ رہو...... چیونٹی کے بچے...... کہیں مجھے غصہ نہ آجائے۔''

''ضرور...... ضرور...... غصے میں تمہارا قد کچھ اور اونچا ہوجاتا ہے اور تم احمقوں کے راجہ معلوم ہونے لگتے ہو۔''

سنگ ہی اُسے مارنے دوڑا تھا لیکن ایک ہی جست اُسے روشندان تک لے گئی۔ وہاں سے چھلانگ لگائی تو چھت کا کڑا پکڑ کر جھول گیا۔

''نیچے آؤ...... ورنہ چھید کر رکھ دوں گا۔'' سنگ کا چاقو نکلا تھا اور کرکراہٹ کے ساتھ کھل گیا تھا۔ فنچ نے داہنے ہاتھ سے کڑا چھوڑ دیا صرف بائیں ہاتھ سے تھامے جھولتا رہا۔ پھر ہنس کر بولا۔ ''چھید کر رکھ دو...... اجازت ہے۔''

سنگ نے سچ مچ چاقو پھینکا تھا۔ لیکن وہ حیرت انگیز طور پر فنچ کے داہنے ہاتھ کے قریب ناچ گیا تھا۔ پھر اس کا دستہ اس کی گرفت میں نظر آیا۔

''ہینڈز اپ مسٹر سنگ ہی۔'' وہ چڑانے والے انداز میں بولا۔ سنگ حیرت سے دیکھتا رہا۔ پھر یک بیک ہنس کر بولا۔ ''واقعی تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ میں تمہاری ان صلاحیتوں کو سلام کرتا ہوں۔ اب براہِ کرم نیچے آجاؤ۔ بہت کچھ سوچنا ہے اور بہت کچھ کام کرنا ہے۔''

''کیا میرا ایک ہاتھ نہ دیکھو گے...... میری جگہ اور کوئی ہوتا تو واقعی تم نے چھید کر رکھ دیا ہوتا۔''

اچھی بات ہے......اب تم بھی اپنی حسرت نکال لو۔"

فنچ نے چاقو پھینکا تھا لیکن وہ اچھل کر اس کے قریب ہی چھت میں پیوست ہو گیا۔

"یہی تمہارے سینے میں بھی پیوست ہو سکتا ہے۔" سنگ نے لاپرواہی سے کہا۔ "اب نیچے اُتر آؤ...... پاپا تمہیں معاف کر دے گا۔"

"واقعی تم بھی کسی قدر باکمال ہو۔" فنچ نے کہا اور کودنے والا ہی تھا کہ سنگ بولا "میرا چاقو تو لیتے آؤ۔ بس اس پر قادر نہیں ہوں ورنہ ساری دنیا پر میری حکومت ہوتی۔"

فنچ چاقو سمیت فرش پر کودا تھا۔

"تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ بچوں کی طرح اپنی کارکردگی نہ دکھایا کرو۔" سنگ نے بزرگانہ انداز میں کہا۔

"ہاں تو تمہیں کیا سوچنا ہے اور کیا کرنا ہے۔" فنچ بولا۔

"کچھ دیر پہلے مجھے اطلاع ملی ہے کہ فریدی رام گڑھ پہنچ گیا ہے۔ یہ بہت بُرا ہوا شاید اسے کچھ سن گن مل گئی ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو میرا قول کرسی نشین ہوا۔ میں نے پہلے کہا تھا کہ انگشتریوں والا کھڑاک نہ کرو۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ اس کا مقصد ہی پبلسٹی تھا۔ ساری دنیا میں پے در پے اس قسم کے واقعات ہوں گے اور پھر ہم اسی کے حوالے سے تو اپنی باتیں منوائیں گے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس نے رام گڑھ کا ہی رخ کیوں کیا۔"

"میری طرح اور لوگوں کو بھی علم ہوگا کہ رام گڑھ میں کیا ہو رہا ہے۔"

"ہرگز نہیں...... کسی غیر متعلق آدمی کو اس کا علم نہیں۔"

"تو پھر میں نے ہی فریدی کو مطلع کیا ہوگا۔"

"میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ فضول باتیں نہ کرو۔ لیکن کبھی کبھی الجھن میں پڑ جاتا ہوں۔ آخر اس دن وہاں پولیس کیسے پہنچ گئی تھی۔"

"کیا تم کیپٹن حمید کو اتنا ہی احمق سمجھتے ہو کہ وہ ایسے حالات میں اپنی حفاظت کا انتظام

کئے بغیر گھر سے نکلتا ہوگا۔"

"میں نے پوری طرح اطمینان کر لیا تھا۔ اس کی نگرانی نہیں کی جا رہی تھی۔"

"تب پھر یہاں کی پولیس غیب داں بھی ہوگی۔ لیکن جب میں گرفتار ہوا تھا تب تو وہ غیب داں نہیں تھی۔"

"تم پھر خود کو لے کر کود پڑے۔"

"دیکھو نا...... دوسری صورت میں یہی تو سمجھا جائیگا کہ میں نے پولیس کو مطلع کر دیا ہوگا۔"

"ختم کرو اس قصے کو...... ہمیں رام گڑھ چلنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔"

"ضرور چلو...... وہاں کی جیلیں بھی دیکھ لیں گے۔"

"اس سے پہلے فریدی کا ہاتھے چڑھنا ضروری ہے۔ فی الحال اس کے علاوہ اور سب کچھ ملتوی۔"

"اب تم نے کام کی بات کی ہے۔" فنچ چہکا۔ "میں اس سے ملنے کے لئے سخت بے چین ہوں۔ ایسا سبق دینا چاہتا ہوں کہ بقیہ زندگی پچھتاوے میں گزر جائے۔"

"ٹھیک ہے...... میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

"بس رات والی فلائٹ سے نکل چلیں گے۔ تم میک اپ میں ہو گے لیکن میں قد بڑھا لینے کے بعد بیٹھ نہ سکوں گا۔"

"قد بڑھانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ میں تمہیں دس گیارہ سال کا بچہ بنا دوں گا۔ کم از کم دو دنوں کے لئے تمہارے چہرے کی ساری جھریاں غائب ہو جائیں گی۔"

"تب تو یہ سفر ممکن ہوگا۔"

"ارے تم یہ سب مجھ پر چھوڑ دیا کرو۔"

ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر وہ موجودہ قیام گاہ تک پہنچے تھے۔ سنگ بہت متفکر دکھائی دے رہا تھا۔

"مجھے تو اس ڈرائیور پر بھی اعتماد نہیں ہے جو ہمیں ادھر اُدھر لئے پھرتا ہے۔" فنچ نے کہا۔ "کہیں کسی دن کسی تھانے ہی تک نہ پہنچا دے۔"

سنگ کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے بوتل اٹھائی تھی اور گلاس میں انڈیلنے لگا تھا۔

"یہ کتنی بُری بات ہے کہ تم ایک اعلیٰ درجے کے بدمعاش ہو کر بھی شراب نہیں پ
سنگ با... خر بولا۔

"میرا جثہ نشہ برداشت نہیں کرسکتا۔ آسمانوں میں اڑتا پھروں گا۔"

"وہم ہے تمہارا۔ مضبوط قوت ارادی کے مالک ہو۔ نشہ کو سہار لے جاؤ گے۔"

"مجھے موضوع بحث نہ بناؤ۔ کام کی بات کرو۔ اگر فریدی میک اپ میں ہوا تو
طرح اسے ڈھونڈ سکو گے۔"

"ہمارے طریق ہائے کار دوسروں سے مختلف اور بظاہر لایعنی ہیں۔"

"خیر...... اسے بھی دیکھ لیں گے۔"

صبح کو پہلے فینی ہی بیدار ہوئی تھی اور پھر اس نے حمید کو بھی جھنجھوڑ کر اٹھایا۔

"کیا میں بارش میں بھیگ رہا ہوں؟" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"نہیں تو......!"

"پھر کیوں جگایا ہے مجھے۔"

"صبح ہوگئی ہے۔"

"روز ہی ہوتی ہے۔ کوئی نئی بات نہیں۔ بچپن میں طلوع کے مناظر بہت شوق
دیکھا کرتا تھا۔"

"نہیں! بس اب اٹھ جاؤ۔ مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ ایسی بھی کیا نیند کہ میرا دھیا
بھی نہیں۔"

"تمہاری طرف سے دھیان ہی ہٹانے کے لئے تو میں نے خواب آور دوا کھائی تھی۔"

"سک...... کیا مطلب......؟"

"کبھی کبھی نفس کی درندگی کو اس طرح بھی دبانا پڑتا ہے۔"

"تم لوگوں کا فلسفہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کچھ دنوں کے بعد سمجھ میں آجائے گا۔"

"اچھا...... اٹھو...... میں روم سروس کو فون کرنے جارہی ہوں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"شوق سے کرو۔ ناشتہ منگواؤ۔ مجھے سوتا ہوا دیکھ کر روم سروس بھڑکے گی نہیں۔ اس کی
ضمانت میں دے سکتا ہوں۔"

"سچ مچ بیکار آدمی ہو۔" فینی نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔ وہ پچھلی ہی رات
رام گڑھ پہنچے تھے۔ فریدی کے بیان کے مطابق انہیں اس ہوٹل میں اپنے لئے کمرہ مخصوص ملا
تھا۔ حمید نے ہوٹل کے رجسٹر میں مسٹر اینڈ مسز ساجد درج کرا کر نصیر آباد کا پتہ لکھوا دیا تھا۔
ویسے فینی نے ایک ہی کمرے اور ڈبل بیڈ پر اعتراض بھی نہیں کیا تھا۔ ریسیور رکھ کر حمید کو
جھنجھوڑ ڈالا۔

"اُف فوہ...... کیا مصیبت ہے۔ میری تو آنکھیں بھی نہیں کھل رہیں۔"

"اب اگر تم نے خواب آور دوائیں کھائیں تو اچھا نہ ہوگا۔"

"تم دیکھو گی کہ واقعی اچھا نہ ہوگا...... نہ کھانے کی صورت میں۔"

"تم میرے دوست ہو دشمن تو نہیں۔ کیا تمہاری کبھی کوئی گرل فرینڈ نہیں رہی۔"

"میرے والد کو تو تم نے دیکھا ہی ہے۔"

"نہیں تو......!"

"ارے وہی جو اس دن گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب گاڑی کا انجن سیز ہوگیا تھا اور تم
نے ٹکر ماری تھی۔"

"وہ سہواً ہوا تھا جان بوجھ کر ٹکر نہیں ماری تھی۔"

حمید نے آخر کار اٹھ کر باتھ روم کی راہ لی تھی۔ واپسی پر اس نے دیکھا کہ ویٹر میز پر

چائے لگا رہا تھا۔

"چلتے چلتے وہ حمید کو ایک کارڈ بھی پکڑا گیا تھا جس پر سیاہ بلی کی تصویر بنی ہوئی… پشت پر تحریر تھا۔ ہارڈ اسٹون اس وقت تمہیں لٹویا کے کمرہ گیارہ میں ملیں گے۔"

"خداوندا آنکھ کھلتے ہی۔" حمید بڑبڑایا۔

"کیا بات ہے۔" فینی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیسا کارڈ ہے؟"

"مقامی گورکنوں کا بزنس کارڈ۔"

ناشتے کے بعد اس نے فینی سے کہا تھا کہ وہ ذرا باہر جارہا ہے اس کی عدم مو… میں اسے کمرے تک ہی رہنا چاہئے۔

"میں بھی کیوں نہ ساتھ چلوں۔"

"اپنی چال کی وجہ سے پہچانی بھی جاسکتی ہو۔ لہٰذا مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے ڈوبو گی…"

فینی کچھ نہ بولی تھی اور حمید لٹویا کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ متوسط درجے کا یہ ا… ہوٹل زیادہ دور نہیں تھا۔

فریدی کمرے ہی میں مل گیا۔ حمید اسے اگر کہیں اور دیکھتا تو اس کے فرشتے بھی… نہ پہچان سکتے۔

پہلے اس نے حمید کی کہانی سنی تھی پھر اپنی روداد دہرا کر بولا تھا۔ "میں نے ا… ٹرانسمیٹر پر وہ گفتگو سنی ہے جس کی رو سے سنگ ہی اب تک یہاں پہنچ چکا ہے۔ اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے الجھائے رکھو اور میں اطمینان سے اپنا کام کرتا رہوں۔"

"آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ پھر کیا ہوا تھا؟"

"عورت کی بے ہوشی کے بعد میں غار سے باہر آیا تھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ گر… کے گلے میں پڑے ہوئے انڈیکیٹر نے ان لوگوں کی راہنمائی شروع کردی تھی۔ بہرحال… غار ہی کی طرف آئے تھے۔ لیکن انڈیکیٹر کی تباہی کے بعد وہ جگہ کا تعین نہ کرسکنے کے… ادھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے تھے۔ میں نے ان کا تعاقب کیا اور اس جگہ تک جا پہنچا جہاں ان… قیام تھا۔ دراصل یہ وہی لوگ تھے جو سرحد کے نگرانوں کا رول ادا کررہے ہیں۔ سرحدی…

…متعین ہیں اور باقاعدہ طور پر ڈیوٹیاں بدلتے رہتے ہیں۔ میں نے انہیں فی الحال چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور چپ چاپ واپس آگیا تھا۔"

"گریشی کہاں ہے؟"

"اس وقت بھی اسی غار میں ہوگی۔ اس نے واپس جانے سے انکار کردیا ہے نہ کچھ کھاتی ہے نہ کچھ پیتی ہے۔ کہتی ہے اب میں مرجانا چاہتی ہوں۔"

"میک اپ کرکے یہاں لے آئے ہوتے۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"آپ اس وقت یہاں موجود ہیں ہوسکتا ہے وہ چلی جاتی ہو۔ آپ کی عدم موجودگی میں اور پھر واپس آجاتی ہو۔"

"ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔ اگر ہوگا تو مجھے علم ہوجائے گا۔"

"بلیک فورس......؟"

"ہاں......اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ محکمے کے آدمیوں کو فی الحال دور ہی رکھنا چاہتا ہوں۔"

"فنچ کا معاملہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"سیدھا سادہ معاملہ ہے۔ وہ فطری طور پر برا آدمی نہیں ہے۔ ڈاکٹر ڈریڈ سے اپنی منہ بولی بیٹی کا انتقام لینے کے لئے کمربستہ ہوگیا تھا۔ اس سلسلے میں اس سے دو چار جرائم بھی سرزد ہوگئے تھے یہی وجہ تھی کہ عمر قید گزار رہا تھا۔ ورنہ پھانسی ہوگئی ہوتی۔"

"تو وہ سنجیدگی سے ہماری مدد کررہا ہے۔"

"اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا کہ رام گڑھ میں کیا ہورہا ہے اور آج کی خاص خبر سنی تم نے۔"

"نہیں......؟"

"کسی نامعلوم ریڈیو سے بار بار دو بڑی طاقتوں کو دھمکی دی جارہی ہے کہ اگر انہوں نے اپنے دو بحری بیڑے دو مختلف اڈوں سے نہ ہٹائے تو فی الحال ان کا ایک ایک جہاز بطور

تنبیہ تباہ کر دیا جائے گا پھر تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ اس عرصے میں بھی اڈے تباہ نہ
کئے گئے تو دونوں کے بحری بیڑے پورے کے پورے تباہ کر دیئے جائیں گے۔"

"بڑی عجیب بات۔"

"دونوں طاقتیں اسے محض مسخرہ پن سمجھیں گی لیکن مجھے یقین ہے کہ دونوں بیڑوں کا
ایک ایک جہاز یقینی طور پر تباہ ہو جائے گا۔ آج رات ایک بج کر ایک منٹ کا وقت دیا گیا
ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ صبح کے اخبارات کس قسم کی کہانی سناتے ہیں۔"

"اس صدی کی سب سے عجیب واردات ہوگی۔"

"سوال تو یہ ہے کہ اس حرکت کے لئے ہماری ہی سرزمین کیوں منتخب کی گئی ہے۔"

"یہاں سب اُلو بستے ہیں نا۔ قدامت پسند قسم کے لوگ جو انگشتریوں کے ذریعہ
ہونے والی اموات کو آسیبی معاملہ سمجھتے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

"سوال تو یہ ہے کہ آپ تنہا اس سلسلے میں کیا کر لیں گے۔ آپ کو انٹر سروسز انٹیلی جنس
کے سربراہ سے رابطہ قائم کرنا چاہئے۔"

"کھیل بگڑ جائے گا۔ وہ کسی طرح بھی قابو میں نہیں آئیں گے۔ اگر بات پھیل گئی....
پھر ابھی میرے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔"

"میں ذرا ان خاتون گریشی کے درشن کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نے پھر کبھی اُس غار کی طرف رخ ہی نہیں کیا۔ بلیک فورس کے توسط سے اس
سے متعلق معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔"

"آپ کے بارے میں اچھی رائے قائم نہیں کرے گی۔"

"میں نے اس مسئلے پر تمہاری رائے طلب نہیں کی تھی۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

"تو اب مجھے کیا کرنا ہے۔"

"یہاں کے ہوٹلوں میں سنگ اور فنچ کی تلاش جاری رکھو۔ تم یہاں کے سب سے
اونچے ہوٹل میں مقیم ہو۔ ممکن ہے وہ بھی وہیں قیام کریں۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ فینی دو

پارٹ تو نہیں ادا کر رہی ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ ایک مظلوم لڑکی ہے۔ اپنے باپ کو بچانے کے لئے ان کے چکر
میں پڑ گئی تھی۔"

"کہیں اس کی وجہ سے تم ہی نہ پہچانے جاؤ۔"

"کوشش تو یہی ہے کہ ایسا نہ ہونے پائے۔"

"بس جاؤ...... بہت زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے۔"

سنگ ہی اور فنچ دلکشا میں ٹھہرے تھے اور فنچ سچ مچ دس گیارہ سال کا بچہ ہی معلوم ہوتا
تھا اور وہ سنگ کے اس کمال کا معترف ہو گیا تھا۔ اگر اسے اپنی مجرمانہ زندگی جاری رکھنے کا
خیال ہوتا تو سنگ سے ضرور درخواست کرتا کہ وہ اسے بھی پلاسٹک میک اپ کے گر سکھا دے۔
ادھر سنگ تھا کہ اُسے مستقل چھیڑے جا رہا تھا۔

"کاش تمہارے لئے ایک ممی کا بھی انتظام کر سکتا میرے بچے۔" وہ بار بار کہتا اور فنچ
ہنس کر ٹال جاتا۔ اب وہ بات نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔ سنگ سے جھگڑے کی صورت میں اس
کی اپنی اسکیم ناکام ہو جاتی۔ طبعاً نرم دل واقع ہوا تھا۔ اسلئے اس کشت و خون اور ہنگامے کا
تصور بھی اس کیلئے سوہان روح سے کم نہیں تھا جو اس زہریلے سیارے کی بناء پر ہونے والا تھا۔
فی الحال نانوتہ اور ریما کی تلاش کا سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا تھا اور سنگ کو فریدی کی تلاش تھی۔

شام کو وہ دونوں دلکشا کے ڈائننگ ہال میں آ بیٹھے۔ اس شدید موسم میں بھی وہاں
خاصی بھیڑ تھی۔ عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ ان میں غیر ملکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ سنگ کی
تیز نظریں ایک ایک کا جائزہ لے رہی تھیں۔

دفعتاً مائیک سے آواز آئی۔ ''خواتین وحضرات! ہمیں ابھی اطلاع ملی ہے کہ مقامی پا
گھر کا جنریٹر خراب ہو جانے کی وجہ فوری طور پر بند کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا دو تین منٹ بعد یہاں
اندھیرا ہو جائے گا۔ ہمیں بے حد افسوس ہے کہ آپ کی تفریح میں خلل پڑا۔''

لوگ اپنی میزوں سے اٹھنے لگے تھے۔ فنچ نے سنگ کی آنکھوں میں عجیب چمک دیکھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی کوئی دیرینہ خواہش پوری ہوئی ہو۔

باہر سے آئے ہوئے لوگ وہاں سے اٹھ گئے تھے۔ لیکن ہوٹل میں قیام کرنے والے جوں کے توں بیٹھے رہے۔ وقت کے تعین کے مطابق وہاں سچ مچ اندھیرا ہو گیا۔ فنچ نے محسوس کیا جیسے سنگ اپنی جگہ سے اٹھ گیا ہو۔

''کہاں چلے؟'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔ لیکن جواب نہ ملا۔ فنچ اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔

اچانک ایک نسوانی چیخ ہال میں گونجی تھی پھر ایسا معلوم ہوا تھا جیسے چیخنے والی کا منہ دبا دیا گیا ہو۔ فنچ بوکھلا کر اٹھا تھا اور اس میز کے گرد والی بقیہ تینوں کرسیوں کو ٹٹولنے لگا تھا۔ سنگ ہی وہاں موجود نہیں تھا۔ فنچ نے زیرِ لب ایک گندی سی گالی دی تھی۔ اس اندھیرے میں اس کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتا تھا۔ ہال میں شور برپا ہو گیا تھا کئی ٹارچوں کی روشنیاں چکرانے لگی تھیں۔ لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس پر کیا گزری تھی۔ فنچ نے سوچا کہ اسے تو یہاں سے چل ہی جانا چاہئے ورنہ لوگوں کو بچے کے باپ کی فکر پڑ جائے گی۔ وہ بڑی پھرتی سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد اسے کمرے ہی میں جانا چاہئے تھا لیکن کنجی تو سنگ کے پاس تھی۔ لہٰذا وہ باہر نکل گیا۔

سردی بڑھ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کہاں جائے۔ ہال میں اب بھی شور ہو رہا تھا۔ شاید یہ وہ لوگ تھے جن کے درمیان سے کوئی لڑکی اٹھائی گئی تھی اور فنچ سوچ رہا تھا کہ ایسے نامعقول آدمی کو کسی تنظیم نے کیونکر قبول کر لیا۔ یہ تو قدم قدم پر گردن کٹوا دینے والی حرکتیں کرتا ہے۔ اگر کبھی تنظیم کے کسی ذمہ دار فرد سے سابقہ پڑا تو وہ یہ سوال ضرور اٹھائے گا۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ پوری تنظیم ایسے ہی افراد پر مشتمل ہو۔ پتا نہیں کس بیچارے پر مصیبت آئی تھی۔ اس کا خون کھولتا رہا۔ ''اچھا بیٹے سنگ تم انہی ننھے ننھے اور ناتواں ہاتھوں سے مارے جاؤ گے۔'' بالآخر جب وہ شور اس سے نہ سنا گیا تو اس نے وہاں سے دوڑ

لگا دی۔ اسکے جسم پر ایسا لباس نہیں تھا جو کھلی فضا کیلئے موزوں ہوتا۔ سختی سے دانت پر دانت جمائے وہ دوڑتا رہا۔ پھر اچانک کسی سے ٹکرایا تھا اور اس کے بازوؤں میں جکڑ کر رہ گیا۔

''او ہو...... صاحبزادے کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ خیریت تو ہے۔''

''مم.... میرا باپ کھو گیا ہے.... چھوڑو مجھے۔'' فنچ نے مچل کر گرفت سے نکل جانا چاہا۔

''باپ کھو گیا ہے۔''

''ہاں دلکشا میں کوئی عورت قتل ہو گئی ہے۔''

''کہاں؟'' گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور فنچ نکلا چلا گیا۔ اس نے کیپٹن حمید کی آواز صاف پہچانی تھی۔ اب اس کی رفتار پہلے سے بھی تیز تھی۔ دیکھے بھالے راستوں پر تو وہ یکساں رفتار سے میلوں تک دوڑ سکتا تھا لیکن انجانے پہاڑی مقام پر اسے اپنے اجداد یاد آ گئے تھے۔ ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گرا تھا اور انجانی گہرائیوں میں لڑھکتا چلا گیا تھا۔ یہ ایک ایسا ہی نشیب تھا کہ کوششوں کے باوجود بھی نہ سنبھل سکا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید یہ اس کی زندگی کی آخری رات ہے۔ اس کے بعد اجالا ہی اجالا ہوگا۔ ابدی اجالا۔ لڑھکتا رہا اور آخیر وقت کی دعائیں اس کی زبان سے پھسلتی رہیں۔ نہ اب وہ سنگ کو گالیاں دے رہا تھا اور نہ تقدیر کا شکوہ کر رہا تھا۔ دفعتاً اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو۔ نہ اب وہ لڑھک رہا تھا اور نہ اس کی زبان پر دعائیں تھیں۔ سناٹا...... گہرا سناٹا۔ مکمل ٹھہراؤ۔ اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ لیکن وہ تو سانس لے رہا تھا اور پورے جسم میں درد کا احساس بھی برقرار تھا۔ کمر تو جیسے دو ٹکڑے ہوئی جا رہی تھی۔ پھر یہ حقیقت اس پر منکشف ہوئی کہ وہ لڑھکتے لڑھکتے کسی کٹاؤ میں اٹک کر دوہرا ہو گیا ہے۔ بچوں کی طرح کھلکھلا کر ہنس پڑا اور سناٹے میں اپنی ہنسی کی بازگشت بھی سنی۔ اچانک کسی نے اُسے اپنی گرفت میں لے کر اٹھایا۔

''کک...... کون......؟'' وہ سچ مچ خوفزدہ سی آواز میں بولا۔

''بھمم...... بھوت......!'' کانوں میں گونجیلی سی آواز گونجی۔ پھر وہ اس کی گرفت سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہی رہ گیا۔ لیکن کسی طرح بھی گلو خلاصی نہیں ہوئی تھی۔ کور نیلا آدمی اُسے اٹھائے ہوئے تیزی سے چل رہا تھا۔ پھر وہ ایک ایسے غار میں داخل ہوا

جہاں دو موم بتیاں روشن تھیں۔ اس نے اس قوی ہیکل آدمی کا چہرہ دیکھا۔ بڑی خوفناک شکل تھی۔ سچ مچ بھوت ہی معلوم ہوتا تھا۔

چمکیلا غبار

وہ بھی اُسے بغور دیکھ رہا تھا۔ فنچ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کہنا یا کرنا چاہئے۔ دفعتاً بدہیئت آدمی نے وہاں اس کی موجودگی کا سبب پوچھا تھا۔

''مم...... میرا باپ کھو گیا ہے جناب۔''

''کیا یہاں اس ویرانے میں۔''

''نہیں...... جناب دلکشا ہوٹل میں۔ ہم دونوں وہاں بیٹھے تھے کہ دفعتاً بجلی گھر میں جنریٹر کی خرابی کی بناء پر اندھیرا چھا گیا۔ ایک عورت کی چیخ سنائی دی تھی اور میرا باپ غائب ہو گیا تھا۔ میں ڈر کے مارے بھاگ نکلا۔''

بدہیئت آدمی نے پھر اُسے غور سے دیکھا تھا اور ہنس کر بولا۔ ''تو تم دونوں باپ بیٹا دلکشا میں مقیم ہو۔''

''جج...... جی...... ہاں...... مگر آپ کے اس جملے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے جیسے آپ ہم دونوں سے واقف ہوں۔'' کہہ کر فنچ نے غار کے دہانے کی طرف چھلانگ لگائی تھی لیکن پھر پکڑا گیا تھا۔ ''مم...... میں...... جناب۔'' وہ بُری طرح کانپ رہا تھا۔

''فضول باتیں چھوڑو۔ تم نے بھی مجھے پہچان لیا ہے۔'' بدہیئت آدمی بولا۔ ''دیکھو فنچ! میں نے تمہیں کبھی بُرا آدمی نہیں سمجھا۔ تم انتقاماً ڈریڈ سے ٹکرائے تھے۔ لیکن قانون کے ہاتھوں سب مجبور ہیں۔ میں چاہتا بھی تو تمہیں سزا سے نہ بچا سکتا۔''

''میں بھی آپ کے علاوہ آج تک کسی اور سے مرعوب نہیں ہوا کرنل۔''

''بے شمار زندگیاں خطرے میں ہیں۔ تم نے بھی نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے وہ دھمکی سنی ہی ہو گی۔''

''جی ہاں...... اور یقین کیجئے کہ آج ایک بج کر ایک منٹ پر دونوں جہاز تباہ ہو جائیں گے۔''

''کتنے بے گناہوں کا خون ہو گا۔''

''یہ تو ہے جناب۔''

''اس جگہ کو تلاش کرنے میں میری مدد کرو جہاں سے وہ سیارہ کنٹرول کیا جا رہا ہے۔''

''تلاش ہی کرنی پڑے گی کیونکہ خود سنگ کو بھی صحیح جگہ کا علم نہیں ہے۔''

''تو وہ دلکشا ہی میں مقیم ہے۔''

''کمرہ نمبر ستائیس۔''

فریدی نے جیبی ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا تھا ''ہیلو...... بی تھری فور...... ہیلو...... ہیلو چیف کالنگ...... بی تھری فور۔''

''بی تھری فور سر......!''

''ڈی ایچ ٹوئنٹی سیون...... میں اس آدمی کو دیکھو۔''

''اُو کے سر......!''

''اوور اینڈ آل......!'' کہہ کر فریدی نے سوئچ آف کر دیا۔

''اب تم رات یہیں گزارو۔'' فریدی نے پیال کے بستر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''بہت بہت شکریہ کرنل۔''

''اگر تم میرے کام آئے تو تمہاری بقیہ سزا معاف کرا دینے کی پوری کوشش کروں گا۔''

''یہی نہیں بلکہ تمہارے ملک کے ناپسندیدہ افراد کی فہرست سے بھی تمہارا نام خارج کرا دیا جائے گا۔''

''میں ہر ممکن کوشش کروں گا پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔''

''اور اسے شبہ بھی نہ ہونے پائے کہ تم مجھ سے مل چکے ہو۔''

''ظاہر ہے......ورنہ کھیل ہی بگڑ جائے گا۔''

''اچھا......اب آرام کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گا۔''

دوسری صبح ساری دنیا میں سراسیمگی پھیل گئی تھی۔ نامعلوم ریڈیو اسٹیشن کے اعلان کے مطابق دونوں طاقتوں کا ایک ایک جہاز دھماکے سے پھٹا تھا اور اپنے عملے سمیت سمندر کے سینے میں دفن ہو گیا تھا اور آج صبح ہی سے وہ نامعلوم ریڈیو اسٹیشن دونوں طاقتوں کو للکارے جا رہا تھا کہ اگر انہوں نے زیرولینڈ کی بالادستی تسلیم نہ کی تو انہیں مزید پچھتانا پڑے گا۔ عنقریب دونوں ممالک کی وہ ایٹمی آبدوزیں بھی تباہ کر دی جائیں گی جو آزمائشی طور پر روانہ ہوئی ہیں۔

کیپٹن حمید نے فینی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''یہ اُنہی لوگوں کا کارنامہ ہے جو تمہارے باپ کو بلیک میل کر رہے تھے۔''

''نہیں......!''

''اور پچھلی رات دلکشا میں جو ہنگامہ ہوا تھا اس کی ذمہ داری اسی لمبے آدمی پر تھی جس کے ذریعے تمہارا باپ بلیک میل ہوتا رہا ہے۔''

''تو کیا ہوا......اس لڑکی کا پتا چلایا نہیں۔''

''عمارت کے پیچھے بیہوش پڑی ملی ہے۔ لمبا آدمی دلکشا سے فرار ہو گیا۔''

''آخر پولیس اسے پکڑنے میں کامیاب کیوں نہیں ہو پاتی۔''

''بے حد چالاک اور پھرتیلا ہے اور پھر اس کی پشت پر ایک طاقتور تنظیم ہے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح تم لوگوں کے کام آؤں۔'' فینی بولی۔ ''تم

شریر ضرور ہو لیکن شریف آدمی ہو۔''

''خیریت......؟ میرا قصیدہ کیوں شروع کر دیا۔''

''یقین کرو...... یا تم بے حد شریف آدمی ہو یا سرے سے آدمی ہی نہیں ہو۔''

''ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ دراصل میں دوسروں کی مجبوریوں یا کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کا قائل نہیں ہوں۔''

''اول درجے کے ندیدے بھی ہو۔''

''کیا مطلب......؟''

''جب تم میری موجودگی میں دوسری لڑکیوں کو گھورتے ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں کچل کر رکھ دوں۔''

''بہت خوب...... بھلا کیوں؟''

''کیا میں لڑکی نہیں ہوں۔''

''میری قریب کی نظر کمزور ہے۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ اگر تم مجھے مظلوم سمجھتے ہو تو مظلوم لوگ ہی پیار کے مستحق ہوتے ہیں۔''

''ہمارے یہاں صرف بچوں کو پیار کرنے کا رواج ہے۔''

''بور مت کرو......سخت بے حس آدمی ہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کے شرما جانے کی اداکاری بے حد کامیاب رہی تھی۔

''ہمارے یہاں کی لڑکیاں بھی اس طرح نہیں شرماتیں۔''

''میں اُٹھ کر چلا جاؤں گا...... ہاں۔''

''خاموش رہو......!'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی تھی اور حمید نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا تھا۔

''ہیلو......!'' وہ ماؤتھ پیس میں بولا تھا۔

''آپ کی کال ہے جناب۔'' آپریٹر نے کہا۔ ''بات کیجئے۔''

دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ ''وہ اب دلکشا میں نہیں ہے۔ تلاش جاری رکھو۔''

"یہ لڑکی بہت بور کرتی ہے آپ جانتے ہیں کہ میں پناہ میں آئی ہوئی لڑکیوں
فلرٹ نہیں کرتا۔"

"اس کی باتوں پر کان نہ دھرو...... اپنے کام سے کام رکھو......!"

"تو پھر اب میرے لئے کسی دوسری کا انتظام کر دیجئے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

"کون تھا......؟" فینی نے پوچھا۔

"میرا باپ تھا۔ پوچھ رہا تھا کہ میں نے ایک غیر ملکی عورت سے شادی کیوں کر لی۔"

"اچھا تو کیا وہ تمہیں شادی کے قابل سمجھنے لگا ہے۔"

حمید اس کے اس ریمارک کو بڑی ڈھٹائی سے پی گیا اور بولا۔ "تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔ ہم باہر چل رہے ہیں۔"

وہ تیار ہو کر باہر نکلے تھے۔ حمید نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ "بلیو مون ہوٹل"

"کیوں...... ہوٹل کیوں؟" فینی نے پوچھا۔

"دوپہر کا کھانا وہیں کھائیں گے...... جھینگے اور سبز مٹر...... بطخ کا گوشت بھی وہاں
ہے۔ کبھی کھائی ہے بطخ......!"

"کیوں نہیں؟ ویسے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم ہوٹلوں کے ہی چکر کیوں لگا رہے ہو۔"

"لمبے اور چھوٹے آدمی کی تلاش میں۔"

"اگر وہ تمہاری ہی طرح میک اپ میں ہوا تو......؟"

"دیکھا جائے گا! جو کچھ کر رہا ہوں اپنے چیف کے حکم سے کر رہا ہوں۔ لہٰذا کچھ مت سوچو۔"

"کہیں مارے نہ جاؤ۔"

"کبھی یہ سوچ کر نہیں نکلا کہ واپسی ہو گی۔"

"دلیر آدمی ہو...... مگر کس کام کے۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"محبت کے بغیر آدمی مکمل نہیں ہوتا۔"

"اس اعتبار سے کئی بار مکمل ہو چکا ہوں بلکہ بہتیری لڑکیاں تو اب مجھے کمبل سمجھنے لگی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"محبتوں کا البم ہے میرے پاس۔"

"وہ محبت نہیں...... ہوس کہلاتی ہے۔"

"محبت وہی ہے جو لامحدود ہو۔ محدود ہو کر ہوس بن جاتی ہے۔"

"کسی نے تمہیں بھی چاہا۔"

"اتنی شامت زدہ کوئی بھی نہیں تھی۔"

وہ بُرا سا منہ بنا کر خاموش ہو گئی تھی۔

"اوہ...... وہ دیکھو...... وہ لمبا آدمی۔ اس قہوہ خانے میں داخل ہوا ہے۔" حمید بولا۔ "ڈرائیور گاڑی روک دو۔"

"کیا ویٹنگ ہو گی صاحب؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"ہاں...... فکر مت کرو...... ہر پانچ منٹ کا ایک روپیہ۔"

دونوں قہوہ خانے میں داخل ہوئے۔ وہ بلاشبہ ایک لمبا آدمی تھا۔ جسامت بھی سنگ ہی جیسی تھی لیکن وہ شلوار قمیض میں تھا اور سر پر اعلیٰ قسم کی کلاہ اور لنگی تھی۔ ان دونوں نے ایک میز سنبھالی اور قہوہ طلب کیا۔

"ہاں...... میک اپ میں بھی ہو سکتا ہے!" فینی آہستہ سے بولی تھی۔

"خاموش رہو...... اس کی طرف دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

لیکن وہ آدمی فینی کو بدستور گھورے جا رہا تھا۔

حمید دم مارے بیٹھا رہا۔ قہوہ آیا تھا اور دونوں پینے لگے تھے۔

❖

فنچ فریدی سے الگ ہو کر پھر شہر کی طرف پلٹ آیا تھا اور سنگ کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔

اس نے سوچا کیوں نہ یہاں کے بازار حسن میں دیکھ لیا جائے۔ ہوسکتا ہے وہیں کہیں
گزاری ہو۔ سنگ کنگال تو نہیں تھا۔ ہر وقت اس کی جیبیں گرم رہتی تھیں۔ محض حرامزدگی
طوائفوں کے پیسے مارتا رہتا تھا۔ شائد ان سے گالیاں سن کر محظوظ ہوتا تھا۔ حد یہ ہے
نے ایک بار اُسے ایک طوائف کے ہاتھوں پٹتے بھی دیکھا تھا۔

صبح ہوتے ہوتے وہ پہنچ گیا تھا اور سچ مچ اس نے سنگ کو ایک بالا خانے سے اتر
دیکھا۔ وہ بڑی لاپرواہی سے چل رہا تھا۔ فنچ ایک جانب ٹھٹک گیا اور پھر اس کی لاعلمی
تعاقب شروع کردیا۔ خود ابھی تک اس بچے کے میک اپ میں تھا۔ سامنے آتا تو سنگ
کسی دشواری کے بغیر پہچان لیتا۔ فنچ کا دل چاہ رہا تھا کہ عقب سے اس پر فائر کرکے ہ
کے لئے قصہ پاک کردے۔ لیکن پیش نظر مسئلے کو حل کئے بغیر ایسا کوئی اقدام حماقت ہی ہ
بہرحال وہ دل پر جبر کرکے اس کے پیچھے چلتا رہا۔ ویسے وہ محسوس کررہا تھا کہ خود اس کی
نگرانی کی جارہی ہے۔ لیکن اسے اس کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ ہر طرح محفوظ تھا۔ اگر وہ فر
کے آدمی تھے تب بھی اور اگر زیرولینڈ کے تھے تب بھی۔ اس نے سنگ کا تعاقب جاری
اور جب اس نے اسے ایک قہوہ خانے میں داخل ہوتے دیکھا تو باہر ہی رک گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے سنگ کو آتے دیکھا لیکن اب تو ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے وہ ا
قہوہ خانے کا چوکیدار ہو۔ ایک موٹا سا ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا اور صدر دروازے کی با
جانب جم گیا تھا۔ فنچ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور دم بخود کھڑا رہا۔ کچھ دیر
ایک دیسی مرد اور ایک غیر ملکی لڑکی بھی صدر دروازے سے گزر کر باہر آئے تھے۔ وہ آ
بڑھتے چلے آئے۔ مرد چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے کسی کی تلاش ہو۔ وہ مڑا تھا اور سنگ
نظر پڑتے ہی پہلے تو ٹھٹکا تھا پھر قریب ہی کھڑی ہوئی ٹیکسی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

فنچ نے سنگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی۔ اس نے اپنا ڈنڈا کسی قدر بلند کر
جنبش دی تھی۔ ٹیکسی کی روانگی کے بعد ہی دو گاڑیاں اس کے پیچھے جھپٹی تھیں۔ سنگ نے
پھینکا اور دوڑ کر ان میں سے ایک میں سوار ہوگیا۔ اب فنچ بھی پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا
اس وقت سنگ نکل جاتا تو اسے پھر ادھر اُدھر ٹکریں مارنی پڑتیں۔ اس نے چھلانگ لگائی

اور گاڑی کی کھڑکی سے گزرتا ہوا سنگ کی گود میں جا پڑا۔

''اُو حرام خور......!'' سنگ کراہا تھا۔

''پیارے ابا جان مجھے کس پر چھوڑ چلے تھے۔''

''تم تھے کہاں؟'' سنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''نکل بھاگا تھا مگر تم کہاں تھے۔''

''عقل تیز کررہا تھا۔ اب تم دیکھنا کہ کیا کرتا ہوں۔ تم نے اُسے پہچانا۔''

''کس کو......؟''

''کیپٹن حمید کو...... اگلی ٹیکسی میں اور لڑکی غالباً فینی ہے۔ میک اپ میں چلنے کا انداز
یہی بتاتا ہے۔ اب میری عقل مزید تیز ہوجائے گی۔''

فنچ طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ کیپٹن حمید کو نہ پہچان سکا تھا۔ سنگ نے شاید پہلے
نہیں پہچانا تھا۔ صرف شبہے کی تصدیق کے لئے اس نے چوکیداروں کی سی حرکت کی تھی اور
اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ سنگ اُسے کس طرح گھیرتا ہے اور
انجام کیا ہوتا ہے۔

''اوہ...... مردود......!'' تھوڑی دیر بعد سنگ بڑبڑایا۔

''کیا ہوا......؟''

''ٹیکسی پولیس ہیڈ کوارٹر کے کمپاؤنڈ میں داخل ہورہی ہے۔'' سنگ نے کہا اور ڈرائیور
سے بولا۔ ''تم گاڑی بائیں جانب موڑ کر سیدھے چلتے رہو۔''

سنگ کی گاڑی کے بعد دوسری گاڑی بھی اسی طرف مڑ گئی تھی۔ دفعتاً گاڑی کی ڈیش
بورڈ سے آواز آئی۔ ''کیا ہوا...... ادھر کیوں مڑ گئے۔''

''ٹیکسی پولیس ہیڈ کوارٹر کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوگئی ہے۔'' ڈرائیور نے کہا۔

''اب کدھر جارہے ہو۔''

''جدھر باس کا حکم ہوا۔''

''ہمارے لئے کیا حکم ہے۔''

سنگ نے ڈرائیور سے کہا۔ ''کہہ دو کہ واپس جائے اور ہیڈ کوارٹر کے آس پاس
موجود رہ کر صورت حال سے مطلع کرتا رہے۔''

آج مطلع صاف تھا اور پورا چاند برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر
تابانیاں بکھیر رہا تھا۔

''فریدی......!'' دفعتاً ایک تیز آواز دور تک سناٹے میں لہراتی چلی گئی۔ آواز
عورت کی تھی۔ ''تم کہاں ہو...... میں مر رہی ہوں...... فریدی۔''

لیکن فریدی اسی چٹان کی اوٹ میں چھپا رہا۔ عورت کبھی نشیب میں دوڑ جاتی اور
چیختی ہوئی پھر اوپر آ جاتی۔ اس چٹان سے اس کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا جہاں فریدی چھپا ہوا تھا۔

''میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی فریدی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ پھر چیخ
کر کہنے لگی۔ ''تم نہیں آؤ گے...... تو اچھا دیکھو......!''

اس نے سامنے والی چٹان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا دیئے تھے۔ پھر ایسا معلوم ہوا
جیسے اس چٹان پر بجلی گری ہو۔ چٹان ریزہ ریزہ ہو کر غبار بن گئی اور یہ غبار دھوئیں کی طرح
اوپر اٹھنے لگا۔ چمکیلا غبار۔ فریدی جہاں تھا وہیں دبکا رہا۔ فضا میں کسی قدر منتشر ہو کر وہ غبار
پھر یکجا ہوا اور آہستہ آہستہ پھر نیچے آنے لگا۔ اب وہ ایک چمکدار مجسمے کی صورت میں ڈھل
جا رہا تھا۔ پھر فریدی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ یہ خود اس کا مجسمہ تھا۔ چمکدار
اور دیو پیکر مجسمہ۔

''اب تم مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔'' عورت قہقہہ لگا کر چیخی۔

فریدی آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگا۔ چھٹی حس خطرے کا اعلان کر رہی تھی۔ چمکیلے مجسمے کی
وجہ سے آس پاس کی چاندنی کچھ اور چمک اٹھی تھی۔ وہ پیچھے ہٹا ہی تھا کہ اچانک کئی آدمی

اس پر ٹوٹ پڑے۔ ساتھ ہی کسی قدر دور سے آواز آئی۔ ''بچ کر جانے نہ پائے۔''
آواز اس نے صاف پہچانی تھی۔ سنگ کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہو سکتی تھی۔ حملہ
بے خبری میں ہوا تھا۔ فریدی کی جگہ اور کوئی ہوتا تو اوسان کھو بیٹھا ہوتا۔ لیکن یہ کرنل فریدی
تھا، اپنے دور کا عجیب ترین آدمی۔ پانچ آدمیوں کے نرغے سے اس طرح نکل گیا تھا جیسے
ہوا کا جھونکا رہا ہو۔ وہ اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ ایک جگہ فریدی نے پلٹ کر مشین پسٹل
کے ٹریگر پر دباؤ ڈالا تھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ حملہ آوروں پر ہو گئی تھی۔ بیک وقت تین چیخیں فضا
میں گونجی تھیں اور فریدی صاف نکلا چلا گیا تھا۔ وہ حملہ آور جو زخمی نہیں ہوئے تھے آگے
بڑھنے کی جرأت نہ کر سکے۔ لیکن شاید سنگ ہی نے پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔

''مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتے کرنل۔'' اس کی آواز آئی۔ ''میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''

فریدی نے آواز کی سمت فائر کیے تھے۔

''میں چین میں پہاڑی بندر کہلاتا تھا۔'' سنگ کی آواز قریب سے آئی اور فریدی ایک
بڑے پتھر کی اوٹ میں ہو گیا۔ چاندنی میں اس نے بڑے پھل والے اس چاقو کی چمک دیکھ
لی تھی جو سنگ ہی کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ فریدی نے مشین پسٹل ایک طرف رکھ دیا اور اس
کے قریب پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن شاید اس نے بھی خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔ جہاں تھا
وہیں رک گیا۔ فریدی نے ایک بڑا سا پتھر ڈھلان میں لڑھکا دیا اور سنگ اچھل کر ایک طرف
ہٹا اور بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ اب وہ کسی سانپ کی طرح آہستہ آہستہ رینگتا ہوا
اس پتھر کی جانب بڑھ رہا تھا جس کی اوٹ میں فریدی چھپا ہوا تھا۔

فریدی اب اس پتھر کے اوپر چڑھ رہا تھا۔ جیسے ہی سنگ قریب پہنچا اس نے اوپر سے
اس پر چھلانگ لگا دی۔ سب سے پہلے اس کا ہاتھ اس کے چاقو والے ہاتھ پر پڑا تھا۔
''پہاڑی بندر اب اپنی خیر مناؤ۔''

چاقو سنگ کے ہاتھ سے نکل کر اچھلا تھا اور ڈھلان میں پھسلتا چلا گیا تھا۔ سنگ سانپ
کی طرح پھنکارتا ہوا اس سے لپٹ گیا۔ شاید اپنی کیکڑے والی گرفت فریدی پر آزمانا چاہتا
تھا۔ لیکن خود فریدی نے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ایسا دباؤ ڈالا کہ اُسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔

''میں کہتا ہوں ان کا پتہ بتا دو...... ہیروں میں تول دیئے جاؤ گے۔'' سنگ کراہا۔

''ہیرے میرے پیروں کی خاک ہیں۔ اب تم شرافت سے ہتھکڑیاں پہن لو۔ میری گرفت سے نہیں نکل سکو گے۔''

پھر اس نے سچ مچ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن سنگ کسی بام مچھلی کی طرح اس کی گرفت سے پھسل گیا۔ اس نے نشیب میں چھلانگ لگائی اور فریدی مشین پسٹل اٹھا کر اس کے پیچھے جھپٹا تھا۔ لیکن چھلاوے کب کسی کے ہاتھ آتے ہیں۔ سنگ کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

❖

حمید اور فینی بے خبر سو رہے تھے۔ ایک ہی کمرہ تھا اور ڈبل بیڈ۔ لیکن دونوں کے درمیان متعدد تکیوں کی دیوار تھی۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور حمید کروٹ بدل کر کراہا۔ ''یہ الارم والی گھڑی کہیں پیچھا نہیں چھوڑتی۔''

فینی اس کی پشت پر ہاتھ مار کر بولی۔ ''فون کی گھنٹی ہے۔ کسی کی کال ہے۔ اٹھو۔''

''اُوہ...... خدا غارت کرے اس کے موجد کو۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''وہ تو کبھی کا غارت ہو چکا ہے۔''

''ہالو......!'' حمید ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

''کاؤنٹر کلرک جناب۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''آپ کا بچہ آپ کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔''

''تم خواب تو نہیں دیکھ رہے۔''

''نہیں جناب! وہ میرے سامنے موجود ہے اور برانڈی طلب کر رہا ہے۔ اکیس سال سے کم عمر والوں کے ہاتھ ہم شراب فروخت نہیں کرتے۔''

''مار پیٹ کر باہر نکال دو۔''

''آپ کے کمرے کا نمبر بتا دیا گیا ہے۔ البتہ آپ کے کمرے میں برانڈی بھجوائی جا سکتی ہے۔''

حمید نے جھلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''کون ہے؟'' فینی نے پوچھا۔

''ہمارا بچہ۔''

''کیا مطلب......؟''

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

''کون ہے؟'' حمید دہاڑا۔

''آپ کی نالائق اولاد ابا جان۔'' باہر سے کہا گیا اور اس نے قنج کی آواز پہچان لی۔

''تنہا ہو......؟''

''بے وفائی میرا شیوہ نہیں ہے۔''

''اچھا ٹھہرو۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ اس نے دروازہ کھولا تھا اور قنج اندر آ گیا۔ دس گیارہ سال کے اس بچے کو دیکھ کر فینی متحیر رہ گئی۔

''اوہو...... کیا تم اس لمبے کے بچے کو بھول گئیں۔'' حمید نے مڑ کر فینی سے کہا اور دروازہ بولٹ کر کے بولا۔ ''تم برانڈی مانگ رہے تھے نامعقول......!''

''بہت پیاسا ہوں کیپٹن...... روم سروس کے توسط سے یہیں منگوا لو۔''

''پی کر غل غپاڑہ تو نہیں مچاتے۔''

''اتنی زیادہ کبھی نہیں پیتا۔''

''اور کیا خبریں ہیں۔''

''بہت جھلایا ہوا ہے۔ آج آپ نے اُسے خوب ڈوج دیا۔ جی خوش ہو گیا تھا۔''

حمید نے روم سروس کو فون کر کے برانڈی طلب کی اور پھر تھوڑی دیر بعد ویٹر کے سا
ہی لمبا آدمی بھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

''اس کے باپ کے لئے بھی منگواؤ کیپٹن......!'' اس نے کہا۔

حمید نے تکئے کے نیچے ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ سنگ نے کہا۔ ''میری جیب سے بے
فائر ہوگا۔''

حمید نے ہاتھ ہٹالیا اور سنگ فنچ سے کہہ رہا تھا۔ ''تو تم دوہرا پارٹ ادا کررہے ہو
احسان فراموش......!''

''جاؤ......!'' حمید ہاتھ ہلا کر ویٹر سے بولا۔ ''ایک اسکاچ کی بوتل بھی لاؤ۔''

ویٹر ہونقوں کی طرح کھڑا تھا پھر چپ چاپ باہر نکل گیا۔

کیا ہو رہا تھا......؟

سنگ حمید کو گھورے جارہا تھا۔ دفعتاً بولا۔ ''فریدی اس وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ اس
سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی کیپٹن حمید اور تم اس لڑکی کو کہاں لئے پھر رہے ہو۔ سفارت خانہ
کی تلاش میں ہے۔ آہا......ڈبل بیڈ......عیش ہو رہے ہیں۔''

''بکواس بند کرو۔''

''اب میں یہاں آرام کروں گا......تم دونوں کو میرے آدمی لے جائیں گے۔''

فنچ بڑی لاپرواہی سے اپنے لئے شراب انڈیل رہا تھا۔ گلاس لبریز کر کے اٹھایا اور سنگ
ہی کے چہرے پر خالی کردیا۔

وہ حلق کے بل چیخا تھا اور دونوں ہاتھوں سے آنکھیں دبائے ہوئے فرش پر آ
بیٹھ گیا۔ فنچ نے اچھل کر اس کی پیشانی پر ٹھوکر رسید کی اور پھر حمید بھی اس پر ٹوٹ پڑا
کمرے میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا تھا۔ فنچ اطمینان سے میز پر بیٹھا برانڈی پی رہا

ساتھ ہی کہتا جارہا تھا۔ ''اب دیکھنا ہے میدان کس کے ہاتھ رہتا ہے جلدی کرو۔ وہ اسکاچ
کی بوتل بھی لارہا ہوگا۔''

دفعتاً ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پورے کمرے میں دھواں پھیل گیا۔ پھر وہ سب بُری طرح کھانسنے
لگے تھے۔ آنکھوں میں اتنی شدید جلن محسوس ہوئی تھی کہ حمید تو آنکھیں ہی نہ کھول سکا۔
پھر شور سنائی دیا تھا۔ بہت سے قدموں کی آہٹیں۔ لیکن حمید نے آنکھیں کھولیں تو
وہاں روم سروس کے ویٹر جنرل سپروائزر اور فینی کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔

''ہائے ظالم پھر لے گئے۔'' حمید گلوگیر آواز میں بولا۔

''کیا قصہ ہے جناب؟''

''وہ ظالم میرے بچے کو پھر پکڑ لے گئے۔ کسی نہ کسی طرح ان کی قید سے نکل کر میرے
پاس آن پہنچا تھا۔ لیکن وہ پھر لے گئے۔''

''میں نے سنا ہے بچے نے برانڈی طلب کی تھی۔''

''تین سال کی عمر سے پی رہا ہے۔''

''لیکن شاید آپ تو نہیں پیتے۔''

''ننھیال میں تباہ ہوا ہے نامراد......تین سال کی عمر میں اس کے نانا نے پلائی تھی۔''

''پولیس کو مطلع کیجئے۔''

''رپورٹ تو لکھی ہوئی ہے اس واقعہ کی اطلاع کردوں گا۔''

''مگر وہ دھماکہ اور دھواں۔''

''اسی بدمعاش نے کیا تھا۔ ورنہ کیا وہ میرے ہاتھوں سے بچ کر جاسکتا تھا۔''

وہ سب چلے گئے۔ فینی خاموش تھی۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ''اب اس کی خیر نہیں۔ اس
نے لمبے آدمی کے منہ پر شراب پھینکی تھی۔''

حمید دروازہ بولٹ کر کے مڑا ہی تھا کہ اس نے فنچ کو بستر کے نیچے سے نکلتے دیکھا۔
فینی اچھل پڑی۔

''یہ اچھا نہیں ہوا کیپٹن!'' اس نے کہا۔ ''اسکے ساتھ رہ کر میں بہت کچھ کرسکتا تھا۔''

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ حمید نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے فریدی کہہ رہا تھا۔ ''لڑکی کو پولیس کی حفاظت میں دے کر تم بھی میرے پاس چلے آؤ۔''

''آپ کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ۔''

''حالات خراب ہوگئے ہیں۔ وہ مفت میں ماری جائے گی۔''

''بہت بہتر۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''تمہیں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ میں ایس پی سٹی کو فون کردوں گا۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔ حمید نے فنچ کو فریدی کی گفتگو کا ماحصل بتاتے ہوئے کہا۔ ''اگر یہ پولیس کے حوالے کی گئی تو سفارت خانے پہنچا دی جائے گی اور وہاں جانا نہیں چاہتی۔ اس کا باپ مر چکا ہے۔''

''کیا تم میک اپ کر کے اسے کسی قدر معمر نہیں بنا سکتے۔''

''کیوں؟''

''میری شکل میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کردو۔ پھر میں خود اس کی حفاظت کروں گا...... اور تم کرنل کے پاس چلے جانا۔''

''تم کہاں جاؤ گے؟''

''جہاں بھی جاؤں گا تم لوگوں کے ساتھ رابطہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔ سنگ کے پاس واپس جانا اب موت کے منہ میں ہی جانے کا مترادف ہوگا۔''

''لڑکی کا تحفظ ضروری ہے۔''

''اس کی طرف سے مطمئن رہو۔''

حمید نے فنچ کی خواہش کے مطابق ان دونوں کے میک اپ میں تبدیلیاں کی تھیں اور اپنا بھی میک اپ تبدیل کیا تھا۔

پھر ان دونوں کو رخصت کردینے کے بعد اس نے فریدی کے ہوٹل کی راہ لی۔

حمید اپنے سوٹ کیس سمیت آیا تھا۔ اس لئے یہی مناسب سمجھا کہ خود بھی ایک کمرہ ہیں حاصل کرے۔ یہ تو بہرحال معلوم کرنا چاہتا تھا کہ فریدی نے ایس پی سٹی سے فینی کے

متعلق بات تو نہیں کرلی۔ وہ اسے پروگرام میں تبدیلی کے بارے میں فوری طور پر بتانا چاہتا تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے فون پر ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا اور فریدی کے کمرے کا نمبر بتا کر کال ڈائریکٹ کرنے کی ہدایت دی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''میں کمرہ نمبر ستائیس سے بول رہا ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''بہت خوب......!''

اس نے جلدی جلدی فنچ اور سنگ کے معرکے سے متعلق بتا کر فینی کے بارے میں گفتگو شروع کردی۔

''سوال تو یہ ہے کہ تم نے اس کے مشورے پر عمل کیوں کیا جب میں کہہ چکا تھا۔''

فریدی کی آواز جھنجھلاہٹ سے خالی نہیں تھی۔

''وہ واپس جانا نہیں چاہتی تھی۔''

''بہت بہتر۔'' فریدی غرایا۔ ''اب آرام فرمایئے صبح کو دیکھیں گے۔''

حمید نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی تھی۔ بہرحال اُسے اپنی غلطی کا احساس تھا۔ فینی کے سلسلے میں فنچ کی بات نہیں ماننی چاہئے تھی۔

وہ بستر پر لیٹ گیا تھا۔ لیکن اس الجھن کی بناء پر نیند نہیں آرہی تھی۔ یہ کیس بھی بے سروپا انداز میں شروع ہوا تھا۔ ایک کتا اور چند آدمی اچانک مر گئے تھے۔ فنچ جیل سے فرار ہوگیا تھا۔ دونوں ہی کیس فریدی کے پاس تھے کہ اچانک کسی سیارے کا قصہ شروع ہوگیا تھا اور اس کا مرکز بھی اپنے ہی ملک کے کسی حصے میں تھا اور یہ اطلاع فنچ سے ملی تھی۔ ادھر ساری دنیا میں کھلبلی پڑ گئی تھی۔ بڑی طاقتیں اس سیارے کو تباہ کردینے کی فکر میں تھیں۔ کئی میزائل بردار راکٹ مدار کی طرف روانہ کئے گئے تھے لیکن وہ پُراسرار سیاہ بدستور زمین کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ بلکہ خیال ظاہر کیا جارہا تھا کہ اسے تباہ کرنے کے لئے پھینکے جانے والے میزائل اس سے بہت دور رہ کر ہی پھٹ گئے تھے اور اس میں بھی اسی سیارے ہی کے کسی مخصوص نظام کا دخل تھا۔ بہرحال اس کا مطلب تھا بین الاقوامی بلیک میل۔ جس نے بھی وہ سیارہ مدار پر

پہنچایا تھا بڑی طاقتوں کو بلیک میل کر رہا تھا۔ ان کے بحری بیڑوں کا ایک ایک جہاز
کردینے کے بعد اب نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے دونوں طاقتوں کے خفیہ اڈوں کے بارے
میں بات کر رہا تھا۔ دونوں طاقتوں کے ایک ایک خفیہ اڈے کی نشاندہی کردینے کے بعد
دی تھی کہ اگر ان ممالک میں قید زیرولینڈ کے ایجنٹ رہا نہ کئے گئے تو بین الاقوامی مزا
کے سارے خفیہ اڈوں کی نشاندہی کردی جائے گی۔ اس اعلان کے بعد یہ حقیقت واضح ہو
تھی کہ وہ نامعلوم سیارہ زیرولینڈ کی تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن کہاں سے کنٹرول کیا جا
ہے۔ اس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا۔ پھر اپنی دوسری وقت کی نشریات میں اس نامعلوم ریڈیو
تیسری دنیا کے ممالک کو مخاطب کیا تھا۔ ان سے اپیل کی تھی کہ وہ زیرولینڈ سے تعا
کریں۔ اسی میں ان کی بہتری ہے۔ ساتھ ہی درخواست کی تھی کہ ان ممالک میں
زیرولینڈ کے ایجنٹ بھی رہا کردیئے جائیں۔ بہرحال فریدی کا رویہ حمید کی سمجھ سے باہر تھا
ایسے حالات میں تنہا ہی نکل کھڑے ہونا یا صرف بلیک فورس کے چند ممبران کو راز دار بنا لی
سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ پوری دنیا کا امن خطرے میں پڑ گیا تھا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ
حکومت کے توسط سے ان بڑی طاقتوں کے سفارت خانوں تک پہنچتا جو نامعلوم ریڈیو اسٹیشن
سے للکاری جارہی تھیں۔ یہ محض فنچ، سنگ، نانوتہ اور ریما کا معاملہ نہیں تھا۔ زیرولینڈ والے
اس کے اپنے ہی ملک کے کسی حصے کو ساری دنیا کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ حمید سوچ
اور اونگھتا رہا تھا۔ پھر گہری نیند سو گیا تھا۔ صبح شاید روم سروس والوں نے ہی اُسے جگایا تھا
اس نے پچھلی رات فریدی سے فون پر گفتگو کرنے کے بعد روم سروس کو ہدایت کردی تھی
بیدار ہوتے ہی اس نے فون پر فریدی سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی۔ گھنٹی بجتی رہی۔ گھڑی
دیکھی سات بج رہے تھے۔ ناممکن۔ اس نے سوچا تو پھر کیا صبح ہی صبح نکل کھڑا ہوا۔ اس کے
اپنے سابقہ تجربات کے مطابق یہ بھی ناممکن تھا کہ حمید سے دو دو بات کئے بغیر باہر چلا جاتا
خواہ اسے جگانا ہی کیوں نہ پڑتا اور جگانے کے لئے محض فون کی گھنٹی کافی ہوتی۔ اس نے
جلدی سے سلیپنگ گاؤن پہنا تھا اور اپنے کمرے سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ فریدی کے کمرے
کے سامنے پہنچا۔ دستک دینے کے بعد دروازے کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ دروازہ کھلتا چلا گیا۔

معاملے کی نوعیت پر غور بھی نہ کر پایا تھا کہ کوئی سخت سی نوکیلی چیز داہنے پہلو سے جا لگی۔

''اپنے کمرے کی طرف کپتان صاحب......!'' کسی نے سرگوشی کی۔

ریوالور اجنبی کے کوٹ سے اس کے پہلو میں چبھ رہا تھا۔

''بس اسی طرح مجھ سے لگے ہوئے چلتے رہئے۔'' ہدایت ملی۔ ''نال کے سرے پر سائیلنسر بھی موجود ہے۔ آپ خاموشی سے مرجائیں گے کپتان صاحب۔ بس چلتے رہئے۔''

چاروناچار کمرے میں آیا تھا۔ اجنبی نے دروازہ بند کرکے بولٹ کردیا۔ پستول کوٹ کی جیب سے باہر آگیا تھا اور اجنبی آنکھوں سے کوئی اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

''ناشتہ ہم کہیں اور کرلیں گے۔ آپ جلدی سے لباس تبدیل کرلیجئے۔ نہیں تکلف کی ضرورت نہیں۔ انڈرویئر آپ نے پہن ہی رکھا ہے۔ قمیض، پتلون کوٹ اور ٹائی میں اٹھائے دیتا ہوں۔ رہا بغلی ہولسٹر......تو وہ آپ کے لئے اب بیکار ہے۔''

اجنبی نے آواز بدلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ سو فیصد سنگ ہی تھا۔

''کہاں لے چلو گے......؟'' حمید نے پوچھا۔

''آپ کے مقبرے میں...... بڑے صاحب پہلے ہی اپنے مقبرے میں تشریف لے گئے۔ آپ بھی ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ لونڈے چھیڑیں گے آپ کو۔''

''بکواس بند کرو......میں کہیں نہ جاؤں گا۔''

''یہ زیادتی ہے کپتان صاحب......سخت لہجے میں گفتگو نہ کیجئے۔ میں بہت شرافت سے پیش آرہا ہوں۔''

حمید کو کمرے سے باہر نکلنا پڑا تھا۔ سنگ نے اُسے لباس تبدیل کرنے پر مجبور کردیا تھا اور اب اس سے اس طرح لگا چل رہا تھا جیسے کسی جگری دوست سے برسوں کے بعد ملنا نصیب ہوا ہو۔ باہر ایک سیاہ رنگ کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کی پچھلی سیٹ پر ایک آدمی پہلے ہی سے موجود تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ دوسرے سرے پر سرک گیا۔ سنگ نے حمید کے لئے دروازہ کھولا۔ تھوڑی دیر بعد حمید ان دونوں کے درمیان پھنسا ہوا بیٹھا تھا اور گاڑی کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑی جارہی تھی۔

"آہا......شاید ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے۔" دفعتاً سنگ بولا۔

"اگر تم کرنل پر قابو پا چکے ہو تو تعاقب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" حمید بولا۔

"کیوں......؟"

"ہم نے اپنے محکمے کو آگاہ نہیں کیا کہ ہم کہاں جارہے ہیں۔"

"بلف کررہے ہو۔" سنگ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"مت یقین کرو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن میں اس پر یقین نہیں کرسکتا کہ تم کرنل پر قابو پا چکے ہو۔"

"ابھی تم خود دیکھ لو گے......تابوت میں بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

"بکواس بند کرو۔"

"کیپٹن حمید! تم لوگ اس وہم میں نہ پڑو کہ ناقابل تسخیر ہو۔ سنگ اب تک تمہیں چھوٹ دیتا رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ بہادروں کا قدردان ہے۔"

"مسٹر سنگ ہی!" حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کرنل بھتیجا نہیں ہے۔ سب کا فادر ہے۔"

"کچھ دیر بعد تمہاری زبان بند ہوجائے گی۔ آخر تم لوگ مجھے وہاں چھوڑ کر رام گڑھ کیوں دوڑ آئے تھے۔"

"میں نہیں جانتا......صرف کرنل کے احکامات کا پابند ہوں۔"

"اس چیونٹی کے بچے نے غداری کی ہے۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ شاید اس نے میرے نام آئے ہوئے پیغام کسی طرح ڈی کوڈ کرلئے تھے۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے کسی بات کا علم نہیں۔"

"اس بار تم دونوں بقیہ زندگی کی عبرت کے لئے اپاہج کردیئے جاؤ گے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کا ذہن فریدی میں الجھا ہوا تھا۔ اگر سنگ سچ بول رہا ہے تو اس بار شاید وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوجائے۔ فنچ سے بھی پچھلی رات غلطی ہوئی تھی۔ کھلم کھلا سنگ کی مخالفت پر نہ اُترنا چاہئے تھا۔ گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کررہی تھی۔ سنگ کنکھیوں سے حمید کو دیکھے جارہا تھا۔

"لڑکی کہاں گئی؟" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"پولیس کی تحویل میں ہے۔"

"تمہارے ساتھ کیوں چلی آئی تھی۔"

"اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتی تھی۔"

"وہ دل کا مریض تھا۔"

"بلیک میل نہ کیا جاتا تو اتنی جلدی نہ مرتا۔"

"تم لوگ انگشتریوں کے راز سے واقف ہوگئے ہو۔ پھر کیوں نہ اعلان کرادیا کہ یاقوت کے نگینے نہ پہنے جائیں۔"

"ہمارا خیال ہے کہ صرف تمہارے فراہم کردہ یاقوت ہی خطرناک ہیں۔ لہٰذا ساری دنیا کو بور کرنے سے کیا فائدہ۔"

"دونوں بڑی عورتوں کی رہائی اب بے حد ضروری ہے۔"

"ہمارے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں۔"

"کچھ دنوں پہلے تمہاری تحویل میں دی گئی تھیں۔"

"اور ہم نے انہیں ایک طیارے پر سوار کردیا تھا۔ قطعی نہیں جانتے کہ وہ طیارہ کہاں کے لئے چارٹرڈ تھا۔"

"کس کمپنی کا تھا......؟"

"انٹر کانٹی نینٹل کا......!"

"فریدی جانتا ہوگا......مجھے یقین ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر سنگ ہی بولا تھا۔ "نہیں ہمارا تعاقب نہیں ہورہا ہے۔ محض شبہ تھا۔"

گاڑی سڑک چھوڑ کر ایک طرف کی ڈھلان میں اتر رہی تھی۔ راستہ خطرناک تھا۔ ڈرائیور کی ذرا سی غلطی ہلاکت خیز ثابت ہوسکتی تھی۔ حمید سختی سے دانت بھینچے بیٹھا رہا۔ پھر ایک جگہ گاڑی رک گئی تھی اور سنگ نے کہا تھا۔ "دیکھو! اس کے مقبرے پر ہم نے کتنا شاندار مجسمہ تراشا ہے۔"

حمید نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سامنے والی چٹان پر فریدی کا دیوہیکل مجسمہ کھڑا تھا۔

''اندھیری رات میں چمکتا بھی ہے۔'' سنگ بولا۔ ''اب چلو اپنے مقبرے کی طرف گاڑی سے اُتر آؤ۔''

وہ دروازہ کھول کر نیچے اُترا تھا اور اس کے پستول کی نال حمید کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ حمید کے بعد دوسرا آدمی بھی اُترا تھا۔ وہ بھی غیر مسلح نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی لانگ رینج والا اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔ وہ ایک تنگ سے درے میں داخل ہوئے۔ آگے پیچھے چل رہے تھے۔ حمید دونوں کے درمیان تھا۔ سنگ پیچھے تھا۔ حمید کو اب بھی فریدی کی فکر ستائے ہوئے تھی۔ اگر وہ پکڑا گیا ہے تو اس بار وہ لوگ ذرہ برابر بھی غفلت نہیں برتیں گے۔ کچھ دور چلنے کے بعد حمید کو اپنے مجسمے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کتنے دنوں میں تراشا گیا ہوگا۔

''یہ بھی چمکتا ہے اندھیرے میں؟'' اس نے بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر پوچھا۔ سنگ نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''تو تم اسے مذاق سمجھتے ہو۔''

''ہرگز نہیں! ہم قوم کے ہیرو ہیں۔ ہمارے مقبروں پر ہمارے بت نہ ہوئے تو آئندہ نسلوں کو ہمارے متعلق کیسے معلوم ہوگا۔''

''تمہارا آخری وقت قریب آچکا ہے۔ اس لئے میں تمہیں چہکنے سے روکوں گا نہیں۔ دائیں طرف مڑ جاؤ۔ ٹھیک ہے۔ اس درے میں داخل ہو کر چلتے رہو۔''

دوسرا آدمی درے کے باہر ہی رہ گیا تھا۔ سنگ حمید کے پیچھے اس تاریک درے میں داخل ہوا تھا اور اس نے ایک ہاتھ میں ٹارچ بھی روشن کر لی تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں دونوں آگے بڑھتے رہے۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ وہ گہرائی میں اُتر رہے ہیں اور پھر وہ ایک کشادہ جگہ پر پہنچ کر رک گئے تھے جہاں ایک پیٹرومیکس لیمپ روشن تھا اور وہاں کئی تابوت رکھے ہوئے تھے۔ ایک غیر ملکی عورت بھی نظر آئی۔ قبول صورت اور جوان العمر تھی۔ ہوسکتا ہے گریشی رہی ہو جس کا ذکر فریدی نے کیا تھا۔ اس نے حمید کو دیکھ کر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں تھیں اور سنگ سے اس کے بارے میں پوچھا۔

''کرنل فریدی کا اسسٹنٹ ہے۔'' سنگ نے خشک لہجے میں کہا۔ ''لیکن تم یہاں کیا کر رہی ہو۔''

''آخری بار اس کی شکل دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''شاید سچ مچ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''یہی سمجھ لو...... مگر میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''میں پوچھتا ہوں تم نے بغیر اجازت یہاں قدم رکھنے کی جرأت کیسے کی۔''

''پاگلوں کو مناسب اور غیر مناسب کا ہوش نہیں ہوتا چیف۔''

''چلی جاؤ یہاں سے۔''

''میری آخری التجا...... پھر کبھی نہیں کہوں گی۔''

اچھا...... یہ لو کنجی اور اس تابوت کا قفل کھول کر ڈھکنا اٹھاؤ۔''

عورت بتائے ہوئے تابوت کی طرف بڑھی تھی۔

''اس میں قفل ہے ہی کہاں۔'' اس نے تیز آواز میں کہا۔

سنگ جھپٹ کر آگے بڑھا تھا لیکن پستول کا رخ حمید ہی کی طرف تھا۔

''ڈھکنا اٹھاؤ......!'' اس نے عورت کو حکم دیا اور ڈھکنا اٹھتے ہی وہ دہاڑا تھا۔ ''خدا غارت کرے تجھے کتیا...... وہ کہاں گیا؟''

''مم...... میں کچھ نہیں جانتی چیف...... اور یہ قفل ایسے تو نہیں ہیں جنہیں تمہارے علاوہ اور کوئی کھول سکے۔''

''تجھے بتانا پڑے گا۔''

''وقت برباد نہ کرو سنگ...... تم ہوا کو گرفتار نہیں کر سکتے۔''

''لیکن تمہیں ضرور فنا کر دوں گا۔''

''یہ بھی ناممکن ہے سنگ۔'' داخلے کے راستے کی طرف سے آواز آئی اور یہ فریدی ہی کی آواز تھی۔ اس نے پھر کہا تھا۔ ''اپنا پستول زمین پر ڈال دو۔ تم میرے مشین پستول کی زد پر ہو۔''

سنگ نے خاموشی سے پستول زمین پر ڈال دیا جسے حمید نے جھپٹ کر اٹھا لیا تھا۔

تاریک راستے سے پھر آواز آئی۔ ''بس کیپٹن حمید اسے باہر نکال لاؤ۔''

''چلو......!'' حمید نے پستول کو جنبش دی۔ سنگ آگے بڑھا۔ دفعتاً پھر آواز آ

''اب آپ استاد بن خان سے ٹھمری سنئے۔''

''آجا آجا...... نہ جا پردیس رے...... آجا آجا...... نہ جا......!''

حمید نے اس کی جیب سے ٹارچ بھی نکال لی تھی۔ سنگ آگے بڑھتے بڑھتے رک
بولا۔ ''یہ کیا ہونے لگا۔''

''چلو...... چلو دیکھیں کیا چکر ہے۔'' حمید تاریک دراڑ میں ٹارچ کی روشنی ڈالتا
بولا۔ پھر انہیں وہ چیز نظر آگئی جس سے ٹھمری نشر ہو رہی تھی۔ یہ ایک کیسٹ پلیئر تھا۔

''استاد سنگ......!'' دفعتاً حمید بولا۔ ''یہ لو اپنا پستول...... میں لعنت بھیجتا ہوں اس
ملازمت پر...... کیا میں قربانی کا بکرا ہوں۔''

سنگ اس کی طرف مڑ کر اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''تم خود سوچو۔''

''نہیں...... میں تنگ آ گیا ہوں اس آنکھ مچولی سے۔'' حمید بولا۔

کیسٹ پلیئر سے ٹھمری بدستور جاری تھی۔ سنگ نے حمید سے پستول لے کر جیب میں
ڈال لیا تھا اور کیسٹ پلیئر کو روک کر ٹیپ کو ریوائنڈ کرنے لگا تھا۔ اُسے دوبارہ چلایا تو فریدی
کی آواز آئی تھی۔ ''یہ بھی ناممکن ہے سنگ......!''

''سوال تو یہ ہے کہ وہ نکل کیسے گیا......!'' سنگ جھنجھلا کر بولا۔

''اور اس کیسٹ پلیئر کی موجودگی بتاتی ہے کہ یہیں کہیں آس پاس ہی موجود ہیں۔''
حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''یہ کتیا ضرور جانتی ہوگی۔'' سنگ نے آہستہ سے کہا۔ ''اس پر بُری طرح مرتی ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ وہ قابو میں کیسے
آئے تھے۔''

''تمہارے نام پر کمرے کا دروازہ کھلوایا تھا۔ فلائنگ ہائپو کے ذریعے بیہوشی کا انجکشن
دے کر میرے آدمی یہاں اٹھا لائے تھے۔''

''اور یہ عورت ان کے ساتھ تھی۔''

''مجھے تفصیل کا علم نہیں۔ بہرحال کچھ دیر پہلے وہ اسی تابوت میں بیہوش پڑا تھا۔''

''بہرحال اب تم پر دو طرف سے حملہ ہوگا فنچ سے بگاڑ کر اچھا نہیں کیا تم نے۔''

''تم تو بالکل ہمدردوں کے سے انداز میں گفتگو کر رہے ہو۔'' سنگ کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''میں تمہارا پستول واپس کر چکا ہوں۔''

''مجھ سے مکاری نہیں چلے گی کیپٹن حمید۔''

''تمہاری مرضی۔'' حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

''تم بہرحال میرے قیدی ہو۔''

''مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن تنہا نہیں رہوں گا۔ ایسی ہی کوئی لڑکی بھی ہونی
چاہئے۔'' حمید نے گریشی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

''ادھر دیکھو......!'' دفعتاً سنگ تابوتوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ حمید مڑا ہی تھا کہ
سنگ کی زوردار لات اس کی کمر پر پڑی اور وہ گریشی کو بھی ساتھ لیتا ہوا تابوتوں کے پاس
آپڑا۔ وہ کراہ رہی تھی اور روہانسی آواز میں بولی تھی۔ ''اوہ...... زرد فام سُوّر...... خدا تجھے
غارت کرے۔'' پھر عجیب طرح کی آواز اس غار کی محدود فضا میں گونجی تھی اور نکاسی کے
راستے پر اوپر سے ایک چٹان پھسل آئی تھی۔

راستہ مسدود ہو چکا تھا۔ حمید نے طویل سانس لی اور گریشی کی طرف دیکھنے لگا۔

''یہ تمہارا مقبرہ ہے۔ ہاں تمہارا ہی ہے کیونکہ اوپر والا بت تمہیں سے مشابہت رکھتا ہے۔''

''تو پھر تم کہاں سے گھس آئیں میرے مقبرے میں۔''

''ناراض ہونے کی ضرورت نہیں خوبصورت آدمی۔ ابھی وہ آئے گا اور مجھے اپنے
مقبرے میں لے جائے گا اور تمہارے لئے کوئی اور آئے گی۔''

''یعنی کہ میں تنہا نہ رہ سکوں گا مقبرے میں بھی۔''

''کیا تم اسے اپنی خوش قسمتی نہیں سمجھو گے کہ ایک عورت بھی تمہارے ساتھ دفن کی
جائے گی۔''

’’مجھے عورت کے ساتھ دفن ہونے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن دفن کرنے سے پہلے
کی زبان کاٹ دی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔‘‘

’’بھلا گونگی عورت کس کام کی...... تم یقیناً پاگل ہو۔‘‘

’’اچھا بس...... اب خاموش رہو۔ میں ذرا ان تابوتوں کا جائزہ لوں گا۔ ایک مقبرہ
میں ایک سے زیادہ تابوت برداشت نہیں کرسکتا۔‘‘

دوسرے تابوت مقفل نہیں تھے۔ حمید ایک ایک کا ڈھکنا اٹھاتا پھرا۔ سب کے سب
خالی تھے۔ آخر میں ایک بچ رہا۔ جو فرش سے ملا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے زمین پر
نصب ہو۔ اس کا ڈھکنا اٹھاتے ہی سیڑھیاں نظر آئی تھیں۔ لیکن چار سیڑھیوں کے بعد گہری
تاریکی تھی۔

’’چلو...... چلو...... ٹارچ ہے نا تمہارے پاس...... اتر چلو۔ میں تمہیں اپنے ڈیڈی
سے ملواؤں گی۔‘‘

’’خدا کی پناہ! تم ہی کیا کم تھیں کہ ڈیڈی کو بھی اسی مقبرے میں اٹھا لائیں۔ یہ مقبرہ ہے
یا سسرال......!‘‘

’’چلو...... فضول باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میرا اسسٹنٹ بہت
بکواس کرتا ہے۔‘‘

’’وہ ہے کہاں......؟‘‘

’’شاید ڈیڈی ہی کے کمرے میں ہو۔‘‘

’’تمہاری چھوٹی بہن بھی تو نہ ہوگی وہاں۔‘‘

’’میری کوئی چھوٹی بہن نہیں ہے...... چلو...... ڈرو مت......!‘‘ پھر وہ خود ہی تابوت
میں داخل ہو کر سیڑھیوں پر اتر گئی تھی۔ حمید نے عقب سے ٹارچ کی روشنی ڈالی اور کسی قدر
متفکرانہ انداز میں تابوت میں داخل ہو گیا۔ اٹھارہ زینے طے کر کے وہ نیچے پہنچے تھے۔ فرش پر
پرانا قالین نظر آیا۔ سامنے ہی ایک میز دکھائی دی جس پر ایک سالخوردہ ٹائپ رائٹر رکھا ہوا تھا
جس پر جابجا مکڑیوں کے جالے دکھائی دیتے تھے اس کے قریب ایک بڑا سا چوہا بیٹھا انہیں

گھورے جا رہا تھا۔ ایک چوہا فرش پر دکھائی دیا۔ عجیب سا ماحول تھا...... اور سب سے زیادہ
دہشت ناک وہ انسانی کھوپڑی تھی جو ٹائپ رائٹر پر رکھی ہوئی تھی۔

’’یہ ڈیڈی کی کھوپڑی ہے۔‘‘ گریشی حمید کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔ ’’وہ بہت
بڑے سائنسدان تھے۔ انہوں نے راکٹوں کے لئے ایک خاص قسم کا ٹھوس ایندھن دریافت
کیا تھا۔ صرف پانچ پونڈ ایندھن تمہیں چاند پر پہنچا دے گا۔‘‘

’’لل...... لیکن کھوپڑی......!‘‘ حمید ہکلایا۔

’’یقین کرو...... یہ میرے ڈیڈی کی کھوپڑی ہے۔ وہ یہیں رام گڑھ میں تجربات
کر رہے تھے۔ رام گڑھ کی پہاڑیاں اس ٹھوس ایندھن سے اٹی پڑی ہیں۔ انہوں نے ان کے
لئے کام کیا اور جب چھٹی مانگی تو ان کی گردن کاٹ دی گئی۔ یہ سب کچھ میری آنکھوں کے
سامنے ہوا تھا۔ لیکن میں سب کچھ پی گئی۔ اگر ایسا نہ کرتی تو تنظیم سے غداری کی مرتکب
ٹھہرائی جاتی۔ وہاں نہ کوئی کسی کا باپ ہے اور نہ کوئی کسی کی بیٹی سب تنظیم کے کل پرزے
ہیں۔ لیکن کیا میرے دل نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ نہیں...... نہیں...... میں ان کے خون کی
پیاسی ہوں۔ میں اس کھوپڑی میں ان کا جیتا جیتا خون ضرور بھروں گی۔‘‘

’’انہوں نے تمہیں یہاں کیوں آنے دیا۔‘‘

’’ڈیڈی کے قتل کے بعد پہلی بار آئی ہوں۔ فریدی مجھے لایا تھا پھر خود غائب ہو گیا۔‘‘

’’لیکن وہ تو تابوت میں تھے۔‘‘

’’وہ کوئی اور تھا فریدی نہیں تھا۔ فریدی تو میرے ساتھ تھا۔ پھر اس نے اپنے ہم شکل کو
تابوت سے نکالا اور اس سمیت کہیں غائب ہو گیا۔‘‘

’’تم سنگ ہی کے ماتحت ہو۔‘‘

’’وہ زرد فام دوغلا کتا یہاں ہمارا چیف ہے۔ تنظیم کی ساری عورتیں اس پر لعنت بھیجتی
ہیں لیکن کسی میں اتنی جرأت نہیں کہ اپنی آواز بڑی عورت تک پہنچا سکے۔ بڑی عورت اس کی
حرکتوں سے ناواقف ہے ورنہ اب تک موت کی آغوش میں جا سویا ہوتا۔‘‘

’’میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے۔ اب کہیں اور چلو۔‘‘

''اب کہاں چلوں...... میں نہیں جانتی کہ اس تہہ خانے کے بعد کیا ہے۔''

''مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں سے سیارے کو کنٹرول کیا جارہا ہے۔''

''کیسا سیارہ......؟'' گریشی نے حیرت سے کہا۔ ''میں نہیں سمجھی۔''

''مطلب یہ کہ اصل کام کہاں ہو رہا ہے۔''

''اصل کام تو اسی دن ختم ہوگیا تھا جب میرے باپ کا قتل ہوا تھا۔''

''تو کیا اب ان پہاڑوں سے ٹھوس ایندھن نہیں نکالا جارہا۔

''میں نہیں جانتی...... یہاں تو اب تم دونوں کے قتل کا سامان ہو رہا ہے۔ تمہاری کھوپڑیاں بھی ٹائپ رائٹر پر سجادی جائیں گی۔''

''کیا کرنل اپنے ہم شکل سمیت اسی تابوت میں اترے تھے۔''

''یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔ اُسے دیکھ کر میں اپنے حواس کھو بیٹھتی ہوں۔''

❖

سرحد کے نقلی محافظوں نے اس بڑے بندر کو دیکھ لیا تھا اور اسے پکڑنے یا ہلاک کردینے کے لئے دوڑ پڑے تھے۔ انہیں اس کے لئے خصوصی ہدایات ملی تھیں۔ جیسے ہی آس پاس کوئی بندر دکھائی دے اُسے یا تو گولی ماردی جائے یا پکڑلیا جائے۔ بندر نے نشیب میں چھلانگ لگائی اور ایک پتلی سی دراڑ میں گھستا چلا گیا۔ ایک محافظ نے دراڑ میں فائر کئے تھے۔ بندر چٹان سے چپک کر کھڑا ہوگیا اور گولیاں شاید اس سے صرف ایک انچ کے فاصلے سے گزرتی چلی گئی تھیں۔ پھر وہ واپس چلے گئے تھے۔ دراڑ بالکل تاریک اور اتنی تنگ تھی کہ کسی نے اس میں گھسنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ بندر آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا دوسری طرف جارہا تھا لیکن کچھ دور چلنے کے بعد راستہ مسدود نظر آیا۔ وہ دوسری طرف نہیں جاسکتا تھا۔ اب اس نے پھر آگے کی طرف کھسکنا شروع کیا۔ دراڑ کے سرے پر پہنچ کر اس نے سر نکالا تھا اور چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔ دور دور تک کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ وہ پھر کھلے میں نکل آیا اور

ایک چٹان پر چڑھنے لگا۔ اس طرف کے پہاڑ بنجر نہیں تھے۔ جگہ جگہ سفیدے کے قد آور درخت نظر آئے۔ کچھ تو اتنے گھنے تھے کہ وہ خود کو بخوبی چھپا سکتا تھا۔ اس طرح دوڑائے جانے پر اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ پہچانا جاچکا ہے۔ لہٰذا اب وہ جلد از جلد اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ یہ ٹھکانہ ایک چھوٹا سا غار تھا جہاں پر اس نے کھانے پینے کا بھی کسی قدر سامان اکٹھا کیا تھا۔ اسی سامان میں ایک مشین پستول اور اس کا ایمونیشن بھی شامل تھا۔ وہ کچھ دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا تھا۔ پھر اپنی کھال اتاردی تھی۔ کھال کے نیچے بلٹ پروف بھی موجود تھا۔ محفوظ کی ہوئی غذا کا ایک ڈبہ کھولا اور آہستہ آہستہ کھانے لگا۔ ویسے اس کے کان ہلکی سے ہلکی آہٹ پر لگے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خطرے کی بو پا کر بھڑک اٹھے گا۔ درندگی کے عہد کا کوئی ننھا سا آدمی لگ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے سچ مچ کسی کی آہٹ سنی اور ڈبے کو چھوڑ کر مشین پستول سنبھال لیا اور غار کے دہانے کے ایک طرف ہوگیا۔

''دوست'' باہر سے آواز آئی۔ اس نے مشین پستول کی نال جھکالی۔ دوسرے ہی لمحے میں فریدی غار میں داخل ہوا تھا۔

''جلد ہی واپسی ہوگئی تمہاری۔'' فریدی بولا۔ ''شاید میں نے فائروں کی آوازیں بھی سنی تھیں۔''

''ہاں......وہ میرے تعاقب میں تھے۔'' فنچ بولا۔ ''شمالی مغربی حصہ کڑے پہرے میں ہے۔ پرندہ بھی اُدھر سے پرواز کرتا ہے تو انہیں علم ہوجاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی آلہ نشاندہی کردیتا ہے۔''

''مشرقی حصہ تو سنسان ہے۔''

''جو کچھ بھی ہے شمالی مغربی ہی حصے میں ہے۔'' فنچ بولا۔ ''چند لمحے خاموشی سے فریدی کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''کرنل یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ اتنی بڑی بڑی مہمات تنہا سر کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔''

''میرا اب تک کا ریکارڈ اندازے کی غلطیوں سے پاک ہے۔ محض اسی لئے کہ جب تک واضح ترین ثبوت ہاتھ نہیں آتے میں محکمے کو رپورٹ نہیں دیتا۔ ظاہر ہے ایسی صورت

میں افرادی امداد کیسے لے سکوں گا۔"

"آپ کا طریق کار نرالا اور بے حد خطرناک ہے۔"

"شروع ہی سے میرا یہی رویہ رہا ہے۔"

"پتا نہیں انہوں نے کیپٹن حمید کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہو۔"

"دیکھیں گے۔" فریدی نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

"تو پھر آج شب کو شمالی مغربی حصے کی رہی۔" فنچ بولا۔

"ہاں......آج ادھر ہی......تم نے لڑکی کا کیا کیا۔"

"محفوظ ہاتھوں میں ہے......اگر میں نے تین دن تک اس کی خبر نہ لی تو وہ متعلقہ سفارت خانے میں پہنچا دی جائے گی۔" فنچ بولا۔ "اور وہ لڑکی جو آپ سے ٹکرائی تھی......؟"

"وہ بھی ایک مظلوم لڑکی ہے اور ان سے انتقام لینا چاہتی ہے۔ انہوں نے مجھ پر ہاتھ ڈالنے کے لئے اُسے چارہ بنایا تھا لیکن اب وہ میرے ہی لئے کام کر رہی ہے۔"

"آپ لوگ ہیں ہی خوش قسمت! اب مجھے دیکھئے۔ رہائی کس نے دلائی اور کام کر کے آ رہا ہوں۔"

وہ دونوں تابوت والے غار میں واپس آ گئے تھے اور کیپٹن حمید ایک طرف بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ دفعتاً گریشی بولی۔ "تم لوگ اول درجے کے احمق ہو۔"

"کس سے اطلاع ملی تم کو۔" حمید چونک کر بولا۔

"تمہاری زمینیں معدنی دولت سے مالا مال ہیں لیکن تم لوگ خود اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ دوسرے فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

"سارے ترقی پذیر ممالک کا یہی حال ہے۔ ہم اپنے وسائل سے کام نہیں لے سکتے۔"

"پتا نہیں اب تک کتنا ٹھوس ایندھن یہاں سے نکل کر باہر چلا گیا ہوگا۔"

"فی الحال میں قوم کا غم نہیں پالنا چاہتا۔ اس لئے خاموش رہو۔"

"کیا تم اس زرد فام کتے کو قابو میں نہیں کر سکتے؟" اس نے حمید سے پوچھا۔

"گھن آتی ہے اسے ہاتھ لگاتے ہوئے۔ کسی جونک کی طرح لجلجا ہے۔"

دفعتاً اسی تابوت کا ڈھکنا آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا جس سے گزر کر وہ تہہ خانے کے نچلے حصے میں پہنچے تھے۔ گریشی سہم کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ حمید جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔ سنگ اس تابوت سے برآمد ہو کر ان کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

"تم کیا کہہ رہی تھیں ابھی؟" اس نے گریشی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ بھی کہا تھا اس کا مناسب جواب پا گئی تھی اس لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" حمید نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"کیا تم مرنا ہی چاہتے ہو کیپٹن......؟"

"فی الحال تو ارادہ نہیں ہے۔"

"تو پھر جینے کی ڈھنگ اختیار کرو۔"

"اس سلسلے میں تمہاری راہنمائی کا منتظر ہوں۔"

"یہاں تو کام کئے بغیر روٹی نہیں ملے گی۔ ہمارا ایک مزدور اچانک حادثے کا شکار ہو کر مر گیا ہے۔ تم اس کی جگہ لو گے۔"

"کام کی نوعیت کیا ہوگی؟"

"ہم نے یہاں ٹھوس ایندھن کی کانیں دریافت کی ہیں۔ کانکنی ہو رہی ہے۔ تم بھی اسی کام پر لگائے جاؤ گے۔"

"ٹھیکہ لیا ہے تم نے۔"

"ٹھیکہ......!" سنگ طنزیہ ہنسی کے ساتھ بولا۔ "اپنی زمینوں کا بھی ٹھیکہ ہوتا ہے کہیں۔ زمین کسی کی ملکیت نہیں۔ جو بھی کچھ یہاں دریافت کرلے وہ اسی کا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔"

''اور یہ......؟'' حمید نے گریشی کی طرف دیکھا۔

''اس نظام کائنات میں ایسی ساری زمینیں صرف میری ہیں۔''

''کیا میں مرگیا ہوں......آخر تم خود کیا سمجھتے ہو۔''

''میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ ہرگز نہیں جاؤں گی۔'' گریشی دونوں ہاتھ پھیلا کر چیخنے لگی۔

ٹھیک اسی وقت سنگ نے کوئی چیز حمید کی طرف پھینکی تھی جو آستین کو چھیدتی ہوئی اس کے بازو میں پیوست ہوگئی۔ سسکاری لے کر حمید نے اس چیز پر ہاتھ رکھ دیا۔ ربڑ کی پلپلی گولی اس کی چٹکی میں دبی ہوئی تھی اور اسے محسوس ہورہا تھا جیسے بازو کے گوشت کو رائفل کی گولی چھید گئی ہو۔

''فف......فلائنگ ہائیو......!'' وہ کراہتا ہوا گرا اور بیہوش ہوگیا۔

فنچ نے بندر کی کھال دوبارہ پہن لی تھی اور دوربین اٹھا کر غار سے باہر نکلنے ہی والا تھا کہ عجیب طرح کا شور سنائی دیا۔ فریدی بھی چونک کر شور کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

''ذرا دیکھنا......کیا ہے۔'' اس نے فنچ سے کہا اور اپنے مشین پستول کا میگزین چیک کرنے لگا۔ فنچ باہر چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو اس کی سانس پھول رہی تھی۔

''انہوں نے دوسرا جال بچھایا ہے آپ کے لئے۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

''کیا بات ہے صاف صاف کہو۔''

''کیپٹن حمید کی ٹانگوں میں رسی باندھ کر برف پر کھینچتے پھر رہے ہیں۔''

فریدی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دونوں غار سے باہر آئے اور ایک چٹان کی اوٹ سے ڈھلان میں جھانکنے لگے۔ نیچے وہی کچھ ہورہا تھا جس کی اطلاع فنچ نے دی تھی۔ وہ کئی آدمی تھے اور ان میں سنگ ہی دور سے پہچانا جاسکتا تھا۔ حمید کی چیخیں نکل کر فضا میں منتشر ہورہی تھیں۔

''تم ادھر......اس چٹان کے پیچھے جاؤ۔'' فریدی نے فنچ سے کہا۔ ''اور ان پر فائرنگ

شروع کردو......میں ادھر سے دیکھوں گا۔''

''فائرنگ میں خطرہ ہے کرنل۔ یہ مشین پستول ہے کہیں کوئی گولی کیپٹن ہی پر نہ پڑجائے۔''

''یہ لو ریوالور......!'' فریدی نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر فنچ کی طرف بڑھا دیا ''اور یہ کچھ مزید راؤنڈز......جیسے ہی وہ رینج میں آئیں فائر کردینا۔''

فنچ ریوالور لے کر بتائی ہوئی چٹان کی طرف رینگ گیا اور پھر جیسے ہی اس نے محسوس کیا کہ فائرنگ کارگر ہوسکے گی ٹریگر پر دباؤ ڈال دیا۔ ان میں سے ایک آدمی اچھل کر دور جا پڑا۔ دوسرا فائر کیا......ایک اور گرا اور پھر وہ سب حمید کو وہیں چھوڑ کر بڑے پتھروں کی اوٹ میں پوزیشن لینے لگے۔ اب فنچ نے مشین پستول سنبھال لیا تھا لیکن فریدی والی سائیڈ سے ابھی تک ایک بھی فائر نہیں ہوا تھا۔ فنچ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ کیپٹن حمید برف پر اوندھا پڑا تھا شاید پھر بے ہوش ہوگیا تھا۔ دفعتاً سنگ کی آواز سنائی دی ''تم جو کوئی بھی ہو خود کو ہمارے حوالے کردو......ورنہ کیپٹن حمید کا جسم چھلنی کردیا جائے گا۔''

فنچ تیزی سے فریدی کے پاس پہنچا تھا اور بولا۔ ''میں جارہا ہوں کرنل۔''

''نہیں......تم نہیں۔''

''یہی مناسب ہے۔ تم آزاد ہو تو ہمیں اپنی رہائی کی اُمید بھی رہے گی۔ اب میری کھال کی حفاظت تمہارے ذمہ۔'' فنچ نے کہہ کر بڑی پھرتی سے بندر کی کھال اتاری تھی اور فریدی کے حوالے کرتا ہوا بولا۔ ''یہ لو اپنا سروس ریوالور بھی سنبھالو۔''

اس کے بعد وہ پھر اسی پوزیشن پر پہنچا تھا جہاں سے فائر کئے تھے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے نیچے اترنے لگا تھا۔ ایک ہاتھ میں مشین پستول تھا۔ اسی طرح وہ حمید کے پاس جا کھڑا ہوا۔ لیکن کسی طرف سے بھی کوئی سامنے نہ آیا۔

''اوہو......تو یہ تم ہو......گنجی مرغی کی اولاد......!'' کسی جانب سے سنگ کی آواز آئی۔ ''اچھی بات ہے......حمید کو ہوش میں لاؤ اور شمال کی طرف چل پڑو۔''

فنچ نے مشین پستول ایک طرف رکھ دیا اور حمید کو سیدھا کرنے لگا۔ بدقت کامیابی ہوئی۔ حمید کا چہرہ نیلا پڑ گیا تھا اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

''اس کی بائیں جیب میں ایک سربند ٹیوب موجود ہے۔'' سنگ کی آواز آئی۔

''اُسے کھولو اور اس کا سیال اس کے حلق میں ٹپکا دو...... ہوش آ جائے گا۔''

فنچ نے حسب ہدایت ٹیوب حمید کی جیب سے نکالا اور منہ کھول کر حلق میں بھورے رنگ کا سیال انڈیل دیا۔ خرخراہٹ کے ساتھ سیال حلق کی نالی سے گزر گیا۔ فنچ نے چاروں طرف نظریں دوڑائی تھیں پھر اسی جانب دیکھنے لگا تھا جدھر سے سنگ کی آواز آتی رہی تھی۔

''ہوش آتے ہی...... شمال کی جانب......!'' سنگ کی آواز پھر آئی۔ فنچ نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر مشین پستول اٹھا لیا۔

''ذرا سی غلطی تمہیں بھی چھلنی کر دے گی۔ سؤر کے بچے۔'' سنگ کی آواز آئی۔ ''تمہاری کھوپڑی پر بلٹ پروف نہیں ہے۔''

یہ حقیقت بھی تھی۔ فنچ ننگے سر تھا۔ اس نے مشین پستول وہیں ڈال دیا جہاں سے اٹھایا تھا۔ حمید کے جسم میں جنبش ہوئی تھی اور وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا تھا۔

''تت...... تم......!'' وہ فنچ کو دیکھ کر ہکلایا۔ ''وہ لوگ کہاں ہیں۔''

''خاموشی سے اٹھو اور شمال کی طرف چل پڑو۔''

''کک...... کیوں......؟''

''یہی کہا گیا ہے۔''

''تو تم بھی پھنس گئے۔''

''پرواہ مت کرو۔'' چلتے وقت فنچ نے اپنا مشین پستول اٹھانا چاہا تھا لیکن اسے روک دیا گیا۔ سنگ کی آواز آئی تھی۔ ''اسے وہیں پڑا رہنے دو۔''

''یہ کہاں سے بول رہا ہے؟''

''پتا نہیں...... میں نے اوپر سے ان پر فائرنگ کی تھی۔ سب ادھر اُدھر جا چھپے اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں خود کو ان کے حوالے کر دوں ورنہ وہ تمہیں چھلنی کر دیں گے۔''

شمال کی طرف چڑھائی پر حمید کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

پھر حمید اُسے گریشی کے بارے میں بتانے لگا تھا۔ فنچ نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''اگر

یہ بات ہے تو یقینی طور پر وہ سیارہ یہیں سے مدار پر پہنچایا گیا ہوگا۔ کہیں نہ کہیں ان کا لانچنگ پیڈ بھی موجود ہوگا۔ خوب! یہ تو بڑی عجیب خبر ہے۔ تمہاری حکومت ٹھوس ایندھن کے ذخائر سے بے خبر ہے اور دوسرے لوگ ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔'' حمید کچھ نہ بولا۔ کہتا بھی کیا۔

''کیا کرنل کو بھی اس کا علم ہے؟'' فنچ نے پوچھا۔

''شاید گریشی انہیں بھی بتا چکی ہے۔''

''تو پھر شاید اسی لئے انہوں نے میرے ہاتھ میں دوربین تھما دی تھی۔ لیکن شمال مغرب کے پہرے دار پوری طرح چوکس ہیں اور شاید ادھر انہوں نے کوئی الیکٹرونک آلہ بھی لگا رکھا ہے جو انہیں غیر معمولی نقل و حرکت سے آگاہ کر دیتا ہے۔''

''کیا وہ یہاں موجود ہیں۔''

فنچ کچھ نہ بولا۔

اوپر پہنچے ہی تھے کہ تین مسلح آدمیوں نے انہیں نرغے میں لے لیا اور ایک طرف لے چلے۔ سنگ ہی ان میں موجود نہیں تھا۔

چلتے چلتے ایک بار پھر حمید لڑکھڑا کر گرا تھا اور فنچ نے محافظوں سے درخواست کی تھی کہ وہ کچھ دیر کیلئے رک جائیں۔ درخواست منظور کر لی گئی تھی اور فنچ نے حمید کو اٹھا کر بٹھا دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سفر شروع ہوا تھا۔ فنچ محسوس کر رہا تھا کہ ان کا رخ شمال کی طرف ہے۔ پھر چلتے چلتے سورج غروب ہونے لگا تھا۔ حمید کی حالت ابتر تھی۔ فنچ اس کا حوصلہ بڑھاتا جا رہا تھا۔ ابھی کسی قدر اجالا ہی تھا کہ وہ ایک گہری وادی میں اترنے لگے۔

''آہا......!'' فنچ آہستہ سے بولا۔ ''تو انہوں نے نومینس لینڈ پر قبضہ جما رکھا ہے۔''

''تو پھر ہماری طرف ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' حمید بولا۔

''ٹھوس ایندھن تو تمہاری ہی پہاڑیوں سے نکالا جا رہا ہے۔ ذرا اُدھر دیکھنا داہنی جانب۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ رہا ان کا لانچنگ پیڈ۔ فی الحال خالی پڑا ہے لیکن راکٹ یہیں سے پھینکا گیا ہوگا۔ ایندھن کی کانوں کے قریب ہی اس کا تجربہ زیادہ مہنگا نہ پڑا ہوگا۔''

''تو پھر کنٹرولنگ اسٹیشن بھی یہیں کہیں ہوگا اور وہاں سے ایندھن لانے کے لئے ریل

کی پٹریاں ڈالنی پڑی ہوں گی اور پہاڑوں میں طویل سرنگیں کھودے بغیر یہ ناممکن ہے۔"

"ان اطراف میں افلاس زیادہ ہے اس لئے مزدور بہ آسانی مل گئے ہوں گے۔"

اونچے اونچے پہاڑوں سے گھری ہوئی یہ ایک سرسبز وادی تھی۔ کچھ ایسی عمارتیں آرہی تھیں جیسے یہ فوج کی چھاؤنی ہو۔ درمیان میں ایک بڑی گنبد نما عمارت بھی دکھائی جس کے اوپر لاسلکی ایریل نصب تھا۔

لیکن یہ لوگ عمارتوں کی طرف نہیں لے جائے جارہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد خیموں ایک بستی میں داخل ہوئے۔ چاروں طرف مشعلیں روشن تھیں اور ایک جگہ بڑا سا الاؤ جل تھا۔ لوگ اس طرح اس کے گرد حلقہ کئے بیٹھے تھے جیسے وہاں کوئی تقریب برپا ہونے ہو۔ انہیں بھی ایک طرف بٹھا دیا گیا۔ پھر کئی ڈھول پیٹے جانے لگے تھے اور نفیریاں بجنے تھیں۔ کئی جوڑے الاؤ کے پاس سے ہٹ کر ناچنے لگے۔ ان دونوں کیلئے کسی قسم کا مشروب لایا گیا تھا جس نے حیرت انگیز طور پر ان کی تھکن رفع کردی۔ خیموں سے بہتیرے لوگ نکل آگئے۔ پھر ایسی اچھل کود شروع ہوگئی تھی جیسی ہالی وڈ کی جنگلی فلموں میں نظر آتی ہے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" حمید نے فنچ سے پوچھا۔

"اس حد تک ان لوگوں سے واقف نہیں ہوں پتا نہیں کیا چکر ہے۔"

ٹھیک اسی وقت سنگ کی آواز آئی۔ "اب تم لوگ دائرہ بنا کر کھڑے ہو جاؤ۔ تمہیں بندر کا ناچ دکھاؤں گا۔"

محافظوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر فنچ کا گریبان پکڑ لیا اور اسے دھکیلتا ہوا میدان میں لایا۔ پھر کسی طرف سے سنگ نمودار ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چمڑے کا لمبا چابک تھا۔ اس نے چابک والا ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "موسیقی۔" ڈھول پھر پیٹے جانے لگے نفیریاں بجنے لگیں۔ چابک فنچ کی طرف لپکا تھا۔ وہ چھلانگ لگا کر خود کو بچا لے گیا۔ مجمع مچا رہا تھا۔ قہقہے لگا رہا تھا۔ تالیاں پیٹ رہا تھا۔ سنگ نے پھر چابک گھمایا لیکن فنچ غافل نہیں تھا۔ حمید کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے جنہیں کھول دینے کے لئے وہ دیر زور لگا رہا تھا اور اسے اپنی کلائیاں کٹتی ہوئی سی معلوم ہو رہی تھیں۔ اچانک ایک بار فنچ

ایسی چھلانگ لگائی کہ سنگ ہی کے منہ پر آرہا۔ سنگ الٹ گیا تھا۔ فنچ اس کے سر پر ٹھوکر مارتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ سنگ ہی نے چابک پھینک دیا۔ اب اس کے داہنے ہاتھ میں لمبے پھل والا چاقو چمک رہا تھا۔ حمید کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ چاقو زنی میں سنگ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ فنچ ایکے پلٹا تو اس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" حمید چیخا۔ "بھاگ جاؤ۔"

"بھاگنا میرا شیوہ نہیں ہے۔" فنچ نے جواب دیا تھا اور پھر اچھل کر سنگ کے سر پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔ سنگ نے پھرتی سے وار بچا کر خود بھی وار کیا تھا لیکن فنچ جھک کر دور جا پڑا۔ سنگ اس کی طرف لپکا لیکن وہ اٹھا تھا اور ڈنڈا ٹیک کر چھلانگ لگائی تھی اور سنگ کے اوپر سے گزرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا تھا۔ مجمع بُری طرح شور مچا رہا تھا اور سنگ ہی کی حالت قابل دید تھی۔ شاید اس سے پہلے کبھی اُسے اس قدر زچ نہیں ہونا پڑا تھا۔ حمید نے محافظ کو دوسرے سے کہتے سنا۔ "یہ بونا تو غضب ڈھا رہا ہے۔ چیف کے ہاتھ آگیا تو قیمہ کر کے رکھ دے گا۔"

"پہلے مردود کا غرور خاک میں ملائے دے رہا ہے۔ بیٹا بندر کا ناچ دکھانے چلے تھے۔" دوسرا بولا۔ حمید نے اندازہ لگالیا کہ سنگ اپنے آدمیوں میں مقبول نہیں ہے۔ وہ اس سے خار کھاتے ہیں اور اس کی ہزیمت پر خوش ہو رہے ہیں۔ یہ ایک اچھی علامت تھی۔ لیکن اب کیا ہوگا۔ وہ اس بھیڑ میں آ پھنسے ہیں۔ پتا نہیں فریدی پر کیا گزری ہو۔ فنچ نے اسے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

دوسری طرف فنچ نے تہلکہ مچا رکھا تھا۔ اس کے گرد مجمع کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا تھا۔ وہ جب بھی اپنے ڈنڈے سمیت جھپٹتا لوگ پیچھے ہٹتے چلے جاتے۔ ساتھ ہی تحسین آمیز نعرے بھی لگاتے۔ شاید سنگ ہی کی جھنجھلاہٹ اپنی آخری حدیں چھو رہی تھی۔ دفعتاً اس نے پھر چابک اٹھا لیا۔ اب اس کے دائیں ہاتھ میں چاقو اور بائیں ہاتھ میں چابک۔ ایک بار فنچ کی پسٹ ٹانگ چابک کی لپیٹ میں آ ہی گئی۔ سنگ نے دائیں ہاتھ سے چاقو کا وار کیا ہی تھا کہ فنچ کا ڈنڈا چابک والے ہاتھ پر پڑا۔ پوزیشن میں تبدیلی کی بناء پر سنگ کا حملہ ناکام رہا تھا۔

اب صورت یہ تھی کہ چابک فنچ کے بائیں ہاتھ میں تھا اور ڈنڈا دائیں ہاتھ میں۔ مجمع نے پھر آسمان سر پر اٹھالیا۔

ٹھیک اسی وقت عجیب قسم کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور پوری وادی میں تیز قسم کی رو پھیل گئی۔ پھر کچھ اور ہی طرح کا شور مچ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی تباہی نازل ہو ہو۔ ایک سمت سے کچھ پہرے دار دوڑے آئے تھے۔ ان میں سے کسی نے چیخ کر کہا

''ٹھوس ایندھن کے ذخیرے میں آگ لگ گئی ہے۔''

''ناممکن......!'' سنگ حلق پھاڑ کر دہاڑا اور فنچ کو وہیں چھوڑ کر ایک طرف دوڑتا گیا۔ سبھی بھاگ رہے تھے۔ وہ شور تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ حمید کے محا بھی بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ پوری وادی تیز قسم کی روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔ فنچ جھپٹ حمید کے پاس پہنچا اور اس کے ہاتھوں سے رسیاں کھولنے لگا۔

''یہ کیا ہو گیا......!''

''خدا جانے......!'' فنچ بولا۔ ''کسی نے کہا تھا کہ ٹھوس ایندھن کے ذخیرے میں آ لگ گئی ہے۔''

''چلو......کسی طرف نکل چلو۔'' حمید نے کہا۔ ''ہمارے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے۔''

''چابک میرے پاس ہے اور ڈنڈا تم سنبھال لو۔''

پھر وہ ایک خالی خیمے میں گھس پڑے تھے۔ خیموں کی یہ بستی آن واحد میں ویران ہو تھی۔ دفعتاً ایک ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا۔ پھر پے در پے کئی دھماکوں سے زمین لرزنے لگی تھی۔ وہ اسی تاریک خیمے میں دبکے رہے۔ ''یہ کیا آفت نازل ہو گئی ہے۔''

حمید بڑبڑایا تھا۔ اس پر فنچ ہنس کر بولا۔ ''موت کا فرشتہ ہمارے پیچھے پیچھے آیا ہو گا۔''

''کیا مطلب......؟''

''کرنل فریدی! ہم دونوں ساتھ ہی تھے۔''

''ہُرے!'' حمید اچھل پڑا۔

''شاید وہ کنٹرولنگ اسٹیشن تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔''

''بس تو پھر اب باہر نکلو۔'' حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔

''ٹھہرو! اب ہمیں بہت زیادہ محتاط رہ کر کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔ ہر چند کہ اب دھماکے یں سنائی دیتے لیکن زمین برابر ہل رہی ہے۔ یہ دیکھو......محسوس کرو۔''

دور سے اب بھی شور کی آوازیں چلی آرہی تھیں اور وادی میں پھیلی ہوئی روشنی میں بھی ئی فرق نہیں آیا تھا۔ سردی شباب پر تھی۔

دفعتاً انہوں نے سنگ کی آواز سنی تھی۔ ''تم دونوں کہاں ہو؟ میری مدد کے بغیر اس ی سے باہر نہیں نکل سکو گے۔ جس نے ذخیرہ تباہ کیا ہے اگر خود بچ گیا ہے تو وہ بھی مفید ہو گا۔''

''قطعی خاموش رہو۔'' فنچ آہستہ سے بولا۔

سنگ کی آواز پھر آئی۔ ''اگر تم دونوں تین منٹ کے اندر اندر سامنے نہ آئے تو خیموں آگ لگوا دی جائے گی۔''

''جب خیموں میں آگ لگنی شروع ہو گی تب ہی نکلیں گے چپ چاپ بیٹھے رہو۔'' فنچ ا۔ حمید خاموش تھا۔

سنگ اپنی ہانک لگاتا ہوا آگے نکل گیا تھا۔ دور سے اس کی آواز اب بھی آرہی تھی اور شائد اس نے اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا تھا۔ کئی خیموں میں آگ بھڑک اٹھی ۔ فنچ نے کہا ''اب مخالف سمت میں نکل چلنا چاہئے۔''

اور پھر دونوں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ بچے ہوئے خیموں کی اوٹ لیتے ہوئے تیزی ے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ وادی میں اب بھی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

''مجھے وہ پوائنٹ یاد نہیں رہا جہاں سے ہم نیچے اُترے تھے۔'' حمید بولا۔

''پرواہ مت کرو......مجھے یاد ہے۔ لیکن صبح سے پہلے ممکن نہ ہو گا۔ فی الحال چھپنے کے وئی جگہ تلاش کرنی چاہئے۔''

''بس جہاں ہو وہیں ٹھہر جاؤ۔'' عقب سے آواز آئی اور انہیں رک جانا پڑا۔ مڑ کر تو ایک محافظ ریوالور تانے کھڑا تھا۔

دو اور پہنچ گئے اور ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔ ''چیف کو انہی کی تلاش
پھر وہ سنگ کے سامنے پہنچا دیئے گئے۔ اس کا حلیہ قابل دید تھا۔ ایسا معلوم
جیسے کسی دلدل سے نکل کر بھاگا ہو۔

''میری میزبانی کے مزے اٹھائے بغیر بھاگے جا رہے تھے۔'' اس نے زہر
میں کہا اور محافظوں سے بولا۔ ''انہیں تیرہ نمبر میں لے چلو۔ کیپٹن حمید تم وہاں فینی
سے مل کر بے حد خوش ہو گے۔ گریشی بھی راہِ راست پر آ گئی ہے۔''

''لل...... لیکن یہ دھماکے کیسے تھے۔ آگ کہاں لگی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''یہ بھی تم دونوں ہی بتاؤ گے۔''

تیرہ نمبر ایک بہت کشادہ غار ثابت ہوا تھا جہاں مشعلوں کی سرخ روشنی پھیلی ہوئی
انہوں نے فینی اور گریشی کو دیکھا جو ایک جانب سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان دونوں
ہاتھ پھر پشت پر باندھ دیئے گئے۔ فینی نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا اور پھوٹ پھ
رونے لگی تھی۔

''اب کیا ہوتا ہے رونے سے۔'' فنچ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''میں نے کہا تھا
کمرے تک ہی محدود رہنا۔''

''وہ...... وہ...... پولیس آفیسر کی وردی میں آیا تھا۔''

''اور میں اپنی خوشی سے آئی تھی۔'' گریشی نے کہہ کر ہچکی لی۔ وہ نشے میں معلوم ہوتی

''اب یہاں جشن ہوگا۔'' سنگ ہنس کر بولا۔

''شاید ناکامیوں نے تمہارا دماغ ماؤف کر دیا ہے۔ یہ جشن منانے کا وقت ہے
بولا تھا۔

''غلط...... یہ میری ناکامی نہیں ہے۔ ان کی ہے جنہوں نے میرے مشورے
نہیں کیا تھا۔ میں نے مشورہ دیا تھا کہ سارے کام ایک ساتھ نہ چھیڑے جائیں اور ان
خبیثوں کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی جائے لیکن میری نہیں سنی گئی۔''

''ان دو بڑی عورتوں کے سلسلے میں اب کیا ہوگا......؟'' فنچ نے پوچھا۔

''اگر میرے ہاتھ لگ گئیں تو ان کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو ان دونوں کے ساتھ ہونے
والا ہے۔'' اس نے فینی اور گریشی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''لیکن ذخیرے میں آگ کیسے لگی؟''

''میں نہیں جانتا...... بہرحال اگر وہ فریدی ہی تھا تو وہ بھی جل بھنا ہوگا۔''

''سیارے کا کیا ہوا......؟''

''جہنم میں جائے...... اس کا کنٹرولنگ اسٹیشن بھی تو تباہ ہو گیا۔ اب وہ بھی کسی بڑے
ہائے سے ٹکرا کر فنا ہو جائے گا۔ کنٹرولنگ اسٹیشن سے اس کی حفاظت کی جاتی تھی۔ بڑا ناز
تھا ان احمقوں کو اس سیارے پر...... احمقوں کے ٹولے کا نام زیرولینڈ کی تنظیم ہے اور تنظیم کی
سربراہ ایک عورت ہے۔ ہونہہ...... تم دیکھنا اب میں اپنی الگ تنظیم قائم کروں گا۔''

''اگر فریدی ہی کی طرح جل کر بھسم نہ ہو گئے غدار۔'' غار کے دہانے کی طرف سے
آواز آئی۔

''کون ہے......؟'' سنگ پلٹ کر دہاڑا۔

''زیرولینڈ کا ایک محافظ......!''

اور پھر وہ محافظ روشنی میں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

''چلے جاؤ...... ورنہ آنتیں باہر نکل پڑیں گی۔'' سنگ کسی سانپ کی طرح پھپھکارا تھا۔

''تم اپنی خیر مناؤ غدار......!''

''نہیں...... نہیں...... آگ اور خون کا کھیل نہیں ہوگا۔'' گریشی دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختی
ہوئی ان کے درمیان آ کھڑی ہوئی۔

''ہٹ جاؤ...... سامنے سے......!'' سنگ نے اُسے للکارا۔

''نہیں...... ہرگز نہیں...... جو تمہارا دل چاہے کر لو۔ لیکن میں خون کی ہولی نہیں ہونے دونگی۔''

سنگ نے پینترہ بدل کر محافظ پر چھلانگ لگائی اور ریوالور محافظ کے ہاتھ سے نکل گیا۔
لیکن اس نے سنگ کا گریبان پکڑ لیا تھا۔ دونوں آپس میں گتھے ہوئے فرش پر آ رہے۔ دفعتاً
حمید نے آنچ سی محسوس کی جو غار ہی کی کسی دراڑ سے نکل رہی تھی۔

"شش......شاید......ایندھن کی آگ......!" فنچ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اس نے بھی آنچ محسوس کرلی تھی۔

ادھر سنگ کو چاقو نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔

"نہیں......نہیں......!" گریشی چیختی ہوئی جھپٹی اور سنگ کا چاقو والا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

"اوہو......کتیا......!" سنگ غرایا تھا اور گریشی کی جگر خراش چیخ غار کی محدود فضا میں گونج کر رہ گئی تھی۔ چاقو اس کے دائیں پہلو میں پیوست ہوگیا تھا۔

فینی حمید اور فنچ کے ہاتھ کھول رہی تھی۔ ادھر محافظ نے سنگ کو دوسری طرف اچھال پھینکا تھا۔ فنچ ہاتھ کھلتے ہی گریشی کی طرف لپکا تھا اور حمید اس کے پہلو سے چاقو کھینچ کر سنگ کی طرف دوڑا گیا تھا۔ تینوں غار سے باہر نکل گئے۔ باہر اچھی خاصی روشنی تھی۔

"آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا فریدی۔" اس نے سنگ کی آواز سنی تھی۔

"اور میں آج تمہارا قیمہ کرکے رکھ دوں گا۔" حمید نے عقب سے ہانک لگائی اور چاقو تولتا ہوا سنگ پر ٹوٹ پڑا۔

"کیا کرتے ہو۔" اس نے فریدی کی غراہٹ سنی۔ لیکن اس پر تو جیسے دورہ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے کچھ سجھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ بس ہاتھ اٹھتا تھا اور چاقو کا پھل کسی نرم سی شے میں ڈوبتا چلا جاتا تھا۔

پھر اس نے فنچ اور فینی کی چیخیں سنی تھیں "بھاگو......بھاگو......آگ......آگ......!"

اس نے مڑ کر دیکھا دونوں اس کی طرف دوڑے آرہے تھے۔

"یہ کیا کررہے ہو......یہ کون ہے۔" فنچ نے حمید کا شانہ جھنجھوڑ ڈالا۔

"مار ڈالا......میں نے اُسے ختم کردیا۔"

"کسے ختم کردیا۔"

"سنگ کو......!"

"لیکن یہ تو سنگ نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے؟"

"پتا نہیں......اُوہ......وہ دیکھو......!"

غار کے دہانے سے آگ کی لپٹیں نکل رہی تھیں اور عجیب سی بو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ جیسے کاربائیڈ قسم کی کوئی چیز جل رہی تھی۔ حمید نے آنکھیں پھاڑ کر اپنے شکار کو دیکھا۔ وہ سنگ ہی نہیں تھا کسی محافظ کی لاش تھی۔ لیکن یہ وہ محافظ نہیں تھا جس نے سنگ کو للکارا تھا۔ پھر وہ دونوں کہاں گئے۔

حمید نے آگ اگلتے ہوئے دہانے کی طرف دیکھا اور چیخ پڑا۔ "گریشی......وہ کہاں ہے!"

"ہوش میں آؤ......وہ تو پہلے ہی مرچکی تھی۔ چاقو ٹھیک دل میں پیوست ہوا تھا۔"

"خداوندا......!" حمید نے چاقو پھینک کر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔

"اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" فینی فنچ سے کہہ رہی تھی۔ "اسے یہاں سے اٹھاؤ اور کہیں اور لے چلو۔"

فنچ نے سنگ کا چاقو اٹھا لیا تھا۔ اتنے میں فریدی کی آواز آئی۔ "تم لوگ یہاں کیا کررہے ہو......بھاگو یہاں سے......ابھی چٹانیں چٹخنی شروع ہوں گی۔"

❖

صبح ہورہی تھی اور وہ بے حد خستہ حالی کے عالم میں ایک چٹان پر پڑے ہوئے طلوع کا منظر دیکھ رہے تھے اور فریدی فنچ سے کہہ رہا تھا۔ "حمید کی بوکھلاہٹ کی وجہ سے وہ ایک بار پھر میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ لاش جس پر وہ چاقو لے کر ٹوٹ پڑا تھا ایک پہرے دار کی تھی جسے ختم کرکے وہ غار میں داخل ہوا تھا۔ مجھے گریشی سے پہلے ہی معلوم ہوچکا تھا کہ وہاں کیا ہورہا ہے۔ لیکن وہ اس جگہ کی نشاندہی نہیں کرسکی تھی جہاں ایندھن ذخیرہ کیا جارہا تھا۔ تم دونوں کا تعاقب کرتا ہوا میں یہاں تک پہنچا اور لانچنگ پیڈ دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچا کہ کنٹرولنگ اسٹیشن بھی کہیں آس پاس ہی ہوگا اور ان احمقوں نے تو بارود کے ڈھیر پر کنٹرولنگ اسٹیشن قائم کررکھا تھا۔ نیچے ٹھوس ایندھن کا ذخیرہ تھا اور اوپر کنٹرولنگ اسٹیشن۔ ذخیرے میں

ایک چھوٹا سا بم رکھ کر میں وہاں سے نکل آیا۔ اسٹیشن کو تباہ کردینے کا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ہی نہ تھا۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "مجھے گریشی کی موت پر افسوس ہے۔ وہ ایک مظلوم عورت تھی۔ اگر وہ نہ ملتی تو کبھی یہاں تک نہ پہنچ سکتا اور یہ لوگ اپنی حرکتیں جاری رکھتے۔"

"سنگ کا بچ نکلنا اچھا نہیں ہوا کرنل۔" فنچ بولا۔

"فکر نہ کرو...... پھر دیکھا جائے گا۔"

"وہ زیرولینڈ کی تنظیم سے بیزار ہوگیا ہے۔ اپنی الگ تنظیم قائم کرنے کی سوچ رہا ہے۔"

"تب تو اور آسانی سے مارا جائے گا۔ خیر اب تم کیا چاہتے ہو۔"

"پھر واپس جاؤں گا لیکن تم سے صرف اتنی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لاکر مجھے قید تنہائی سے بچا لینا اور میری لکھنے پڑھنے والی مراعات بھی ختم نہ ہونے پائیں۔ بندر کی کھال امانتاً اپنے ہی پاس رکھو جب بھی میری ضرورت محسوس ہو چیکے سے کھال میرے پاس بھجوا دینا۔" فنچ کہہ کر ہنسا تھا۔

"سنگ کہہ رہا تھا کہ کنٹرولنگ اسٹیشن ہی سے اس کی حفاظت ممکن تھی۔ اب وہ کسی بڑے شہابیئے سے ٹکرا کر ختم ہوجائے گا۔ ویسے بھی کنٹرولنگ اسٹیشن کی تباہی کے بعد وہ قریب قریب ناکارہ ہی ہوچکا ہے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ چاروں طرف ویرانی اور سناٹے کی حکمرانی تھی۔ اونچی اونچی چوٹیوں پر برف چمک رہی تھی۔

فینی اور حمید شاید دوبارہ سو گئے تھے۔ فنچ بھی اونگھنے لگا۔

اور فریدی اٹھ کر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اس کا رخ مشرق کی طرف تھا جہاں سے گرم گرم کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 118

نیلم کی واپسی

(مکمل ناول)

پیش رس

نیلم کی واپسی تاخیر سے آپ تک پہنچ رہی ہے۔ وجہ وہی پرانی۔ تبخیر معدہ......"
صفحے لکھے اور تین چار دن تک پھر غائب۔ ذہن پراگندہ ہو تو لکھائی کیسے ممکن ہے۔

بہر حال کہانی حاضر ہے...... انتہائی کوشش کی گئی ہے کہ فریدی کے شایان شان
ہو لیکن پچھلی کہانیوں کی ڈگر سے ہٹی ہوئی ضرور ہے۔

اب اگر آپ مجھ سے پوچھنے بیٹھ گئے کہ حمید نے زیادہ ہنسایا کیوں نہیں یا قاسم کا
اتنا مختصر سا کیوں رہا تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ کہانی کو غور سے پڑھئے
سوچئے کہ اس انداز کا سسپنس فالتو باتیں برداشت کرنے کی تاب لاسکتا یا نہیں۔

اس بار بھی جواب طلب خطوط کا انبار سامنے ہے...... لوگ اس پر برہم ہیں کہ سلیـ
کی شادی کرادی گئی ہے۔ بھائی اگر مالک نالائق ہے تو اس میں ملازم کا کیا قصور۔ آخر
کے سہرے کے پھول کیوں نہ کھلیں۔ کم از کم ملازم ہی کی مٹی پلید ہونے سے بچا لیجئے۔ شاد
نہ کرنا کوئی اچھی بات تو ہے نہیں...... خود اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ٹھنڈے دماغ سے سوچئے
آپ سالوں اور سالیوں سے محروم رہنا پسند کریں گے۔

کچھ حضرات اس پر مصر ہیں کہ جوزف کی بھی شادی کرائیے۔ عمران کی نہ سہی ایکس

کی ٹیم کے سارے افراد کی شادیاں ہونی چاہئیں۔

ارے کیا...... میں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے شادی کرانے کا؟ آپ کیسی باتیں کررہے
ہیں اور پھر آپ کو کیا پتا کہ ان حضرات کی شادیاں ہوچکی ہیں یا نہیں...... اس نوعیت کے
سرکاری ملازمین بال بچوں کو ساتھ نہیں رکھا کرتے...... پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ ان کے
لواحقین کا بھی تذکرہ کروں۔

ایک صاحبہ ہر خط میں اپنی بہن کا رونا رویا کرتی ہیں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت
مناسب طور پر نہیں کررہیں۔ بچوں سے اس طرح لڑتی جھگڑتی رہتی ہیں جیسے وہ ان کے برابر
کے ہوں۔ شوہر سے چولہا ہانڈی کراتی ہیں۔

بہت اچھا کرتی ہیں محترمہ...... آج کل کے بچوں سے اگر برابری کا برتاؤ نہ کیا جائے
تو ان کے دل ٹوٹ جاتے ہیں۔ ان کی شخصیتوں میں جھول پڑ جاتے ہیں۔ شوہر سے تو ایسا ہی
برتاؤ ہونا چاہئے۔ بچے نہیں جن سکتا تو کیا اب چولہا ہانڈی بھی نہ کرے۔ آپ کا دل کیوں
دکھتا ہے۔ شاید ابھی آپ کا سابقہ شوہر جیسی ''بدذات'' چیز سے نہیں پڑا۔

لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ اپنی بہن کی شکایت مجھ سے کیوں کیا
کرتی ہیں۔ ویسے اگر آپ اپنے بہنوئی اور ان کی والدہ کا نام لکھ بھیجیں تو ایسا تعویز بھجوا سکتا
ہوں کہ وہ چولہے ہانڈی کے ساتھ ہی جھاڑو برتن بھی کرنے لگیں گے۔

عجیب بات ہے کہ آپ اپنی بہن کو ''سکھ'' میں نہیں دیکھنا چاہتیں۔

والسلام

ابن صفی

۱۷ر جنوری ۱۹۷۶

پُراسرار مہمان

ذرا ہی دیر پہلے آنکھ کھلی تھی لیکن فون کی گھنٹی نے سوئے ہوئے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے کوئی نوکیلی چیز شعور کی تہوں کو چیرتی ہوئی کسی ایسی جگہ جا چبھی ہو جہاں پہلے ہی چبھن موجود رہی ہو۔

جھلائے ہوئے انداز میں اس نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور خود بھی جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا تھا۔

"ہلو......!" وہ ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

"کک......کرنل......فریدی......پلیز......!" دوسری طرف سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی تھی۔

"وہ موجود نہیں ہیں......!" حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"خداوندا......اب میں کیا کروں......آپ کون ہیں؟"

"ان کا اسسٹنٹ......!"

"کیپٹن حمید......ہا آ......آ......آ......!"

چیخ ایسی ہی تھی کہ کان کا پردہ جھنجھنا اٹھا۔

"ہلو......ہلو......!"

دوسری طرف سے کوئی آواز نہ آئی۔ حمید نے کئی بار نامعلوم آدمی کو پکارا تھا۔

پھر وہ ریسیور ایک طرف ڈال کر تیزی سے اپنی خواب گاہ سے نکلا تھا اور دوسرے

میں پہنچ کر الگ لائن والے فون پر ایکسچینج کے نمبر ڈائل کئے تھے۔

جلد ہی معلوم ہو گیا کہ کال کہاں سے ہوئی تھی۔ کیونکہ دوسری طرف سے بھی حمید نے فون پر ایسی ہی آوازیں سنی تھیں جیسے سلسلہ منقطع نہ ہوا ہو۔

کال ستائیس نمبر کے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے ہوئی تھی۔ حمید اپنی خواب گاہ میں واپس ریسیور اٹھا کر پھر کان سے لگالیا۔ اب بھی ویسی ہی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے کال کا سلسلہ جاری ہو۔

اس نے ایکسچینج سے بوتھ نمبر ستائیس کا پتہ بھی معلوم کر لیا تھا۔ گھڑی دیکھی رات کے بجے تھے۔

"کون تھا......؟ کیا گزری اس پر......؟"

کال فریدی کے لئے تھی۔ لیکن وہ گھر میں موجود نہیں تھا اور کال کرنے والا اپنے آپ نہیں معلوم ہوتا تھا......اور وہ چیخ......!

ایک بار پھر ذہن کو جھٹکا لگا......وہ اس طرح چونکا تھا جیسے اب تک خواب ہی دیکھتا رہا ہو۔

پھر بڑی تیزی سے اس نے سلیپنگ سوٹ اتار کر پتلون اور جیکٹ چڑھائی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور ڈال کر نکل کھڑا ہوا تھا۔ چوکیدار نے گاڑی کے لئے پھاٹک کھولا اور اسے کچھ ہدایات دیتا ہوا گاڑی باہر نکال لے گیا۔

بوتھ نمبر ستائیس ہوٹل مے پول کے قریب واقع تھا۔ گاڑی سنسان سڑکوں پر دوڑتی وہ مسلسل سوچے جا رہا تھا۔ کیا وہ ان کا کوئی شناسا تھا جس کی آواز پہچانی نہیں جا سکی یا وہ اتنا ہی خوفزدہ تھا کہ آواز اپنی اصلیت کھو بیٹھی تھی۔ کیا اچانک اسے کوئی حادثہ پیش تھا یا کوئی اس کا تعاقب کر رہا تھا جس نے بالآخر اسے پوری بات نہ کہنے دی۔ اسے مار حد تک بے بس کر دیا کہ اس کی زبان ہی بند ہو گئی۔

ے ہوٹل کے آس پاس کا علاقہ تاریکی میں ڈوبا ہوا نظر آیا اور یہ ناممکنات میں تھا کہ ے پول کے احاطے میں روشنی نہ ہوتی۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ برقی لائن ہو گئی تھی۔ ایسا آئے دن ہوتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی تو برقی نظام کی خرابی کی بناء پر پورا شہر

ہی تاریکی میں ڈوب جاتا تھا۔

ٹیلی فون بوتھ کے قریب اس نے گاڑی روک دی اور ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹارچ نکال کر نیچے اُتر آیا۔ دروازے کے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھاتے بڑھاتے رک گیا۔ وہ کسی قسم کا جال بھی تو ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ان کے دشمنوں کی کمی نہیں تھی۔

ٹارچ روشن کیئے بغیر وہ بوتھ تک پہنچا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اندر سے دیکھا جانے کا امکان تھا کیونکہ بوتھ کے دروازے میں شیشے لگے ہوئے تھے اور مطلع صاف ہونے کی بناء پر اتنا اندھیرا بھی نہیں تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا۔

اگر کوئی اندر تھا تو اس نے اُسے تاروں کی چھاؤں میں صاف دیکھ لیا ہوگا۔ وہ بائیں جانب بوتھ کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ بلٹ ہولسٹر سے ریوالور نکل آیا تھا اور ٹارچ بائیں ہاتھ میں تھی۔ قریباً تیس سیکنڈ گزر گئے لیکن حالات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

بوتھ کے اندر کوئی اس کا منتظر تھا تو اب تک ضرور باہر آ گیا ہوتا یا بوتھ کے آس پاس ہی کہیں گھات میں لگے ہوئے لوگوں سے بھی اتنی دیر نچلا نہ بیٹھا گیا ہوتا۔ تو پھر؟ کیا چکر ہے۔ حمید کی الجھن بڑھتی رہی...... تیس سیکنڈ مزید گزر رے۔

پھر وہ آہستہ آہستہ بوتھ کے دروازے کے قریب کھسک آیا تھا...... شیشوں پر ٹارچ کی روشنی ڈالی...... بوتھ خالی تھا۔ ریسیور بھی کلپ سے لگا ہوا نظر آیا۔

اس نے طویل سانس لی۔ لیکن نہ جانے کیوں ذہن میں خطرے کی گھنٹی برابر بجے جارہی تھی۔

اس نے ایک بار پھر روشنی اندر ڈالی اور پیچھے ہٹ آیا۔ ضرورت بھی کیا تھی اندر جانے کی۔ جب ریسیور بھی اپنی جگہ پر موجود تھا۔ اگر وہ کلپ سے نکل کر نیچے جھول رہا ہوتا تو کم از کم اس پر انگلیوں کے نشانات ہی تلاش کیئے جاسکتے۔ کلپ میں لگے ہونے کا مطلب یہ ہوسکتا تھا کہ اُس کال کے بعد سے اس کے یہاں تک پہنچنے کے وقفے کے دوران میں کسی اور نے بھی فون کا استعمال کیا تھا ورنہ ریسیور اب بھی نیچے ہی لٹک رہا ہوتا۔ کسی اور دوسرے کے ہاتھ لگنے کی بناء پر پہلے آدمی کی انگلیوں کے نشانات کا اصلی حالت میں برقرار رہنا ناممکن......

اس لئے مزید چھان بین فضول ہی تھی۔

وہ گاڑی کی طرف پلٹ آیا...... بڑی گندی سی گالی اس کے ذہن میں چکرا رہی تھی۔

انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی ریورس گیئر میں ڈالی پھر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا ہی تھا کہ ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ گاڑی طوفانی رفتار سے پیچھے دوڑتی چلی گئی تھی۔ دھماکے کے جھٹکے نے ایکسیلریٹر پر پیر کا دباؤ بڑھا دیا تھا۔

جلد ہی ہوش آ گیا۔ ورنہ گاڑی کسی حادثہ کا شکار ہوتی۔ بریک پر پیر رکھ دیا تھا۔ گاڑی جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ سردی کے باوجود پورا جسم پسینے میں ڈوب گیا تھا۔

ٹیلی فون بوتھ دھڑا دھڑ جلتا ہوا نظر آیا...... اندھیرے میں آگ کی لپٹیں کچھ زیادہ ہی تیز اور خوفناک دکھائی دے رہی تھیں۔

گاڑی کا انجن متحرک تھا...... اس نے پھر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور واپسی کے لئے گاڑی موڑ لی۔ اب وہاں ٹھہرنا فضول تھا۔

بال بال بچا تھا اس وقت۔ اگر بوتھ میں داخل ہونے کی حماقت سرزد ہوجاتی یا مزید سوچ بچار کے لئے وہیں ٹھہر گیا ہوتا تو شاید لاش تک قابل شناخت نہ رہ جاتی۔

ٹھیک اسی وقت فریدی ایئر پورٹ پر اُس طیارے کا منتظر تھا جس سے نیلم[1] واپس آرہی تھی۔ اس نے حصول علم کیلئے کئی سال ملک سے باہر گزارے تھے اور اب کرمنالوجی میں ڈاکٹریٹ لے کر وہیں کہیں قسمت آزمائی کرنے کی بجائے وطن ہی کی طرف واپس لوٹ رہی تھی۔

حمید نے تو اُسے مشورہ دیا تھا کہ وہ باہر ہی کوئی اچھی سی ملازمت تلاش کر لے ورنہ کرمنالوجی کی ڈاکٹریٹ وطن عزیز کے کسی باورچی خانے میں مرچ مسالہ پیستی نظر آئے گی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ نیلم واپس آئے کیونکہ وہ اس جیسے گلفام کو ''بابا'' کہتی تھی اور خصوصیت سے لوگوں کے سامنے اسی طرح پیش آتی تھی جیسے وہ سچ مچ اس کا والد ماجد ہی ہو...... ایک بار

[1] نیلم کی کہانی کے لئے جاسوسی دنیا کا خاص نمبر ''طوفان کا اغواء'' ملاحظہ فرمائیے۔

اس نے حمید کی ایک گرل فرینڈ کو یقین دلانے کی کوشش کر ڈالی تھی کہ حمید کی شادی سولہ
کی عمر میں ہوئی تھی جس کے ٹھیک ایک سال بعد وہ پیدا ہوئی اور ماں اس کی پیدائش
دوران میں اللہ کو پیاری ہوگئی تھی۔ پھر اپنی نادیدہ ماں کو یاد کرکے اس قدر روئی تھی کہ
فرینڈ دوبارہ حمید کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ ہوئی۔

اسی قسم کی ایکٹیویٹیز عام طور پر اس کے ساتھ کرتی رہتی تھی۔ فریدی کو انکل کہتی تو
اس قدر احترام بھی کرتی تھی جتنا کوئی بیٹی اپنے باپ کا کرسکتی۔

بہرحال حمید نے ایئرپورٹ جاکر اسے ریسیو کرنے سے انکار کردیا تھا۔ فریدی نے
پر زور بھی نہیں دیا تھا کہ وہ ضرور چلے۔

نیلم تنہا نہیں تھی۔ اس نے فریدی کو مطلع کیا تھا کہ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے
کچھ دن اس کے ساتھ قیام کرے گی۔ تفصیل سے مطلع نہیں کیا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ حمید نے اس
مہمان کی وجہ سے پہلو تہی کی ہو...... دوسروں کی موجودگی میں نیلم کچھ زیادہ ہی اس کی طرف
متوجہ ہوجاتی تھی۔ وہ نیلم سے متنفر نہیں تھا۔ بس اس کا ''بابا'' کہنا کھل جاتا تھا اسے اور اتنے
خلوص سے ''بابا'' کہتی تھی کہ بسا اوقات وہ خود بھی یہی محسوس کرنے لگتا تھا جیسے سچ مچ ''بابا''
ہو چلا ہو۔

تین بج کر گیارہ منٹ پر جہاز نے لینڈ کیا تھا۔ مسافروں کے اُترتے اُترتے ساڑھے
تین بج گئے۔

نیلم بہت خوش تھی۔ لیکن حمید کی عدم موجودگی بھی اسے شدت سے محسوس ہوئی تھی۔
اس کے ساتھ سفر کرنے والی لڑکی جسے وہ مہمان بنا کر لائی تھی سفید فام ثابت ہوئی۔

''یہ ہیں میرے باپ جنہیں میں چچا کہتی ہوں۔'' نیلم نے تعارف کرایا تھا۔ ''اور انکل
یہ ریٹا شیرنگٹن ہیں۔''

''خوشی ہوئی۔'' فریدی نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے حیرت ہے؟'' وہ مسکرائی تھی۔ لیکن مسکراہٹ میں اضطراب کی لہر بھی صاف
محسوس ہوئی تھی۔

''کس بات پر حیرت ہے تمہیں......!'' نیلم نے سوال کیا۔

''اتنے جوان باپ کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔''

''مشرق حیرت انگیز ہے۔'' نیلم ہنس کر بولی۔ ''تمہارا ہی جملہ دہرا رہی ہوں......!''

''یقیناً حیرت انگیز ہے۔ پہلے سنی سنائی بات تھی۔ اب تجربے کی بناء پر کہہ سکتی ہوں۔''

گاڑی میں بیٹھتے وقت نیلم نے اردو میں کہا۔ ''انکل میں بہت اداس ہوں۔ بابا نہیں آئے۔''

''شاید بابا ہی کی وجہ سے نہیں آیا......!'' فریدی بولا۔

نیلم ہنس پڑی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ وہ روز بروز چڑچڑے بھی ہوتے جارہے ہیں۔'' اس نے کہا۔
''میرے خطوط کے جواب میں وہ کچھ ایسے ہی نظر آتے رہے ہیں۔''

''نیلم...... یہ لڑکی مجھ پر نظر پڑتے ہی چونکی کیوں تھی!''

''میں نے نہیں محسوس کیا۔''

''کیا تم نے دور ہی سے میری نشاندہی کی تھی۔''

''قطعی نہیں...... میں نے تو بالکل قریب پہنچ کر آپ کو دیکھا تھا۔''

''اس نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔'' فریدی بولا۔ ''کیا تم اس سے میرا ذکر کرتی رہی ہو؟''

''کبھی نہیں! میں نے کبھی کسی سے اپنے بارے میں تفصیل سے گفتگو نہیں کی۔ کیا آپ
نے نہیں دیکھا کہ وہ میرے باپ سے مل کر کتنی متحیر ہوئی تھی۔''

''لیکن میں نے اس سے بھی زیادہ تحیر تعارف سے پہلے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔''

''ایک بہت ہی دکھی لڑکی ہے۔ اطمینان سے اس کے بارے میں بتاؤں گی۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ تینوں پچھلی ہی سیٹ پر تھے۔ گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا۔ تھوڑی دیر
بعد اس نے کہا۔ ''تمہارے لئے دوسری منزل خالی کردی گئی ہے۔''

''اور آپ کی تجربہ گاہ۔''

''تیسری منزل پر...... شاید میں نے تمہیں مطلع نہیں کیا تھا کہ تیسری منزل بھی تعمیر
ہوگئی ہے۔''

''نہیں شاید آپ نے پچھلے سال لکھا تھا...... مجھے یاد نہیں رہا۔''

''آج میں کتنی خوش ہوں...... لیکن بابا......!''

''ارے تو کیا وہ تم سے متنفر ہے۔''

''پھر کیوں نہیں آئے۔''

''کیا تم نہیں جانتیں کہ وہ تھوڑا سا کریک بھی ہے۔''

''آخر کیا کہا تھا......؟''

''یہی کہ اب مجھے شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا۔''

''سنجیدگی سے کہا تھا......؟''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا...... حقیقت یہ ہے کہ کسی قدر آرام طلب ہوگیا ہے۔ اگر تمہارا طیارہ اس وقت آنے کی بجائے نو بجے شب کو آتا تو تم اسے ایئرپورٹ پر ضرور موجود پاتیں۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔''

دفعتاً ریٹا شیرنگٹن بولی۔ ''میں بڑی گھٹن محسوس کر رہی ہوں۔''

''کیوں؟'' نیلم چونک پڑی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے باتوں کی رو میں اسے قطعی بھول ہی گئی ہو۔

''اس لئے کہ تم لوگوں کی گفتگو نہیں سمجھ سکتی۔''

''اوہ...... مجھے بے حد افسوس ہے۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ میرے اس ریمارک پر ناراض تو نہیں ہوئے۔''

''ہرگز نہیں...... دراصل اسے اتنے دنوں کے بعد دیکھا ہے کہ......!''

''میں سمجھتی ہوں اور اپنے اس ریمارک پر خود ہی شرمندگی بھی محسوس کر رہی ہوں۔''

''تم نے کوئی غیر فطری بات نہیں کہی تھی۔''

''میرا باپ بہت گریٹ ہے ریٹا۔'' نیلم بولی۔ ''اب تمہاری موجودگی میں کوئی بھی اردو میں گفتگو نہیں کر سکے گا۔''

''تب تو شرمندگی مستقل ہوئی۔''

''تمہیں آثار قدیمہ سے تو ضرور دلچسپی ہوگی؟'' فریدی نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

''بہت زیادہ جناب......!'' ریٹا بولی۔

''اگر تمہارے پاس وقت ہو تو نیلم تمہیں پورے ملک کی سیر کرائے گی۔''

''شکریہ جناب......!''

گاڑی فریدی کی کوٹھی کے قریب پہنچ چکی تھی۔

ڈرائیور نے ہارن دیا اور چوکیدار نے پھاٹک کھول دیا۔ گاڑی پھاٹک سے گزر کر پورچ میں جا رکی تھی۔ وہ گاڑی سے اُترے لیکن فریدی چوکیدار کی طرف متوجہ ہوگیا جو خلاف معمول پورچ کی طرف تیزی سے بڑھا آرہا تھا۔

''کیا بات ہے۔'' اس کے قریب پہنچنے پر فریدی نے سوال کیا۔

''تین بجے کپتان صاحب باہر گئے ہیں......اور یہ پرچہ دے گئے ہیں۔''

فریدی نے ہاتھ بڑھا کر اس سے تہہ کیا ہوا کاغذ لیا تھا اور ان دونوں سے بولا تھا۔ ''چلو......چلو اندر چلو۔''

''آخر جانا ہی پڑا بابا کو۔'' نیلم ہنس کر بولی۔ ''اب میں ایسی بیٹی بھی نہیں ہوں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ کیونکہ اس نے اس دوران میں وہ مختصر سی تحریر دیکھ لی تھی۔ حمید نے لکھا تھا۔ ''میں باہر جا رہا ہوں...... آپ لائن اے اور بی کے ٹیپ چیک کر لیجئے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں آپ کے آنے سے پہلے ہی واپس آجاؤں۔''

وہ کسی قدر متفکر نظر آنے لگا تھا۔ اندر پہنچ کر اس نے کہا۔ ''اگر تم لوگ کافی یا چائے پینا چاہو تو......!''

''نہیں......!'' ریٹا جلدی سے بولی۔ ''خواہش نہیں ہے۔ ہم نے جہاز لینڈ کرنے سے قبل ہی کافی پی تھی۔''

فریدی انہیں دوسری منزل پر پہنچا کر نیچے آیا تھا اور اے لائن سے اٹیچڈ ٹیپ ریکارڈ کا سپول ریوائنڈ کر کے آخری کال سننے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار کچھ اور گہرے ہوگئے تھے۔ لائن بی پر آخری کال حمید اور ایکس چینج کی گفتگو تھی۔

دوسرے ہی لمحے وہ پھر باہر جانے کے لئے تیار ہوگیا تھا۔

گاڑی سے پول کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔ فریدی بے حد متفکر تھا۔ اس نے نہ صرف اس گمنام اور تحیر خیز کال سنی تھی بلکہ آواز بھی پہچاننے کی کوشش کی تھی...... لیکن اس سلسلے میں کچھ کرنے سے قبل حمید کی خبر لینا ضروری تھا۔

بالآخر وہ اس جگہ جا پہنچا تھا جہاں پولیس کی گاڑیوں کیساتھ ہی آدمیوں کا جم غفیر بھی موجود تھا۔ پولیس والے انہیں پیچھے ہٹانے کی کوشش کررہے تھے اور اب وہاں اندھیرا بھی نہیں تھا۔

پاور ہاؤز والوں نے برقی نظام کے اختلال پر قابو پالیا تھا۔ وقوعے کا علم ہوجانے کے بعد فریدی مضطربانہ انداز میں آگے بڑھا۔ اس نے ایس پی سے پہلا سوال کیا۔

''کوئی جانی نقصان تو نہیں ہوا......؟'' اس نے ایس پی سے پہلا سوال کیا۔

''اوہ......آپ......!'' ایس پی کے لہجے میں تحیر تھا۔

''آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔''

''جی نہیں...... بوتھ خالی تھا۔ ہمیں کوئی لاش نہیں ملی۔''

''وقوعہ کس وقت ہوا......؟''

''مجھے تین بج کر پینتالیس منٹ پر اطلاع ملی تھی۔''

''کوئی ایسا آدمی جو صحیح وقت بتا سکے۔''

ایس پی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو منفی جنبش دی تھی۔

فریدی وہاں سے ہٹ کر ٹھیک اس جگہ جا پہنچا جہاں کچھ دیر پہلے ایک ٹیلی فون بوتھ تھا لیکن اب دھواں اگلتے ہوئے ایک ملبے کے ڈھیر کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

پھر جلد ہی فریدی نے ذاتی طور پر ایس پی کے بیان کی تصدیق کرلی تھی۔ یعنی وقوعے سے قبل بوتھ خالی ہی تھا اور شاید حمید وقوعے کے بعد بھی وہاں نہیں دیکھا گیا تھا۔ ورنہ ایس پی ضرور تذکرہ کرتا۔ فریدی نے سوچا پھر وہ کہاں گیا۔ کیا اس نے گمنام کال کرنے والے کی آواز پہچان لی تھی اور اب اسی کی فکر میں تھا؟ اگر وہ تنہا ہی اس چکر میں پڑ گیا ہے تو اس سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔

فریدی نے اپنی گاڑی واپسی کے لئے موڑ دی تھی اور ایس پی کو مزید تحیر کے عالم میں چھوڑ گیا تھا۔ کیونکہ فریدی کے محکمے تک یہ بات اس وقت پہنچتی جب خود ایس پی کی طرف سے اس کی تحریک ہوتی۔

فریدی کی گاڑی اس سڑک پر مڑ گئی جو بندرگاہ کی طرف جاتی تھی۔ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ ایک کار الٹی پڑی نظر آئی اور اس کی نمبر پلیٹ پر روشنی پڑتے ہی اس نے پورے بریک لگائے تھے۔

وہ گاڑی حمید ہی کی تھی۔ فریدی اپنی گاڑی سے اُتر کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا...... دور تک سڑک سنسان پڑی تھی۔

الٹی ہوئی گاڑی خالی نظر آئی۔ فریدی نے اسے سیدھا کیا تھا اور پھر اپنی گاڑی کی طرف لوٹ آیا تھا۔ حمید ان دنوں پٹرول کی بچت کے لئے منی آسٹن گاڑی استعمال کررہا تھا۔ اس لئے اسے سیدھی کرنے میں کوئی دشواری بھی پیش نہیں آئی تھی۔

فریدی نے اپنی گاڑی کے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ٹارچ نکالی تھی اور پھر حمید کی گاڑی کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔ ٹارچ روشن کرکے گاڑی کے اندر کچھ دیکھتا رہا تھا۔

پھر چھت پر نظر ڈالی...... اس کے بعد اس پہیئے کا جائزہ لیتا رہا جس کا ایکسل ٹوٹا تھا۔

ایکسل ضرور ٹوٹا تھا لیکن قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ گاڑی ایکسل ٹوٹنے کی وجہ سے الٹی ہو۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے بہت احتیاط سے الٹی گئی ہو...... چھت پر کہیں نہ کوئی گڑھا تھا اور نہ کوئی خراش ہی نظر آئی تھی۔

فریدی چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اپنی گاڑی میں آبیٹھا۔ انجن اسٹارٹ کیا تھا اور گاڑی آگے بڑھ گئی تھی۔

اس سڑک پر اس نے محض اسلیئے گاڑی موڑی تھی کہ پلازا سینما کے قریب ایک ٹیلی فون بوتھ اور بھی تھا۔ گھر کال کرکے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس دوران میں حمید گھر تو نہیں پہنچ گیا۔

کال اسے اب بھی کرنی تھی کیونکہ الٹی ہوئی گاڑی کا معاملہ بھی صاف نہیں تھا۔ نہ تو اندر کہیں خون کی ایک بوند ہی دکھائی دی تھی اور نہ ایکسل ٹوٹنے کے علاوہ گاڑی ہی کو کوئی

نقصان پہنچا تھا۔ چار چھ فرلانگ چلنے کے بعد اس نے پھر گاڑی روکی اور فٹ پاتھ پر
گیا۔ ٹیلی فون بوتھ سامنے ہی تھا۔ حمید ہی کی خواب گاہ والے فون کے نمبر ڈائیل کئے تھے
"ہیلو......!" دوسری طرف سے حمید ہی کی آواز آئی تھی۔
"تو تم زندہ ہو......!"
"لیکن اب ضرور مرجاؤں گا۔ کیونکہ باہر سے وہ دختر تیر ونشتر دروازہ پیٹ رہی ہے۔"
فریدی نے ریسیور کلپ سے لگا دیا اور بوتھ سے باہر نکل آیا۔
اب اس کی گاڑی گھر کی طرف جارہی تھی۔ سنسان سڑکیں اب جاگنے لگی تھیں ا
سردی بڑھ گئی تھی۔ فریدی کا ذہن اس فون کال میں الجھا ہوا تھا۔ اس نے آواز پہچانے کی
کوشش کی تھی لیکن اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکا تھا۔ ویسے سنی ہی ہوئی سی آواز
تھی۔ وہ یادداشت پر زور دیتا رہا۔ گھر پہنچ کر سیدھا حمید کی خواب گاہ کی طرف گیا تھا۔ نیلم
دروازے کے سامنے کرسی ڈالے بیٹھی ہوئی نظر آئی۔
"کمال ہے تم یہاں کیا کررہی ہو۔"
"یہ اپنی شکل کیوں نہیں دکھا رہے...... اور اندر سے مجھے دختر نیک اختر کی بجائے دختر
تیر ونشتر کہا تھا۔"
"دروازہ کھولو......!" فریدی نے اونچی آواز میں کہا۔
دروازہ کھلا تھا اور نیلم جھپٹ کر حمید کی گردن میں جھول گئی تھی۔
"میں واقعی تھپڑ ماردوں گا۔" حمید بھنا کر بولا۔
"جان سے ماردو...... بابا پیارے کہ زندگی تم سے زیادہ عزیز نہیں۔"
"بابا کی بچی رحم کر میرے حال پر۔" وہ دانت پیس کر بولا۔
"ہٹ جاؤ نیلم...... واقعی اسکا دماغ چل گیا ہے۔" فریدی نیلم کو دوسری طرف ہٹاتا ہوا بولا۔
"آخر بات کیا ہے؟" اس بار نیلم نے بھی حمید پر آنکھیں نکالی تھیں۔
"ہوسکتا ہے اس وقت موت ہی کے جبڑوں سے بچ نکلا ہو۔"
"میں نہیں سمجھی۔" نیلم سیریس ہوگئی اور حمید پلکیں جھپکائے بغیر خلاء میں گھورنے لگا۔

بالکل کسی شہید کا مجسمہ لگ رہا تھا۔
"بیٹھ جاؤ......!" فریدی نے اسے بستر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔
"حالانکہ "لیٹ جاؤ" کہنا چاہئے تھا" حمید نے کہا اور دھم سے بستر پر بیٹھ گیا۔
"کیا دھماکہ تمہارے پہنچنے سے قبل ہوچکا تھا۔"
"جی نہیں! اگر بوتھ میں داخل ہونے یا تیس سیکنڈ مزید بوتھ کے قریب ٹھہرنے کی غلطی
سرزد ہوجاتی تو کم از کم اس بابا کی جونک سے تو نجات مل ہی گئی ہوتی۔"
نیلم نے قہر آلود نظریں حمید پر ڈالی تھیں اور پھر یہ معلوم کئے بغیر کہ واقعہ کیا تھا کمرے
سے نکل چلی گئی تھی۔
"اور تمہاری گاڑی" فریدی اسے گھورتا رہا۔
"گاڑی......!" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا "خواہ مخواہ ایکسل ٹوٹ گیا تھا۔"
"لیکن وہ ایکسل ٹوٹنے کی وجہ سے تو نہیں الٹی تھی۔"
"میں کب کہہ رہا ہوں...... ایکسل ٹوٹنے کے بعد چلنے کے قابل تو رہی نہیں تھی۔ پھر
میں خود ہی کیوں نہ اُسے الٹ کر پیدل ہی چل پڑا ہوتا۔ اگر انڈسٹریل ایریا والی بس نہ مل
جاتی تو طلوع آفتاب سے پہلے گھر نہیں پہنچ سکتا تھا۔"
"آخر تمہارا بچپن کب رخصت ہوگا۔"
"جان کے ساتھ ہی جائے گا۔" حمید نے ایسے لہجے میں کہا جیسے خود بھی اپنی بچکانہ
فطرت سے تنگ آ گیا ہو۔
"بیٹھ جاؤ...... میں تفصیل سے سننا چاہتا ہوں۔"
حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا تھا۔ ناک بھوں سکوڑے ہوئے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے
پوری داستان دہرائی تھی۔
"دو ماہ کے اندر اندر یہ تیسری کوشش تھی۔" فریدی پُرتفکر لہجے میں بولا۔
"کیا مطلب......؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔
"اس سے قبل بھی دو بار بال بال بچا ہوں۔"

"اور ذکر تک نہیں کیا......!"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"مجھے وہ آواز کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔" فریدی نے کچھ بعد کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

"دوبارہ سننے کے بعد ہی فیصلہ کرسکوں گا۔ اس وقت تو دھیان نہیں دیا تھا۔"

دوسرے دن اتوار تھا۔ ناشتے کی میز نو بجے سے پہلے نہیں لگی تھی۔ کیونکہ فریدی کے علاوہ سبھی ساڑھے آٹھ بجے تک سوتے رہے تھے۔ غالباً وہ اس کے بعد سویا ہی نہیں تھا۔

حمید نے نیلم کی مہمان کو دیکھ کر کہا۔ "آخر تم کیوں دوڑی آئی ہو...... جب اسے ساتھ لانا تھا۔"

"بس خاموش رہیئے...... زندگی بھر آپ سے بات نہیں کروں گی۔"

"تعارف کرادینے کے بعد......!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"ریٹا کی موجودگی میں اردو میں گفتگو نہیں ہوگی۔" فریدی نے انگلش میں کہا۔

"میں شرمندہ ہوں۔" ریٹا نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں نے ایئر پورٹ ہی پر وضاحت کردی تھی کہ اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں۔" فریدی نے کہا اور تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔

"یہ ساجد حمید ہیں...... نیلم کے چچا...... اور یہ مس ریٹا شیرنگٹن نیلم کی دوست۔"

ریٹا نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

"بڑی خوشی ہوئی۔" حمید نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا ذکر نیلم کی زبانی بہت سنا ہے۔"

"یہ وہ نہیں ہیں جن کا ذکر میں کرتی رہی ہوں۔" نیلم نے خشک لہجے میں کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔

"تم بہت مضمحل نظر آرہی ہو۔ طبی امداد کی ضرورت تو نہیں۔" فریدی نے ریٹا سے کہا۔

وہ چونک پڑی۔ پھر مضمحل سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "جی نہیں ٹھیک ہوجاؤں گی۔ صرف تھکن ہے۔"

"تم نے مشرقی تکلفات کے بارے میں بھی سنا ہوگا لیکن یہ خانہ بے تکلف ہے۔"

"بالکل بالکل......!" حمید سر ہلا کر بولا اور نیلم اسے غضبناک نظروں سے گھور کر رہ گئی تھی۔

ناشتے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں آبیٹھے۔

"کیا تم نے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔" دفعتاً ریٹا نے نیلم سے سوال کیا۔

"ابھی تک موقع ہی نہیں مل سکا۔"

"لیکن اب ضرورت نہیں...... میں خود ہی بات کروں گی۔"

"میں نہیں سمجھی......!" نیلم نے حیرت سے کہا۔

"تم نے اپنے باپ کا نام احمد کمال بتایا تھا لیکن میں انہیں کرنل فریدی کے نام سے جانتی ہوں اور ان کی پوزیشن سے بھی واقف ہوں۔"

حمید نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تھا اور فریدی بھی خصوصیت سے متوجہ ہوگیا۔

"سب سے پہلے میں یہ کہوں گی کہ آپ خطرے میں ہیں۔" ریٹا نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میرے لئے کوئی نئی بات نہیں۔" فریدی مسکرایا۔

"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" نیلم کی آواز میں لرزش تھی۔

"ہم ایک دوسرے کے والدین کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو کب کیا کرتے ہیں۔ مسٹر احمد کمال سے اسی لئے واقف نہ ہوسکی لیکن کرنل فریدی کو پہلے سے جانتی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ تم درست کہہ رہی ہو۔" فریدی بولا۔

نیلم اور حمید اب اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اس نے کہا۔

"ایئر پورٹ پر مجھے دیکھتے ہی تم چونک پڑی تھیں...... پہلے مجھے کب اور کہاں دیکھا تھا۔"

''میں نے آپ کی تصویر دیکھی تھی...... جس کے پاس دیکھی تھی اسی کے لئے یہاں آئی ہوں۔ نیلم نے کہا تھا کہ میرا باپ ملک کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہے...... تمہاری مدد ضرور کرے گا...... ویسے اگر نیلم نہ کہتی تب بھی مجھے آنا ہی تھا۔''

''اسی فرد کی تلاش میں جس کے پاس تم نے میری تصویر دیکھی تھی۔'' فریدی نے پوچھا۔

''جی ہاں......؟''

''شامت......!'' حمید نے نیلم کی طرف دیکھ کر اردو میں کہا۔

وہ کچھ نہ بولی۔ ریٹا فریدی سے کہہ رہی تھی۔ ''جی ہاں! میں اسی کی تلاش میں آئی ہوں۔''

''اور مجھے یہ اطلاع دے رہی ہو کہ میری زندگی خطرے میں ہے۔''

''محض اس لئے کہ آپ میری بہت پیاری دوست نیلم کے باپ ہیں۔''

''اور وہی شخص میرے لئے خطرناک بھی ہو سکتا ہے......!''

''جی ہاں......!''

''تم جانتی ہو کہ اگر وہ میرے ہاتھ آ گیا تو اس کے ساتھ میرا رویہ کیا ہوگا۔''

''میں سمجھتی ہوں۔''

''اور وہ شخص تمہیں اتنا ہی عزیز ہے کہ تم اسے تلاش کرنے اتنی دور چلی آئی ہو۔''

''یہ بھی درست ہے...... میں اسے راہ راست پر لانا چاہتی ہوں۔ اس لئے آپ کی تلاش بھی میرے پروگرام میں شامل تھی۔''

''میں سمجھا! تم یہ چاہتی ہو کہ وہ غیر قانونی حرکت کرنے سے قبل ہی تمہیں مل جائے۔''

''جی ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔''

''اس کے لئے تمہیں تفصیل سے گفتگو کرنی پڑے گی۔''

''کیا ابھی......؟''

''جتنی جلد ممکن ہو۔''

ریٹا نے ہچکچاہٹ کے ساتھ حمید کی طرف دیکھا تھا۔

''تم سب کچھ کہہ سکتی ہو۔ اس میز پر کوئی غیر متعلق فرد موجود نہیں ہے۔''

''وہ میرا بڑا بھائی ہے۔'' ریٹا طویل سانس لے کر بولی۔ ''فلپ شیرنگٹن تین سال قبل شطرنج بازی کے عالمی مقابلے میں اول انعام لے چکا ہے۔''

''اوہ......!'' فریدی کی آنکھوں میں پل بھر کے لئے تشویش کے آثار نظر آئے تھے۔

''اس حوالے سے شاید آپ اسے پہچان گئے ہوں گے۔''

''ہاں...... مجھے اسپورٹس سے دلچسپی ہے۔''

''فلپ نادانستگی میں ان کے ہتھے چڑھ گیا ہے...... پہلے پہل انہوں نے اسے بہت اچھے معاوضے پر بحیثیت انسٹرکٹر ایک شوٹنگ کلب میں رکھا تھا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسرے غیر قانونی معاملات میں الجھاتے چلے گئے۔ منشیات کا عادی بنایا۔ جوئے کی لت ڈلوائی اور اس طرح اسے اپنے قابو میں کر لیا۔ بہرحال وہ اندرون ملک ہی ان کی خدمات انجام دیتا رہا تھا کہ اچانک اسے اس ملک سے باہر کا بھی ایک کام سونپ دیا گیا۔ وہ بہت زیادہ نروس تھا۔ یہاں نہیں آنا چاہتا تھا لیکن مجبوری...... اس میں انکار کی جرأت نہیں تھی۔ انکار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جبکہ انکار کی صورت میں موت لازمی ہو۔''

''میں سمجھتا ہوں......!'' فریدی نرم لہجے میں بولا۔

''میں خوش نصیب ہوں کہ اسکی پوزیشن واضح کرنے میں کامیاب ہوگئی...... ورنہ آپ کو پہلی بار دیکھنے کے بعد سے یہی سوچتی رہی تھی کہ آخر یہ سب کچھ آپ کو کیسے بتا سکوں گی۔''

''یہ تو کوئی ایسی خاص الجھن نہیں تھی۔''

''یقیناً تھی...... بھائی آپ کو قتل کرنے آیا ہے اور بہن آپ کی مہمان ہے۔''

''اگر تمہیں یہاں آنے سے قبل معلوم ہو جاتا کہ تم کہاں جا رہی ہو......؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''یقین کیجئے کہ نیلم کو سب کچھ وہیں بتا دیتی۔''

''مجھے یقین ہے۔''

''پھر...... اب آپ کیا کریں گے۔''

''ضروری ہے کہ تمہارے بھائی کو تلاش کیا جائے۔''

"لیکن اگر آپ نے اسے معاف بھی کر دیا تو وہ ان لوگوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

"ان لوگوں کے بارے میں بھی کچھ بتاؤ...... لیکن نہیں...... ٹھہرو...... پہلے یہ بتاؤ کہ اپنے بھائی کے بارے میں تمہیں یہ ساری معلومات کس طرح حاصل ہوئی تھیں۔"

"یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ شوٹنگ کلب میں انسٹرکٹر ہے۔ پچھلے چھ ماہ سے قبل میں بھی اسی حد تک واقف تھی۔ لیکن پھر ایک دن جب وہ ایک مقابلے میں جج کے فرائض انجام دینے میکسیکو جا رہا تھا مجھ پر ایک نیا انکشاف ہوا۔ اس وقت بھی وہ بہت زیادہ نروس نظر آ رہا تھا۔ اس دن بھی اسے ایک بڑا کام سونپا گیا تھا۔ لیکن اگر وہ پکڑا جاتا تو اس کی پوزیشن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی۔ وہ میکسیکو کے سرکاری مہمان کی حیثیت سے جا رہا تھا اور اسے دس لاکھ ڈالر کی ہیروئن دی گئی تھی جو میکسیکو ہی میں کسی کو دینی تھی۔ وہ اس قدر پریشان تھا کہ رونے لگا تھا۔ اس طرح اسے کم از کم مجھ سے کھل کر گفتگو کرنی پڑی تھی لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر کسی کے کان میں اس کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ مار ڈالا جائے گا...... میں کیا کر سکتی تھی...... وہ بُری طرح الجھ چکا تھا۔ گلوخلاصی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ بہر حال سرکاری مہمان ہونے کی بناء پر اس کے سامان کی تلاشی نہیں لی گئی تھی اور وہ ہیروئن نکال لے گیا تھا۔ پھر اس کے بعد سے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے وہ سب کچھ بتا دیا کرتا تھا اور میں اسے صرف زبانی تسلیاں دینے کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی۔ پھر آپ کا معاملہ سامنے آیا اور میں بے چین ہو گئی۔ کم از کم اسے قاتل بنتے تو نہیں دیکھ سکتی تھی۔"

"اس سے پہلے اس نے اور کتنے قتل کیے تھے۔" حمید پوچھ بیٹھا۔

"ایک بھی نہیں...... پہلی بار یہ کام سونپا گیا ہے۔"

"اسے کتنا عرصہ ہوا......!" فریدی نے سوال کیا۔

"ایک ماہ پہلے ہی کی بات ہے۔"

"لیکن وہ ابھی تک میرا نشانہ نہیں لے سکا۔" فریدی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اب بتاؤ...... بابا کی جونک......!" حمید نے پھر نیلم کو چھیڑا۔

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔" نیلم پریشان نظر آنے لگی تھی۔

"کیا تمہیں اس کا یہاں کا پتہ معلوم ہے۔" فریدی نے ریٹا سے سوال کیا۔

"میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ اسی بناء پر میں نے نیلم کا سہارا لینے کی کوشش کی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ وہ یہاں کہاں ہے۔"

"وہاں سے روانگی کی تاریخ تو یاد ہی ہوگی اور یہ بھی جانتی ہوگی کہ وہ سیدھا یہیں آیا ہے۔"

"جی ہاں...... اس نے یہی بتایا تھا کہ راہ میں کہیں رکے بغیر اسے یہاں پہنچنا ہے۔ تاریخ گیارہ دسمبر تھی۔"

"میں دیکھوں گا...... اور مشورہ دوں گا کہ جب تک اس کا سراغ نہ مل جائے...... تم اسی عمارت تک محدود رہو۔"

"جو کچھ آپ کہیں گے...... کروں گی۔"

"پاسپورٹ پر اس کا نام فلپ شیرنگٹن ہی درج ہے؟" فریدی نے سوال کیا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"پاسپورٹ پر دوسرا نام بھی ہو سکتا ہے؟"

"ممکن ہے۔" وہ پُرتفکر لہجے میں بولی۔ "میں نے اسکے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔"

"اس کی کوئی تصویر ہے تمہارے پاس۔"

"جی ہاں...... کئی مختلف پوز ہیں۔"

"یہ بہت اچھا ہے...... اس سے مدد ملے گی۔"

❖

لیڈی انسپکٹر ریکھا نے فائل فریدی کی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"کاغذات مل گئے ہیں...... اگر تصویر نہ ہوتی تو...... مشکل ہی سے کامیابی ہوتی۔"

"نام......؟" فریدی نے سر اٹھائے بغیر سوال کیا۔ وہ کسی دوسرے فائل میں الجھا ہوا تھا۔

"ٹوری بیڈسٹر...... سفر سیاحت پر مبنی ہے۔"

"یہاں کس تاریخ کو پہنچا تھا۔"

"تیرہ دسمبر......صبح تین بجے۔"

"واپسی......!"

"ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔"

"یہاں کوئی حوالہ......!"

"کوئی بھی نہیں......عرض کر چکی ہوں کہ سفر کی وجہ سیاحت ظاہر کی گئی ہے۔"

"اچھا......!"

"اور کوئی خدمت......!"

"نہیں......شکریہ۔"

"شاید آپ بہت مصروف ہیں۔"

فریدی نے طویل سانس لے کر فائل بند کر دیا اور کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگاتا ہوا بولا۔ "بیٹھو......کوئی خاص بات......؟"

ریکھا سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"نیلم تو بالکل بدل گئی ہے۔" اس نے کہا۔

"بدلنا ہی چاہئے۔"

"سنا ہے......محکمے ہی میں اسے کوئی جگہ ملنے والی ہے۔"

"شعبہ تحقیق میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی حیثیت سے اس کا تقرر ہوا ہے۔"

"کسی بیک گراؤنڈ کے بغیر۔"

"تعجب ہے کہ تمہیں اس کی بیک گراؤنڈ کا علم نہیں۔ وہ میری بیٹی ہے۔ میں نے اسے متبنیٰ کیا ہے......عنقریب ایک پارٹی دوں گا اس کے اعزاز میں۔"

"بڑی خوش قسمتی ہے۔"

وہ کچھ اور کہنے والی تھی کہ حمید کمرے میں داخل ہوا اور دروازے کے قریب رک کر اُسے گھورنے لگا۔

"تم کیا خبر لائے ہو......!" ریکھا اس کی طرف مڑ کر مسکرائی تھی۔

"بے خبری جنت ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یہ فائل دیکھو۔" فریدی نے ریکھا کا لایا ہوا فائل ایک طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

حمید فائل اٹھا کر ایک گوشے میں جا بیٹھا۔

فریدی نے پھر اپنے سامنے والا فائل کھول لیا تھا۔ ریکھا خاموش بیٹھی رہی۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسے آثار تھے جیسے اس طرح نظر انداز کئے جانے پر بور ہو رہی ہو۔

"اجازت......؟" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

"اوہ...اچھا...اچھا...!" فریدی نے سر اٹھا کر کہا اور پھر کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ریکھا حمید کو گھورتی ہوئی باہر چلی گئی۔ حمید پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔ کاغذات پر اس نے سرسری سی نظر ڈالی تھی۔

"آپ کا خیال درست نکلا کہ اس نے اپنے اصل نام سے پاسپورٹ نہیں بنوایا ہوگا۔" اس نے کہا۔

"عام طور پر ایسے حالات میں یہی ہوتا ہے۔" فریدی اس کی طرف دیکھے بغیر بولا تھا۔

"کیا یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ کہاں مقیم ہے۔"

"نہیں صرف ریٹا کے بیان کی تصدیق ہوئی ہے۔"

"فلپ شیرنگٹن......ٹوری بیڈسٹر......آخر ہم اسے کہاں تلاش کریں؟"

"فی الحال اتنا ہی کافی ہے......دراصل میرا ذہن دوسرے نکتے میں الجھا ہوا ہے۔"

"کس نکتے میں......!"

"ٹیلی فون بوتھ......میں نے تصدیق کر لی ہے کہ اس کال کے بعد سے دھماکے کے وقت تک اس بوتھ سے اور کوئی کال نہیں ہوئی تھی۔ لیکن تم نے ریسیور کو کلپ میں لگا ہوا پایا تھا۔ اگر شروع ہی سے لگا ہوتا تو کال ٹریس نہ کی جا سکتی۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ بولنے والے کی اچانک خاموشی کے بعد تک ریسیور نیچے جھولتا رہا تھا یا کسی نے اسے ہاتھ ہی میں تھامے رہ کر لائن کھلی رکھی تھی۔"

"غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی یہی چاہتا تھا کہ کال ٹریس ہو جائے۔"

"یہ بھی ممکن ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اور اس کا امکان بھی ہے کہ کسی نے اس وقت دخل اندازی کی ہو جب وہ نامعلوم آدمی تم سے گفتگو کر رہا تھا۔ دونوں لڑ پڑے ہوں اور ریسیور جھولتا رہ گیا ہو۔ پھر جب وہاں ایک ہی آدمی رہ گیا ہو تو اس نے ریسیور کو کلپ سے لگا کر خود بھی اپنی راہ لی ہو۔ اس صورت میں ریسیور کلپ سے لگانے والا وہ آدمی ہرگز نہیں ہو سکتا جس نے تمہیں کال کی تھی۔"

"ظاہر ہے کہ اگر وہ ہوتا تو دوبارہ بھی کال کر سکتا تھا۔"

"اور تیسری صورت محض سٹ اپ ہو سکتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کال کرنے والے ہی نے سب کچھ کیا ہو۔ تاکہ تم ٹائم بم کا شکار ہو سکو۔ اندازہ کرنا مشکل تو نہیں کہ تم کتنی دیر میں کال ٹریس کرو گے اور کتنی دیر میں وہاں پہنچ جاؤ گے۔ لیکن ہر صورت میں ریسیور کا کلپ میں ملنا بڑی عجیب بات ہے۔"

"کیوں......؟"

"اگر تم سے گفتگو کرنے والا بھاگ کھڑا ہوا تھا تو حملہ آور کو اس کے پیچھے جانا چاہئے تھا اسے کیا پڑی تھی کہ ریسیور کو اس کی جگہ رکھنے کا تکلف کرتا۔"

"ٹھیک ہے؟"

"تو پھر اس حرکت کا مقصد غیر واضح ہی ٹھہرا۔"

"اگر آواز پہچانی جا سکے۔"

"محکمے کی تحویل میں کوئی ایسی ریکارڈڈ آواز نہیں ہے جو اس آواز کے مماثل ہو۔ اس لئے اسے بھی دشوار ہی سمجھو۔"

"ریٹا کا بھائی نشانہ باز ہے۔ وہ ٹائم بم کیوں رکھنے لگا۔ ظاہر ہے نشانہ باز ہونے کی بناء پر اس کا انتخاب کیا گیا ہوگا۔"

"اسے فی الحال الگ ہی رکھو...... پچھلی دونوں کوششوں میں بھی رائفل یا ریوالور کو دخل نہیں تھا۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتیں تو میری موت حادثاتی کہلاتی...... قتل عمد نہیں۔"

"آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"فی الحال کچھ بھی نہیں۔"

"ریٹا بے چاری قید ہو کر رہ گئی ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید نے پائپ سلگایا تھا اور خاموشی سے کمرے کے فرش کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فریدی نے پوچھا۔ "تمہیں بوتھ میں داخل ہونے سے کس چیز نے روکا تھا۔"

"بس چھٹی حس......!"

"چھٹی حس کی بیداری کے بھی اسباب ہوتے ہیں۔ ماحول میں کوئی غیر معمولی یا غیر فطری بات چھٹی حس کو بیدار کرتی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ریسیور کلپ میں پاتے ہی تم محتاط ہو گئے ہو۔"

"ہو سکتا ہے...... یہی بات ہو۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ پھر اس پر بھی غور کرو، جو شخص اتنی سوجھ بوجھ رکھتا ہو کہ کال ٹریس کر کے بوتھ تک پہنچنے کے وقت کا اندازہ لگا سکتا ہو وہ ریسیور کو کلپ میں لگا جانے کی حماقت کیسے کرے گا۔"

"آپ تو الجھاتے ہی چلے جا رہے ہیں۔"

"صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ سچ مچ تمہاری زندگی کا گاہک ہوتا تو ریسیور کو جھولتا نا چھوڑ جاتا۔ کلپ سے ہرگز نہ لگاتا۔"

"تب پھر میری ہونے والی کسی سالی نے مذاق کیا ہوگا۔"

فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور پھر کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حمید پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا ہوا ریٹا کی نیلی آنکھوں کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔

فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"ہیلو......!" کہہ کر سنتا رہا۔ پھر ریسیور حمید کی طرف بڑھاتا ہوا بولا تھا۔

"تمہاری کال ہے۔"

حمید نے اٹھ کر ریسیور کان سے لگایا ہی تھا کہ کسی طوطے کی ٹیں ٹیں سنائی دی۔ اس
نے حیرت سے فریدی کی طرف دیکھا۔

"مٹھو بیٹے...... مٹھو بیٹے...... پیر نبی جی بھیجو۔" آواز مسلسل آ رہی تھی۔ حقیقتاً وہ طوطا
ہی تھا اور اس نے جتنا کچھ بھی رٹ رکھا تھا اگلے جا رہا تھا۔

اُدھر فریدی نے کال ٹریس کرنے والے کمپیوٹر کا بٹن دبایا تھا۔ ایکس چینج سے رجوع
کئے بغیر کال ٹریس کرنے والا یہ کمپیوٹر اپنی مثال آپ تھا۔ کبھی ایک عدد کی بھی غلطی اس سے
نہیں ہوتی تھی۔

"کسی آدمی کی بھی آواز سنائی دی۔" فریدی نے حمید سے پوچھا۔

اس نے ریسیور کان سے لگائے ہوئے سر کو منفی جنبش دی۔ اب طوطا کہہ رہا تھا۔ "گلرو
...... گلرو...... تیرا باپ پتھر کھاتا ہے...... روبی خان پتھر کھاؤ گے...... ٹیں...... ٹیں......
ٹیں...... میاں مٹھو...... پیر نبی جی بھیجو۔"

پھر دفعتاً سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ حمید احمقانہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔

"کون تھا......!" فریدی نے پوچھا۔

"کیا آپ نے نہیں سنا۔"

"طوطا......!"

"جی ہاں...... آپ ہی شوق فرمایا کیجئے۔ مجھے کیوں تھما دیا ریسیور...... اب عورتیں اس
طرح چھیڑنے لگی ہیں آپ کو۔"

"کیا کسی عورت کی بھی آواز سنی تھی تم نے۔"

"جی نہیں اس بار تو صرف طوطا ہی تھا...... مگر صاحب خوب تھا...... یہ گلرو کون ہے
جس نے طوطے کی زبانی آپ کو میسج دینے کی کوشش کی تھی۔ کیا اب آپ روبی خان کہلانے
لگے ہیں۔ میرے ہارڈ اسٹون کہنے پر ناراض ہوتے ہیں لیکن وہ آپ کو پتھر کھلا رہی تھی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"جھوٹ نہیں کہہ رہا...... لیکن آپ خواہ مخواہ پوز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس قسم

کوئی کال پہلی بار آئی تھی۔"

"یہ حقیقت ہے...... ورنہ میں ریسیور تمہاری طرف کیوں بڑھا دیتا۔ اس قسم کے فضول
تعلقات تم ہی نے قائم رکھے ہیں لوگوں سے۔"

"جی نہیں! میرے لئے بھی یہ حادثہ نیا ہی تھا۔"

"لیکن تم نے روبی خان اور پتھر کی کیا بات کی تھی؟"

"کیا واقعی آپ کے لئے نئی بات تھی۔"

"میں کیا پوچھ رہا ہوں۔" فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"طوطے نے کہا تھا گلرو تیرا باپ پتھر کھاتا ہے...... روبی خان پتھر کھاؤ گے۔"

یک بیک فریدی کرسی سے اٹھ گیا۔

"سمجھ گئے نا آخر آپ......!" حمید طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"میرے ساتھ آؤ" کہتا ہوا فریدی دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ محکمے کی تجربہ گاہ میں آئے تھے اور فریدی نے انچارج سے وہ ٹیپ طلب کیا تھا جو
اسے آواز کے تجزیئے کے لئے دیا گیا تھا۔

"رپورٹ آپ کو مل گئی تھی؟" انچارج نے پوچھا۔

"مل گئی تھی...... میں اسے ذرا پھر سننا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

حمید بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔ کسی طرح اس ٹیپ سے چھٹکارا ہی
نہیں نصیب ہوتا۔ پتا نہیں کتنی بار گھر پر سنا جا چکا تھا۔ اس کے بعد محکمے کی تجربہ گاہ میں آواز
کے تجزیئے کے لئے لایا گیا اور تجربہ گاہ سے ملنے والی رپورٹ بھی شاید دیکھی جا چکی تھی۔ اس
کے باوجود پھر وہی ٹیپ...... ایک بار پھر سنا جائے گا۔

لیکن اس وقت یہ قضیہ شاید طوطے کی کال کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ طوطے کی
کال...... حمید جھرجھری سی لے کر فریدی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جس کی آنکھوں میں گہری
تشویش کے آثار تھے۔

تجربہ گاہ کے انچارج نے ٹیپ ریکارڈر چلا دیا تھا۔ حمید اپنی اور اس نامعلوم آدمی کی

آوازیں سنتا رہا۔ ساتھ ہی رہ رہ کر فریدی کی طرف بھی دیکھے جا رہا تھا۔

”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس نے آواز بدل کر بولنے کی کوشش کی ہو۔“ فریدی نے انچارج سے پوچھا۔

”شاید آپ نے تجزیئے کی رپورٹ غور سے نہیں دیکھی۔“

”مجھے تجزیئے کی رپورٹ نہیں ملی۔“ فریدی نے کہا۔ ”ریکارڈ کیپر کی رپورٹ تھی کہ اس آواز کا ریکارڈ محکمے کی تحویل میں نہیں ہے۔“

”تجزیئے کی رپورٹ میں اس امکان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ آواز بدلنے کی کوشش بھی ہوسکتی ہے۔“

”شکریہ......!“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ باہر نکلتے نکلتے اس نے حمید سے کہا تھا۔ ”تم جا کر دیکھو کہ کال کس نمبر سے کی گئی تھی۔“

”آپ کہاں چلے......!“

”واپس آ کر بتاؤں گا......جلدی ہے۔“

پھر وہ پارکنگ شیڈ کی طرف چلا گیا تھا اور حمید آفس میں آیا تھا۔

اس نے کمپیوٹر سے کارڈ نکالا......جس پر نمبروں کی بجائے چند نقطے نظر آئے جس کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ کمپیوٹر نمبر نہیں ٹریس کر سکا۔

تو یہ طوطے والی کال شہر کے کسی ایکسچینج کے توسط سے نہیں ہوئی تھی۔ یہ کمپیوٹر صرف شہر ہی کے فون نمبروں کی حدود تک کارکردگی کا مظاہرہ کرسکتا تھا۔ شہر کے باہر سے آئی ہوئی کالیں اس کے حیطہ عمل میں نہیں آتی تھیں۔

حمید کی الجھن بڑھ گئی۔ آخر اس کال پر فریدی کو اچانک ٹیلی فون بوتھ والی کال کیوں یاد آ گئی تھی۔ واہ بے طوطے......پھر اسے یاد آیا کہ فریدی روبی خان کے حوالے پر دفعتاً اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ بات محض طوطے کی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ورنہ وہ پہلے ہی اس قسم کا ردعمل ظاہر کرنے کی بجائے ریسیور کیوں تھما دیتا اور پھر تجربہ گاہ کے انچارج سے ہونے والی گفتگو بھی یاد آئی۔ اس نے آواز کے بدلنے کی کوشش سے متعلق سوال کیا تھا۔ اس سے قبل تو اس نے

ئی بات نہیں کی تھی۔ تو گویا اس نئے خیال کا باعث بھی طوطے ہی والی کال بنی تھی۔ یا روبی خان کے حوالے پر فریدی کو کسی کی آواز یاد آ گئی تھی جس کے بدلے جانے کے امکان پر غور کرنے لگا تھا۔

نس کا وقت ختم ہو جانےکے بعد بھی حمید وہیں فریدی کی واپسی کا منتظر رہا۔ ٹھیک پانچ بجے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ حمید نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی تھی۔

”کمپیوٹر نے کون سا نمبر بتایا ہے۔“

”صفر......!“ حمید بولا۔

”کال باہر کی تھی۔“

”آپ کہاں ہیں اور میری چھٹی ہوئی یا نہیں۔“

”گھر جاؤ۔“

”آپ کہاں ہیں!“

جواب ملنے کی بجائے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ حمید نے ٹھنڈی سانس ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ پھر گھنٹی بج اٹھی۔

”ہیلو......!“ حمید ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

”کون صاحب ہیں۔“ دوسری طرف سے نیلم کی آواز آئی۔

”وہی بدبخت......!“

”بابا......آج بہت دیر کردی۔ یہاں موٹے بھائی براجمان ہیں۔ خدا کیلئے جلدی آؤ۔“

”نکال باہر کرو......میں اچھے موڈ میں نہیں ہوں۔“

”سارے جتن کر ڈالنے کے بعد ہی فون کر رہی ہوں......!“

”سچ مچ خون سوار ہے مجھ پر......!“

”کوئی خاص بات......؟“

”بہت عرصہ سے کوئی عام بات نہیں ہوئی۔“

”کچھ بھی ہو......فوراً آؤ......ریٹا اسے دیکھ کر نروس ہو رہی ہے۔!“

''ریٹا کو اسی کے حوالے کردو۔ بھائی کا غم بھول جائے گی۔'' کہہ کر حمید نے ریو
کریڈل پر رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی گھر کی طرف جارہی تھی۔

پورچ میں قدم رکھتے ہی قاسم کے قہقہے کی گونج سنائی دی۔ وہ ڈرائنگ روم میں تھ
قاسم انگریزی ''گھوگھتا'' ہوا نظر آیا۔ کم از کم حمید کے ذہن میں تو یہی مہمل لفظ آ
اسے انگریزی بولتے دیکھ کر...... عجیب سا حلیہ بنتا تھا۔ آنکھوں کے گرد شکنیں پڑ جاتی تھ
ہونٹ تھوتھنی کی شکل اختیار کرلیتے تھے۔ ہاتھ غیر ضروری حرکتیں کرتے تھے اور پورا
تھلتھلانے لگتا تھا۔

نیلم مسکرارہی تھی اور ریٹا کی شکل پر بارہ بج رہے تھے۔ لیکن آنکھیں قاسم ہی پر جمی ہوئی تھ

''آ گیا میرا بھائی۔'' قاسم اردو میں دھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اسی کے ساتھ نیلم اور ریٹا بھی بوکھلا کر اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

''بیٹھ جاؤ بھائی کے بچے...... تم یہاں کیوں آئے ہو...... پچھلے ہفتے ہمارا جھگڑا ہ
نا......!'' حمید کہتا ہوا آگے بڑھا۔

''ہاں......!'' قاسم چونک کر بولا۔ ''میں تو بھول ہی گیا تھا...... ان کے آنے کی
نہیں رہا گیا...... چلا آیا۔''

''اچھا تو اب جاؤ۔''

قاسم نے جھینپے ہوئے انداز میں نیلم کی طرف دیکھا تھا۔

''نہیں...... بیٹھئے...... آپ......!'' نیلم ہاتھ ہلا کر بولی۔

''تم بور تو نہیں ہو رہیں۔'' حمید نے ریٹا سے پوچھا۔

''ن...... نہیں...... لیکن تمہارے دوست سے خوف معلوم ہو رہا ہے۔''

''اب خوف کی کوئی چیز نہیں رہی اس میں...... خوفناک تو اس وقت تھا جب بوتل
سے نکلا تھا۔''

قاسم نے گھور کر حمید کی طرف دیکھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ شاید پوری بات ہی

تھا۔

''ب...... بوتل سے نکلا تھا......؟'' ریٹا نے حیرت سے کہا۔

''ہاں...... دریا میں مچھلیوں کے لئے جال ڈالا تھا...... مچھلیوں کے ساتھ ایک سر بند
بھی نکلی تھی...... ڈرائی جن کی......!''

''دیکھا تم نے نیلم باجی...... مجھے بوتل قا جن قہہ رہا ہے...... میں سمجھ گیا۔''

''نہیں بھیا...... ڈرائی جن...... شراب کا نام ہے۔''

''تمہاری وجہ سے چلا آیا تھا۔ ورنہ یہ تو صورت حرام ہو گیا ہے۔ بالکل پولیس والا ہی
لگتا ہے...... روز لڑائی ہوتی ہے۔''

حمید ریٹا سے کہہ رہا تھا۔ ''اڑ بھی سکتا ہے...... اور اڑتے وقت گاتا بھی رہتا ہے۔ نیچے
پتھر مارو تو خوشی کا اظہار کرتا ہے۔''

''تمہاری ایسی کی تیسی بھی قرتا ہے......!'' قاسم بھنا کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ ''جا رہا ہوں
باہر کہیں دکھائی دیئے تو سمجھ لوں گا۔''

حمید سنی ان سنی کر کے ریٹا ہی سے مخاطب رہا۔ نیلم نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں
کی۔ قاسم دروازے کے قریب رکا۔ شاید توقع تھی کہ روکا جائے گا۔ لیکن یہ آرزو پوری نہ
ہوئی۔ بُرا سا منہ بنائے باہر نکل گیا۔

''اس سے چھٹکارا پانے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔'' حمید ریٹا سے کہہ رہا تھا۔ ''قطعی
نہ سمجھنے دو کہ تم اس کی باتیں سمجھ رہی ہو......!''

''میں نے اتنا لمبا چوڑا آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا۔'' ریٹا بولی۔

''بچپن میں تو سر پر سینگ بھی تھے...... جرمنی میں آپریشن سے نکالے گئے ہیں۔
میرے دوستوں میں سبھی حیرت انگیز ہیں...... اور جو یہ نیلم ہے نا......!''

''بس بس......!'' نیلم ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''زیادہ بولنے سے زبان میں کانٹے پڑ جاتے ہیں۔''

حمید اسے گھور کر رہ گیا۔

''اب طبیعت الجھنے لگی ہے۔ آسمان دیکھنا چاہتی ہوں۔'' ریٹا نے کہا۔

''تمہارے بھائی کا سراغ مل جائے پھر آسمان بھی دکھادیں گے......ویسے یہ
سن کر خوشی ہوگی اس نے اپنی ولدیت تک بدل دی ہے۔ شیر نگٹن کی بجائے بیڈسٹر ہو
ٹوری بیڈسٹر......کیا تم اس کے اس نام سے بھی واقف تھیں۔''

''ہرگز نہیں...... تمہیں کیسے معلوم ہوا۔''

''تصویر کی مدد سے ویزا فارم تلاش کرلیا گیا ہے...... جس پر یہی نام تحریر ہے
غایت سیاحت ظاہر کی گئی ہے۔''

''خدارا اسے جلدی سے تلاش کرلو......!''

''کوشش جاری ہے۔''

''یہ تو معلوم ہی ہوسکتا ہے کہ وہ یہاں سے کہاں گیا ہوگا۔'' نیلم بولی۔

''ہاں...... ہوسکتا ہے لیکن اسی صورت میں جبکہ سچ مچ سفر کا مقصد وہی ہو جو کاغذ
میں درج ہے۔''

''کیپٹن کا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔'' ریٹا نے نیلم کی طرف دیکھ کر مغموم لہجے
کہا۔ ''وہ اب سیاحوں کی کسی ٹولی کے ساتھ تو ہرگز نہیں ہوگا۔ میں بڑی دشواری میں پڑ
ہوں۔ کاش تنہا آئی ہوتی۔ تمہارا ساتھ نہ ہوا ہوتا۔''

''کیوں؟ تم تنہا کیا کرلیتیں۔''

''کچھ بھی نہ کرسکتی۔ لیکن شرمندگی کے مستقل احساس سے تو بچی رہتی۔ ہر وقت
خیال ذہن پر مسلط رہتا ہے کہ جس شخص کو قتل کرنے میرا بھائی یہاں آیا ہے میں اس
مہمان ہوں اور وہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی میرے لئے ایک مہربان اور مشفق
ثابت ہو رہا ہے۔''

''اوہ...... بھول جاؤ...... میرا باپ بہت عظیم ہے۔''

ریٹا کچھ نہ بولی۔ بے حد مغموم نظر آرہی تھی۔ حمید نے نیلم کی طرف دیکھ کر کہا۔
ہوا تمہاری سہیلی کا واحد علاج ہے۔''

''لیکن انکل نے گھر ہی تک محدود رہنے کی ہدایت دی ہے۔''

''اپنی عقل بھی استعمال کیا کرو۔''

''کیا مطلب......؟''

''برقعہ......!''

''کیوں فضول باتیں کرتے ہو۔''

''تم نے ابھی کیا کہا تھا......!'' ریٹا نے حمید سے سوال کیا۔

''برقعہ......!'' حمید نے دہرایا اور اُسے برقعے کے متعلق بتانے لگا۔

''رومینٹک......!'' ریٹا یک بیک کھل اٹھی۔ ''میرے لئے ضرور یہ لباس فراہم کرو۔
واہ کیا مزہ آئے گا...... میں سب کو دیکھ سکوں گی لیکن مجھے کوئی بھی نہیں دیکھ سکے گا۔''

''انکل اسے پسند نہیں کریں گے۔'' نیلم بھنا کر بولی۔

''وہ تو اب تمہیں بھی برقعے ہی میں رکھیں گے۔ آج کل انہیں اپنے قدیم کلچر سے بیحد
لگاؤ ہوگیا ہے۔ ان کی باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ تمہیں برقعے ہی میں آفس
جانا پڑے گا۔''

''خدا کے لئے میرا موڈ نہ خراب کیجئے۔''

''قومی روایت......!''

''بس ختم کیجئے۔''

''سچ مچ نیلم...... مجھے تو یہ لباس بے حد رومینٹک لگ رہا ہے۔'' ریٹا نے کہا۔

''ابھی تم نے اسے دیکھا نہیں ہے۔''

''میں اپنے یہاں کے رسائل میں تصاویر دیکھتی رہی ہوں۔''

''میں تمہیں برقعہ پوش خواتین سے ضرور ملواؤں گا......!'' حمید بولا۔

''ضرور...... ضرور کیپٹن...... مشرق مجھے بے حد حسین لگتا رہا ہے۔ میں نے مشرق کی
کہانیاں پڑھ پڑھ کر بہت خوبصورت خواب دیکھے ہیں۔ لیکن افسوس کہ قید ہوکر رہ گئی ہوں۔''

''بالکل فکر نہ کرو...... ابھی فون کر کے ایک عمدہ سا برقعہ طلب کرتا ہوں۔''

حمید اٹھا تھا اور ڈرائنگ روم سے نکل کر اپنی خواب گاہ کی طرف چل پڑا تھا۔ ابھی

راہداری ہی میں تھا کہ ایک ملازم نے اس کی خواب گاہ والے فون کی گھنٹی بجنے کی اطلاع دی۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا خواب گاہ میں پہنچا تھا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے قاسم کی آواز سنائی دی تھی۔ ''تم نے میری ایسی کی تیسی کر کے رکھ دی ہے سالے۔''

''کتنی بار یہ بات کہو گے۔ تمہاری ایسی کی تیسی تو اسی وقت ہوگئی تھی جب تم پیدا ہوئے تھے۔''

''قیا مطلب......؟''

''اپنے والد صاحب سے پوچھو۔'' حمید نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور واپسی کے لئے مڑ ہی رہا تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔

''کیوں شامت آئی ہے۔'' وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔ لیکن پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ دوسری طرف سے بولنے والا فریدی تھا۔

''معاف کیجئے گا...... اس سے پہلے قاسم دماغ چاٹ رہا تھا۔ میں سمجھا شاید وہی ہے۔'' حمید نے کھسیانے انداز میں کہا۔

''میں باہر جا رہا ہوں...... تم ریٹا کے بھائی کی تلاش جاری رکھو۔''

''کیا گھر آئے بغیر ہی۔''

''ہاں...... جلدی میں ہوں...... گھر آنے کا وقت نہیں ہے۔''

''ریٹا کہتی ہے کہ میں باہر نکلنا چاہتی ہوں۔ اس پر میں نے برقعے کی تجویز پیش کی تھی۔''

''تجویز بُری نہیں ہے...... برقعہ خرید لو۔'' کہہ کر فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

حمید نے سر کی پُر معنی جنبش کے ساتھ ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور دروازے کی طرف مڑ کر کھڑا ہوگیا۔

تو یہ چکر ہے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ہوئے غائب! لیکن کیوں؟ اس سے پہلے بھی تو دوبار حملہ ہو چکا تھا۔ ٹیلی فون بوتھ والے حادثے کے بعد بھی غیر معمولی طور پر محتاط رویہ نہیں رہا تھا۔ اس کا ذہن پھر طوطے کی ٹیں ٹیں کی طرف مبذول ہوگیا۔

''روبی خاں پتھر کھاؤ گے؟'' وہ کیسی کال تھی؟ اسکے بعد ہی سے فریدی کے رویئے میں تبدیلی

آئی تھی اور اب وہ کہیں باہر جا رہا تھا ادھر کمپیوٹر کے مطابق وہ کال بھی مقامی نہیں تھی۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی اور وہ اچھل پڑا تھا۔ آج رات خلاف معمول جلد ہی سو گیا تھا۔ ریسیور اٹھاتے وقت ٹائم پیس پر نظر پڑی۔ ساڑھے بارہ بجے تھے۔

''ہیلو......!''

''بابا......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''تجربہ گاہ سے بول رہی ہوں۔''

''کیوں......؟'' حمید دھاڑا۔

''آپے سے باہر کیوں ہوتے ہو...... ذرا جلدی سے یہاں پہنچنے کی کوشش کرو......!''

''تنہا ہو......!''

''ہاں......بس جلدی سے آجاؤ۔''

''وہاں کیا کر رہی ہو۔''

''یہیں بتاؤں گی۔ فون پر نہیں سمجھ سکو گے۔''

''اچھا ... آ رہا ہوں۔'' حمید نے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

سلیپنگ گاؤن پہنا تھا اور تیسری منزل پر جانے کے لئے لفٹ کی طرف چل پڑا تھا۔

نیلم تجربہ گاہ میں تنہا ہی ملی۔ ورنہ حقیقتاً حمید یہی سمجھتا تھا کہ فریدی بھی خواب گاہ میں موجود ہوگا۔ نیلم جھوٹ بول رہی ہے۔

''کیا تمہیں فرنجک ہوئی ہے۔'' حمید نے کٹکھنے لہجے میں پوچھا تھا۔

''جی نہیں......نیا انکشاف......!''

''فرمائیے۔'' حمید نے اسی طرف دیکھتے ہوئے کہا جدھر نیلم متوجہ تھی۔

اس کے سامنے میز پر ریٹا کی دی ہوئی تصاویر میں سے ایک تصویر رکھی ہوئی تھی۔

''یہ شخص......!'' نیلم تصویر پر انگلی رکھتی ہوئی بولی۔ ''جو کوئی بھی ہو نشانہ باز فلپ

شیر نگٹن ہرگز نہیں ہوسکتا۔"

"کیا مطلب......؟"

"یہاں پہنچنے سے قبل مجھے نہیں معلوم تھا کہ ریٹا فلپ شیر نگٹن کی بہن ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"اس نے یہیں آ کر اس کا انکشاف کیا ہے۔ ہماری دوستی ایک سال پرانی ہے۔ اس نے کبھی نہیں بتایا۔ حالانکہ اپنی اہمیت جتانے کے لئے دور دراز کے رشتہ دار بھی کسی مشہور شخصیت سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔"

"ہاں...... یہ بات قابل غور ہے......لیکن ٹھہرو......تم نے بھی تو کرنل کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"وہ احتیاط تھی...... میں نے کبھی کسی کو اپنے بارے میں تفصیل سے نہیں بتایا......میری اور اس کی پوزیشن میں فرق ہے۔"

"چلو...... تسلیم کرلیا......پھر......!"

"اب میں تمہیں فلپ شیر نگٹن کی اس وقت کی تصویر دکھاتی ہوں جب وہ عالمی مقابلے میں اول آیا تھا۔"

اس نے اسپورٹس کا ایک پرانا شمارہ اٹھایا تھا اور اس کے ورق الٹنے لگی تھی۔

"یہ دیکھو......!"

"کیا دیکھوں...... پہلے ڈاڑھی مونچھیں نہیں رکھتا تھا۔ اب نئے فیشن کے مطابق ریچھ بن گیا ہے۔"

"بال بڑھانا اور بات ہے بابا جان......لیکن ذرا غور سے دیکھو...... نہ صرف آنکھوں بلکہ کانوں کی بناوٹ میں بھی فرق ہے۔ البتہ دونوں کی ناکیں من و عن ایک جیسی ہیں اس لئے پہلی نظر میں یہی مشابہت دھوکا دیتی ہے۔"

حمید محدب شیشے کی مدد سے دونوں تصاویر کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ پھر طویل سانس لے کر بولا تھا۔ "تم پر ہماری محنت ضائع نہیں ہوئی نورچشمی سلمہا۔"

"شکریہ بابا......!"

"بابا کی بچی......اب کیا ہوگا......ریٹا کہاں ہے؟"

"آج میں نے اسے کافی میں خواب آور دوا دی تھی۔ بے خبر سو رہی ہے۔ اس تصویر کے سلسلے میں کچھ تجزیات کرنے تھے۔"

"ایک اور بات......کیا تم نے اسے بتا دیا ہے کہ کرنل باہر گئے ہیں۔"

"ہاں...... بتا دیا تھا۔"

"کیا ضرورت تھی۔"

"اس نے پوچھا تھا جب آٹھ بجے تک ان کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اب وہ اس کے بھائی کا پتا لگائے بغیر نہیں مانیں گے۔ سیاحت کے بہانے آیا ہے تو پولیس کے ریکارڈ کے لئے کچھ وقت دوسرے شہروں میں بھی گزارے گا۔"

"تم واقعی کچھ زیادہ ہی متبنّی ہوگئی ہو۔"

نیلم کو اس جملے پر ہنسی آ گئی تھی اور حمید نے کہا تھا۔ "مجھے یقین نہیں ہے کہ کرنل کو اس کی کہانی پر یقین ہی آ گیا ہو......اب ان کے رویئے پر غور کرتا ہوں تو۔"

دفعتاً نیلم چونک پڑی۔

"یہ کیسی آواز تھی۔" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو نہیں سنی۔"

نیلم نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ حمید نے بھی کسی متوقع آواز کی طرف کان لگا دیئے اور پھر اس نے معنی خیز انداز میں نیلم کی طرف دیکھا تھا۔

آواز ...... عجیب سی آواز تھی جیسے لاتعداد پیروں والی کوئی شے چل رہی ہو۔ اتنی ہلکی آواز کہ بہت زیادہ توجہ دینے ہی پر سنی جاسکتی۔ یعنی اگر نیلم حمید کا ذہن خصوصیت سے اس کی طرف مبذول نہ کراتی تو اسے احساس تک نہ ہوتا۔

باہر سے آنے والی بھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ تجربہ گاہ کے اندر ہی کی فضا میں گونج رہی تھی۔

"آؤ دیکھیں۔" حمید دوسری طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم ادھر سے دیکھنا شروع

کرو...... میں ادھر سے دیکھتا ہوں۔''

نیلم مشرقی سرے کی طرف چلی گئی۔ قریباً پندرہ یا بیس منٹ تک تلاش جاری رہی تھی لیکن آواز کا بھید نہ کھل سکا۔ ویسے آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی۔

''کیا سمجھا جائے۔'' نیلم حیران حیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

''ان سبھوں کی روحیں معلوم ہوتی ہیں جو وقتاً فوقتاً ہمارے ہاتھوں مارے جاتے رہے ہیں۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔ ''اس چکر میں نہ پڑو۔ یہ تجربہ گاہ جادوگر کی پٹاری ہے۔''

نیلم ایک اسٹول پر بیٹھ گئی۔

''چلو...... کیوں میری اور اپنی نیند خراب کر رہی ہو۔''

''سنو بابا...... جب میں یہاں آئی تھی تو یہ آواز نہیں تھی۔''

''اب تمہارے چلے جانے کے بعد بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''نہیں میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ اختتام کو کیسے پہنچتی ہے۔''

''دیکھے جاؤ...... میں تو چلا۔''

''نہیں بابا......!'' وہ اٹھ کر اس کی راہ میں حائل ہوتی ہوئی بولی۔ ''اکیلے ڈر لگے گا۔''

''ڈر لگے گا...... تمہیں...... کیوں بے وقوف بناتی ہے لڑکی۔''

''پھر بھی...... ہم ساتھ ہی چلیں گے...... براہِ کرم بور نہ کرو۔''

پھر وہ آواز مزید دس منٹ تک سنائی دیتی رہی تھی۔ اسکے بعد اچانک سناٹا چھا گیا تھا۔

''آہا...... اب تو اٹھو۔'' حمید خوش ہو کر بولا۔

''تمہیں کوئی تشویش نہیں ہے۔'' نیلم نے حیرت سے کہا۔

''کرنل کی لغت میں اس لفظ یعنی تشویش کا کوئی وجود نہیں ہے...... مجھے مجبوراً اندھا گونگا اور بہرا بننا پڑا ہے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''کچھ دنوں تک ساتھ رہو گی تو سب کچھ سمجھ جاؤ گی۔''

''مجھے الجھن میں نہ ڈالو۔''

''الجھنوف نام ہے آج کل میرا۔''

''تم جاؤ...... میں رکوں گی یہاں۔''

''شکریہ! جھک مارتی رہو۔'' حمید دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

دوسری منزل پر اس نے لفٹ روکی تھی اور راہداری میں اتر گیا تھا۔

''اب وہ ریٹا کی خواب گاہ کی طرف جا رہا تھا۔

دروازہ بند ملا۔ قفل کے سوراخ سے آنکھ لگادی لیکن بے سود۔ کچھ نہ دکھائی دیا کیونکہ دوسری طرف قفل کے سوراخ میں کنجی لگی ہوئی تھی۔

پھر یونہی خواہ مخواہ نیلم کی خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ اندر ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن وہ چونک پڑا۔ بستر پر کوئی کمبل تانے سو رہا تھا۔ اس کی بھنویں سکڑ گئیں۔

دبے پاؤں آگے بڑھا۔ پھر اچانک اسے اپنی سنجیدگی پر ہنسی آ گئی۔ ظاہر تھا کہ نیلم اس معاملے میں بے حد محتاط ہو گئی تھی۔ لہٰذا کیوں چاہتی کہ خواب گاہ میں اس کی عدم موجودگی کا علم کسی اور کو ہو جائے۔ استراحت کی ڈمی بنا گئی تھی۔

بہرحال اب تو کمرے میں داخل ہو ہی چکا تھا۔ لہٰذا کیوں نہ کمبل ہٹا کر اطمینان ہی کر لیتا۔

''ہائیں......!'' سرہانے سے کمبل ہٹاتے ہی وہ چونک پڑا تھا۔ یہ ریٹا تھی۔ مگر نیلم نے تو کہا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں سوئی تھی۔ پھر ریٹا کی خواب گاہ میں کون تھا۔ اس کا دروازہ اندر سے مقفل تھا اور قفل میں کنجی بھی موجود تھی۔ اسی لئے وہ اندر جھانک نہیں سکا تھا۔

اس نے مڑ کر کھلے ہوئے دروازے سے راہداری کی طرف دیکھا۔ لفٹ اوپر جا رہی تھی۔ شاید نیلم نے واپس آنے کیلئے اوپر لفٹ کا بٹن دبایا تھا۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

ریٹا کا چہرہ کمبل سے باہر تھا۔ گہری اور پرسکون نیند سو رہی تھی۔ چہرے پر معصومیت طاری تھی۔ حمید اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر قبل کے انکشاف کی روشنی میں اسے معصوم تو نہ ہونا چاہئے۔

لفٹ رکنے کی آواز آئی تھی۔ حمید پھر دروازے کی طرف مڑا۔ نیلم لفٹ سے باہر نکلتی

نظر آئی تھی۔

تیر کی طرح اس کی طرف آئی تھی اور بستر پر نظر پڑتے ہی ششدرہ رہ گئی تھی۔

''کیا مطلب......؟'' وہ اس طرف دیکھ کر متحیرانہ انداز میں بولی۔ ''یہ تم نے کیا کیا۔''

''دماغ تو نہیں چل گیا...... میں کیوں کرنے لگا۔''

''پھر یہاں کیوں؟''

''تم نے کہا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔''

''میں نے غلط نہیں کہا تھا۔''

''اس کا دروازہ اندر سے مقفل ہے...... میں نے قفل کے سوراخ سے اندر جھانکنے کی کوشش کی تھی۔''

''پھر میرا کمرہ کیوں کھولا تھا۔''

''بس یونہی کسی معقول وجہ کے بغیر ہی۔''

''بابا......!''

''میری نیت پر شبہ کرو گی تو تھپڑ ماردوں گا۔'' حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''مم...... مطلب یہ کہ یہ میری خواب گاہ میں کیسے پہنچی۔''

''میں نہیں جانتا۔'' حمید کے لہجے میں تلخی بدستور برقرار تھی۔

نیلم آگے بڑھ کر ریٹا کو ہلانے جلانے لگی۔

''فضول ہے۔'' دروازے کی طرف سے آواز آئی۔ وہ چونک کر مڑے۔ فریدی سامنے کھڑا نظر آیا۔

''خود بخود بیدار ہوگی...... کلوروفام......!''

''کلوروفام بھی۔'' حمید اچھل پڑا۔

''بھی کا کیا مطلب......!'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''یہ صاحبزادی پہلے ہی بے چاری کو کافی میں خواب آور دوا دے چکی تھیں۔''

فریدی نے جواب طلب نظروں سے نیلم کی طرف دیکھا۔

''وہ......وہ...... دراصل میں اس سے پیچھا چھڑا کر اسی کے متعلق چھان بین کرنا چاہتی تھی۔''

فریدی نے طویل سانس لی۔

''میں نے تمہیں تجربہ گاہ میں منہمک دیکھ کر اسے تمہارے کمرے میں منتقل کردیا تھا۔ تم وہاں کیا کر رہی تھیں۔''

''ہم پر بھی سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی تھی بے چاری۔'' حمید نے کہا اور نیلم کی نئی دریافت سے متعلق بتانے لگا۔

''خوشی ہوئی۔'' فریدی اس کے خاموش ہونے پر بولا۔

''لیکن آپ نے کیوں سنگھا دیا کلوروفام......!''

''مجھے بہت پہلے شبہ ہوگیا تھا...... فلپ شیرنگٹن کی تصاویر پہلے بھی باہر کے رسائل میں دیکھ چکا ہوں...... آؤ میرے ساتھ۔'' وہ راہداری میں مڑتا ہوا بولا۔

وہ انہیں ریٹا کی خواب گاہ میں لایا تھا۔

''سوال تو یہ ہے کہ اپنے ہی گھر میں اس طرح داخل ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔'' حمید بولا۔

''تم اسے بتا چکے تھے کہ میں باہر جارہا ہوں گھر نہیں آؤں گا اور مجھے جو کچھ بھی دیکھنا تھا اس کی لاعلمی میں......!''

''لیکن انکل بے ہوش کردینے کے بعد اسے میری خواب گاہ میں کیوں منتقل کردیا تھا۔'' نیلم نے سوال کیا۔

''اس کمرے میں ایک ایک انچ جگہ کی تلاشی لینی تھی۔ اسکے سامان کو بھی دیکھنا تھا۔ کلوروفام کا اثر جلد بھی زائل ہوسکتا ہے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ تم بھی اسے خواب آور دوا دے چکی ہو۔''

''ختم کیجیے اس قصے کو۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''سب سے اہم بات تو رہ ہی گئی۔''

''کیا بات ہے۔''

''ہم نے تجربہ گاہ میں عجیب قسم کی آوازیں سنی تھیں لیکن یہ نہ معلوم کرسکے کہ وہ کہاں سے آرہی تھیں۔''

''کیسی آوازیں؟''

''ایسا معلوم ہوتا تھا'' نیلم کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''جیسے کوئی جاندار شے اپنے [illegible] پیروں سے چل رہی ہو۔''

''اوہ......تم شاید کرسی پر بیٹھ گئی تھیں جو کالی میز کے سامنے رکھی ہوئی ہے۔''

''جی ہاں شاید......!''

''یہی بات تھی۔''

''کیا بات تھی۔'' حمید اس طرح بولا جیسے اسے اپنا لاعلم رکھا جانا گراں گزرا ہو۔

''پھر بتاؤں گا......کوئی خاص بات نہیں۔ آوازوں کی اثر اندازی پر ایک تجربہ کر رہا تھا۔ جسے بعض معاملات کی وجہ سے ادھورا ہی چھوڑ دینا پڑا تھا۔''

حمید نے بُرا سا منہ بنایا اور لاتعلقی سے دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

''تو آپ کو یہاں کس چیز کی تلاش تھی۔'' نیلم نے پوچھا۔

''یہ دیکھو......!'' فریدی نے فرش پر پھیلے ہوئے سامان کی طرف اشارہ کیا۔

ریٹا کا سوٹ کیس اُدھیڑ ڈالا گیا تھا اور اس کی ساری چیزیں فرش پر ڈھیر تھیں۔

''سوٹ کیس کی درمیانی تہہ سے جو اجزاء برآمد ہوئے ہیں انہیں ترتیب دینے سے ایک الیکٹرونک آلہ نقب زنی تیار ہو جائے گا اور جس سے فولاد کی تجوریاں بھی کاٹی جا سکتی ہیں۔''

''آخر یہ کم بخت چاہتی کیا ہے۔'' نیلم بھنا کر بولی۔

حمید طوطے کے سے انداز میں ناک کے بل بولنے لگا۔ ''ٹیں ٹیں ٹیں......روبی خان پھر کھاؤ گے......ٹیں......ٹیں......ٹیں......!''

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔

✽

دوسری صبح ریٹا اپنی خواب گاہ میں بیدار ہوئی تھی اور شاید اسے کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں ہوئی تھی۔ معمول کے مطابق بیداری کے بعد کی مصروفیات رہی تھیں اور پھر''

کی میز پر جا پہنچی تھی۔ کیپٹن حمید نے لہک کر استقبال کیا تھا اور نیلم کے رویئے میں بھی کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی تھی۔

''کیا خیال ہے......آج تفریح کی رہی نا'' حمید نے ناشتے کے دوران میں ریٹا سے پوچھا۔

''میں تو سوچ سوچ کر محظوظ ہوتی رہی ہوں......تمہاری عورتوں کے روایتی ملبوسات ہمیشہ سے پسند رہے ہیں۔''

''بس غرارہ سوٹ......!'' حمید نے نیلم کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مشق کی ضرورت پیش آئے گی۔'' نیلم نے کہا۔

''پہنا کر میرے حوالے کر دو......سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

نیلم نے حمید کو گھور کر دیکھا تھا۔ لیکن وہ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر کہتا رہا۔ ''انہیں سوٹ پہننے کے مکمل آداب سکھاؤں گا۔''

''شکریہ کیپٹن......!''

ناشتے کے بعد ہی انہیں اس مرحلے سے گزرنا پڑا تھا کیونکہ ریٹا نے بے صبری کا مظاہرہ کر دیا تھا۔ غرارہ سوٹ پہن کر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

''اوہ......میں تو مغل شہزادی لگ رہی ہوں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''بس مغلوں کا غرارہ ہی باقی رہ گیا ہے۔ اگر میں اکبر اعظم کا سا لباس پہن لوں تو میرے پیچھے تالیاں بجاتے پھریں گے۔'' حمید بولا۔

''باتیں بند کرو بابا......چلنے کی کیا رہی......ابھی برقعہ بھی باقی ہے۔''

''ہاں......ٹھیک ہے۔''

اس کے بعد برقعے کی باری آئی تھی۔ لیکن مسئلہ تھا نقاب کا......نقاب ڈال کر وہ ے کو سنبھالے رکھنے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی اور غرارہ بھی فرشی غرارہ تھا۔ آخر یہ طے نقاب کو ٹھوڑی پر بل دے کر صرف دہانہ ڈھانک لیا جائے اور آنکھیں تاریک شیشوں ینک میں چھپ جائیں گی۔

پوری تیاری کے بعد جب گھر سے نکلنے کی نوبت آنے ہی والی تھی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"دیکھو......کون ہے۔" حمید بیزاری سے بولا۔ "کہہ دینا ہم میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔"

نیلم نے کال ریسیو کی تھی۔ غور سے سنتی رہی تھی۔ پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر حمید سے بولی تھی۔ "ضروری کال ہے......سن لو......!"

اس کی سنجیدگی دیکھ کر حمید نے کال سے متعلق کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

لیکن اس وقت اس کا حلیہ بگڑ گیا جب ریسیور کان سے لگاتے ہی فریدی کی آواز سنائی دی۔

"میرا خیال ہے کہ تم اس وقت تفریح کے موڈ میں ہو گے۔"

"میرے موڈ میں ہونے سے کیا ہوتا ہے......فرمائیے۔"

"اسے نیلم پر چھوڑ دو۔"

"میں کب سر پر اٹھائے پھر رہا ہوں۔" حمید بھنا کر بولا۔

"نیاگرا میں تمہارا منتظر ہوں۔"

حمید نے بہت [illegible] لیتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔

"مجھے افسوس ہے ریٹا! میں تمہارے ساتھ نہ جاسکوں گا۔ اچانک دفتر میں طلب کر لیا گیا ہوں۔" اس نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" ریٹا نے کہا اور نیلم کی طرف دیکھنے لگی۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" نیلم بولی۔ "ہم جائیں گے۔"

"کیپٹن خوش مزاج آدمی ہیں۔ فرق تو پڑے گا۔"

"میں بھی چڑچڑی اور بد دماغ نہیں ہوں۔"

"ارے یہ مطلب نہیں تھا۔"

"اچھا...... بائی بائی......!" حمید ہاتھ ہلاتا ہوا باہر نکلا چلا آیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی نیاگرا کی طرف جا رہی تھی۔ لیکن اس کا ذہن گھر ہی میں رہ گیا تھا۔ پچھلی رات کے انکشافات کے بعد سے وہ ریٹا کو ہر وقت نظر میں رکھنا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں اس نے کس مقصد کے تحت نیلم کو آلہ کار بنایا تھا۔ وہ فریدی کے گھر میں کیا کرنا چاہتی تھی۔

اس کے پاس آلہ نقب زنی کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی۔

پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ کیا نیلم اس پر نظر رکھنے کے لئے کافی تھی؟ اگر وہ اتنی باصلاحیت ہوتی تو اس کے فریب میں کیوں آجاتی۔

اسے خاصی تیز رفتاری سے راستہ طے کرنا پڑا تھا۔ فریدی نیاگرا کے ڈائننگ ہال میں ملا۔

"کیا خبر ہے؟" فریدی نے پہلا سوال کیا تھا۔

"خبر آپ کے پاس ہوگی۔ مجھے تو اپنی ہی خبر نہیں۔"

"کیا وہ دونوں سیر کے لئے جائیں گی۔"

"کبھی کی جاچکی ہوں گی۔"

"یہی ہونا چاہئے تھا۔"

"میں کافی پیوں گا۔" حمید کرسی کھسکاتا ہوا بولا۔

"ضرور پینا......!" فریدی اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "فلپ شیرنگٹن کا سراغ مل گیا ہے۔"

"فلپ شیرنگٹن کا یا اس آدمی کا جس کی ہمیں تلاش ہے؟"

"فلپ شیرنگٹن کا......وہ یہاں کبھی نہیں آیا۔ اس وقت پیرس میں موجود ہے......وہاں کے ایک کلب نے چھ ماہ قبل اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔"

"تو پھر یہ ریٹا شیرنگٹن......!"

"اسی کی بہن ہے۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"سامنے کی بات ہے۔ فلپ شیرنگٹن کے ہاتھ صاف ہیں۔ شاید اسے ان معاملات کا علم تک نہ ہو۔ خود ریٹا کسی بُرے آدمی کے ہتھے چڑھ گئی ہو اور وہ اتنا باخبر آدمی ہے کہ نیلم کے بارے میں بھی سب کچھ جانتا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ پُرتفکر انداز میں پاؤچ سے تمباکو نکال نکال کر پائپ میں رکھتا رہا۔

فریدی نے ویٹر کو طلب کر کے کافی کا آرڈر دیا تھا۔ حمید نے پائپ سلگایا اور کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔

''تم کیا سوچ رہے ہو۔'' فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

''یہی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔''

''فی الحال کچھ بھی نہیں......!''

''تو پھر مجھے ان کے ساتھ جانے ہی دیا ہوتا۔''

''میں چاہتا ہوں کہ ریٹا ہماری نظروں میں شبہے سے بالاتر ہی رہے۔''

''میں نہیں سمجھا......!''

''مجھے اور تمہیں اس سے دور ہی رہ کر دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا چاہتی ہے۔''

''اور اگر نیلم کسی دشواری میں پڑ گئی تو۔''

''وہ تو پڑ ہی چکی ہے۔''

''ریٹا کا آلہ نقب زنی کہاں ہے۔''

''وہیں جہاں سے برآمد ہوا تھا......اسی طرح سوٹ کیس کی درمیانی تہہ میں رکھ کر سوٹ کیس کی دوبارہ سلائی کردی گئی ہے۔ وہ اندازہ نہیں کر پائے گی کہ استر کبھی اُدھیڑا بھی گیا ہوگا......لیکن بوقت ضرورت نہ تو وہ آلے کو کارآمد پائے گی اور نہ اس کا نقص ہی دور کر سکے گی۔''

''پھر ہمیں کیسے معلوم ہو سکے گا کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔''

''موقع کے منتظر رہو......سب کچھ سامنے آجائے گا......!''

ویٹر کافی لے آیا تھا۔ فریدی نے خاموشی اختیار کرلی۔ حمید پائپ کو ایش ٹرے میں رکھ کر کافی بنانے لگا۔ دن کے ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ باہر سرد ہوا چل رہی تھی۔ لیکن نیاگرا کا ایئر کنڈیشنڈ ہال خاصا آرام دہ محسوس ہو رہا تھا۔

فریدی نے حمید سے کافی کی پیالی لیتے ہوئے کہا۔ ''ٹیلی فون بوتھ والی کال بھی معمہ نہیں رہی۔''

''کیا مطلب......؟'' حمید سیدھا ہو بیٹھا۔

''طوطے والی کال کے بعد ہی خیال آیا تھا کہ کہیں کال کرنیوالے نے آواز بدل کر بولنے

کوشش نہ کی ہو کیونکہ پہلے ہی اس آواز میں شناسائی کی ہلکی سی جھلک محسوس کرچکا تھا۔''

''اوہ......! میں سمجھا تھا شاید روبی خان کے پتھر کھانے پر آپ کو کچھ یاد آیا ہے۔''

''وہ الگ معاملہ ہے!''

''تو گویا آپ اس کی تہہ تک بھی پہنچ چکے ہیں۔''

''اس حد تک جانا مبالغہ ہوگا......کیونکہ میں اس کے سلسلے میں ابھی تک کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔''

''بوتھ والی کال کس کی تھی۔''

''کسی اچھے آدمی کی نہیں تھی......ہوسکتا ہے تم اسے جانتے ہی نہ ہو۔''

''پھر بھی......نام بتا دینے میں کیا حرج ہے۔''

''بیڈرول......غیر ملکیوں میں اسی نام سے پہچانا جاتا ہے۔''

''میں جانتا ہوں......گائیڈ بدرالحسن......عام طور پر بدرل کہلاتا ہے......ہاں غیر ملکی اسے بیڈرول ہی کہتے ہوں گے۔''

''مجھے یقین ہے کہ وہی تھا۔ اس نے اپنی آواز بدلنے کی کوشش کی تھی......!''

''تو پھر آپ نے کیا کیا......؟''

''کچھ بھی نہیں......لیکن اس وقت کچھ کرنے کا ارادہ ہے۔''

پھر حمید خاموشی سے کافی پیتا رہا تھا۔

''یہاں موجودگی کا مقصد ہی یہی ہے کہ اس سلسلے میں بھی کچھ کرنا چاہئے۔''

حمید نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''شاید تم لفظ ''بھی'' پر چونکے ہو۔ ہاں میری دانست میں وہ محض حاشیئے کی چیز تھی۔''

''یعنی وہ بوتھ والا دھماکہ۔''

''ہاں......مجھے اس معاملے میں......!''

فریدی جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔ اب اس کی توجہ صدر دروازے کی طرف تھی۔ لیکن حمید نے مڑ کر دیکھا نہیں تھا۔ صدر دروازے کی جانب اس کی پشت تھی۔

فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کسی کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور شاید اشارے سے بلایا بھی تھا
کیونکہ آنے والے نے قریب پہنچنے میں تاخیر نہیں کی تھی۔

''بیٹھ جاؤ......!'' فریدی بائیں جانب والی کرسی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''شکریہ...... جناب......عزت افزائی۔'' نووارد گھگھیاتا ہوا بیٹھ گیا۔

حمید اسے پہچانتا تھا۔ وہ بھی ایک ٹورسٹس گائیڈ ہی تھا۔ لیکن وہ نہیں تھا۔ جس کا تذکرہ
فریدی کچھ دیر قبل کر چکا تھا۔

''کیا مجھ سے کوئی قصور ہوا ہے کرنل صاحب۔''

''ہرگز نہیں...... میری توجہ کا مقصد ہر حال میں یہ نہیں ہوتا کہ میں کسی پر کوئی الزام رکھنا
چاہتا ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ جناب...... دراصل میرا پیشہ ایسا ہے کہ دھڑکا لگا ہی رہتا ہے۔ لیکن
آپ جانتے ہی ہیں کہ یہاں کے سارے گائیڈ ایک جیسے نہیں ہیں۔''

''میں جانتا ہوں! اور تم لوگوں میں صرف ایک ہی ایسا آدمی ہے جس سے پولیس کو
دلچسپی ہو سکتی ہے۔''

''میں سمجھ گیا! لیکن آپ یقین فرمائیے کہ میں اس سے ہمیشہ سو گز کے فاصلے پر رہتا ہوں۔''

''مجھے اسکا بھی علم ہے۔ دراصل مجھے کوئی دن سے بدرل کی تلاش ہے۔ آخر وہ ہے کہاں۔''

''فوری طور پر نہیں بتا سکوں گا...... لیکن اگر آپ دو تین گھنٹے دے سکیں تو پوری
معلومات فراہم کر کے آپ کو مطلع کر دوں۔''

''دو تین گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔''

''اس سے کم وقت میں ممکن نہ ہوگا......اس کا بزنس بہت وسیع ہے۔''

''بزنس......!'' فریدی نے حیرت ظاہر کی تھی۔

''اوہ......تو آپ نہیں جانتے۔''

''کبھی اس کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔''

''جنابِ عالی......وہ غیر ملکی لڑکیوں کا کاروبار کرتا ہے۔''

''خوب......نئی اطلاع ہے۔ میں تو صرف یہ جانتا تھا کہ وہ ٹورسٹس کے لئے دیسی
فراہم کرتا ہے۔''

''نشے باز لڑکیاں جب اپنی جیب خالی کر بیٹھتی ہیں تو وہ انہی کے ذریعے اپنی جیبیں بھی
اور ان کی بھی......اور خود ہی ان کی نگرانی بھی کرتا رہتا ہے......لہٰذا یہ بتانا مشکل
ہے کہ کب کہاں کس کے ساتھ ہوگا......اونچے سودے ہوتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے! تم مجھے اس نمبر پر اطلاع دے سکتے ہو۔'' فریدی نے جیب سے
نکال کر پچاس کا ایک نوٹ کھینچا اور اسی پر فون نمبر لکھنے لگا۔

''اس کی ضرورت نہیں کرنل صاحب! مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔''

''رکھو......!'' فریدی نے نوٹ تہہ کر کے اس کے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ دیا۔

''جلد از جلد...... رنگ کرنے کی کوشش کروں گا جناب۔'' گائیڈ اٹھتا ہوا بولا۔

اس کے چلے جانے کے بعد حمید کھنکار کر بولا۔ ''شاید پہلی بار آپ سے یہ پرہیزی
زد ہوئی ہے۔''

''اس کی محنت کا معاوضہ...... حالانکہ وہ اس کے بغیر بھی میرے لئے معلومات فراہم
رتا۔ اپنی زندگی بچانے کے لئے سبھی جتن کرنے پڑتے ہیں۔''

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔ حمید آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

''کمال ہے......یہ آپ کی آواز تھی۔'' وہ بالآخر بولا۔

''کیوں کیا میری زندگی اتنی ارزاں ہے کہ میں اسے بچانے کے لئے کچھ خرچ بھی نہ
کروں۔ تمہیں شاید نہیں معلوم کہ آج صبح سے محکمے کی آرمڈ کار استعمال کر رہا ہوں۔''

''بس کیجئے......ورنہ میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔''

''کیوں......؟''

''پہلے بھی صدہا بار آپ خطرات میں پڑے ہیں لیکن اس حد تک کبھی محتاط نہیں ہوئے۔''

''پہلے بے وقوف تھا......اب عقلمند ہو گیا ہوں۔ چلو اٹھو۔''

فریدی اٹھ گیا تھا۔ کاؤنٹر کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔ ''اسی طرح ادائیگی کر دی جائے

ورنہ دیر ہو جائے گی۔"

کاؤنٹر پر بل کی رقم ادا کر کے وہ باہر نکلے تھے۔

"اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دو......میرے ساتھ چلو۔"

"کہاں......؟"

"جہاں آج کل چھپا ہوا ہوں۔"

"خدا کے لئے بور نہ کیجئے مجھے......!"

"سپرمین نہیں ہوں حمید صاحب!"

"دنیا جو کچھ سمجھتی ہے آپ کو وہی رہئے۔"

"میں خود کو دنیا کی آنکھ سے نہیں دیکھتا......میری اپنی بھی آنکھیں ہیں۔"

"تب پھر مجھے کہنے دیجئے کہ آپ کے میک اپ میں کوئی اور بول رہا ہے۔"

"جو دل چاہے سمجھ لو......!"

"میں کچھ نہیں سمجھنا چاہتا......ٹھہرئیے......اپنی گاڑی تو لاک کر دوں۔"

"ضرورت نہیں ہے......بلکہ میں تو یہ مشورہ دوں گا کہ کنجی بھی اگنیشن ہی میں چھوڑ چلو۔"

"کیا آپ سنجیدہ ہیں۔"

"قطعی......ورنہ پھر تمہاری گاڑی گھر تک کیسے پہنچے گی۔"

"میں بالکل نہیں سمجھا۔"

"تم میرے ساتھ قیام کرو گے اور آرنڈ کار میں گھومو گے۔"

"آئی شامت......!"

وہ پارکنگ شیڈ میں پہنچ گئے تھے۔ حمید نے اپنی گاڑی کی کنجی اگنیشن میں لگا دی اور فریدی کے ساتھ آرنڈ کار میں بیٹھ گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ غیر معینہ مدت کے لئے گھر کی شکل دیکھنے سے بھی محروم ہونے جا رہا تھا۔

ویسے گھر میں اس کے لئے رکھا ہی کیا تھا۔ لیکن ریٹا مشتبہ ہونے کے باوجود بھی اسے پسند آ گئی تھی۔ ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لئے وہ بڑی دلجمعی سے اس کی باتیں سنتی تھی اور

آنکھوں سے مترشح ہوتا جیسے ایک ایک لفظ پر غور کرتی جا رہی ہو۔ خود کچھ کہنے سے قبل مسکراہٹ کو مزید تاثر انگیز بنانے کے لئے آنکھوں میں بھی تبسم کا رنگ بھرتی۔ اس وقت بالکل ایسا ہی محسوس ہوتا جیسے کسی ستار نواز نے باج کے تار کو بل دے کر ایک ہی ضرب سے کئی گونجیں پیدا کی ہوں۔

آرنڈ کار جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی اور حمید چونک پڑا۔

ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر فریدی کو دیکھا تھا اور کوٹ کی جیب سے پائپ نکالنے لگا تھا۔

"تم حیرت ظاہر کئے جاؤ میرا کیا بگڑتا ہے۔"

"کیا آپ مجھ سے اس کا حق بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔"

"ڈفر ہو تم......میں جانتا ہوں کہ بدرل کہاں مل سکے گا......لیکن میں صرف یہ بات اس تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کی تلاش ہے۔"

"اس سے کیا ہوگا......؟"

"وہی جو اس لا حاصل دھماکے سے ہوا تھا۔"

"یعنی آپ اسے کسی غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ آرنڈ کار تیز رفتاری سے کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

حمید نے پائپ میں تمباکو بھر کر دیا سلائی دکھائی تھی اور ہلکے ہلکے کش لیتا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اب کچھ پوچھنا ہی نہ چاہتا ہو۔

آرنڈ کار ابھی شہر کی حدود میں داخل نہیں ہوئی تھی۔

دفعتاً ایک جگہ فریدی نے گاڑی بائیں جانب سڑک کے کنارے اتار کر روک دی۔

"خیریت......!" حمید چونک پڑا کہ ان دنوں اسے چونکنے کی کچھ عادت سی ہو گئی تھی۔

"خبریں......!" فریدی گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ "بلیک تھرٹین کالنگ......ہیلو......ہارڈ اسٹون۔"

"ہارڈ اسٹون......بلیک ون تھری......ریورس تھری ون......اوور۔"

''اندازہ درست تھا وہ کسی دشواری میں ہے۔ براہِ راست.... رابطہ قائم نہیں کرسکتا اوور.....!''

''کیا تم اس سے ملے ہو اوور......!''

''نہیں...... حالات کا دور ہی سے جائزہ لیا ہے اوور......!''

''کیا وہ محل میں موجود ہے اوور......!''

''یہی اطلاع ملی ہے اوور......!''

''کیا وہ پرندہ بھی وہاں موجود ہے اوور......!''

''میری تفتیش کے مطابق وہ بقید حیات ہے اور اب بھی وہیں موجود ہے اوور......!''

''اوور اینڈ آل......!'' فریدی نے کہہ کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

''یہ بدرل اتنا اہم ہو گیا ہے؟'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا...... اور اب تو تم ہی اسے دیکھو گے۔ کیونکہ اب مجھے حقیقتاً باہر جانا پڑے گا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''یہ آرمڈ کار تمہارے استعمال میں رہے گی۔''

''آپ کہاں جا رہے ہیں...... اور یہ کس پرندے کی بات تھی۔''

''کیا تم طوطے والی کال بھول گئے۔''

''قطعی نہیں! لیکن اس سے بھی زیادہ وہ دھماکہ یاد آتا رہتا ہے جو میرے بھی چیتھڑے اڑا سکتا تھا۔''

''لیکن تم زندہ ہو۔'' فریدی نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔''

''ہو جائے گا جب اپنے دن پورے کر چکے ہو گے۔''

''اچھا تو پھر طوطے ہی کی بات کیجئے۔''

''وہ روبی خان کا طوطا ہے۔''

''یہ روبی خان کس جنگل سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''شمالی کوہستانی علاقے کے بے تاج بادشاہ۔''

''خان دوراں کے علاوہ تو اور کوئی بھی شمال میں ایسا نہیں ہے۔''

''اس کی بیوی اسے روبی خان کہتی ہے۔ کیونکہ وہ لعل کی ایک بہت بڑی کان کا مالک بھی ہے۔ گلروان کی بچی کا نام ہے خانم سعدیہ بہت ذہین عورت ہے۔''

''اور اس نے ایک ایسا طوطا پال رکھا ہے جو سرکاری سراغ رسانوں سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتا رہتا ہے۔''

''خانم سعیدہ کو پرندے جمع کرنے کا شوق ہے۔ خصوصیت سے بے شمار اقسام کے طوطے پال رکھے ہیں۔ میں نے کسی سے سنا تھا کہ افریقہ کی کسی نسل کا ایک طوطا ایسا بھی ہے ان کے پاس جو نہ صرف آدمیوں کی طرح بول سکتا ہے بلکہ جو کچھ اس سے کہا جائے سمجھ بھی سکتا ہے۔''

''واقعی بہت سمجھ دار معلوم ہوتا ہے۔ روبی خان کو پتھر کھانے کا مشورہ دے رہا تھا۔''

''خان دوراں کو جواہرات کا خبط ہے اور اسی بناء پر خانم سعدیہ کا خیال ہے کہ اگر ہضم کرسکتا تو شاید پتھر کھانے بھی لگتا۔ شاید شوہر کو چڑانے کیلئے اس نے طوطے کو یہ سبق پڑھا دیا ہے۔''

''اور ممتحن آپ کو بنایا ہے کہ وہ سبق فون پر سنوار رہی تھی۔''

''تم سمجھے نہیں...... میرا خیال ہے کہ کسی دشواری کی بناء پر میری توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوگا۔''

''کیا دشواری ہو سکتی ہے۔''

''شاید تم اپنا ذہن کہیں اور چھوڑ آئے ہو۔''

''آرمڈ کار کے باہر۔''

''اگر مجھے یہ خدشہ ہو کہ میری فون کال کہیں سے ٹیپ کی جا رہی ہوگی تو میں کیا کروں گا۔''

''آپ کے بارے میں بتانا بہت دشوار ہے کہ آپ کیا کریں گے۔''

''ختم کرو۔'' فریدی گاڑی کا انجن اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔ ''جو کچھ تمہیں کرنا ہے اس پر توجہ دو۔''

"میں نہیں جانتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"ٹوری بیڈسٹر کی تلاش جاری رکھنا اور بوتھ والے دھماکے کی تفتیش کے سلسلے میں بدرل پر زور دینا۔"

"ضروری نہیں کہ وہ اعتراف ہی کر لے۔"

"نہ کرے......لیکن کم از کم تمہارا ہاتھ اس کے گریبان تک تو پہنچنا چاہئے۔"

"میں دیکھوں گا......!" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تو بہر حال آپ شمال کی طرف سفر فرمائیں گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم آج کل صورت سے غبی کیوں نظر آنے لگے ہو۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر شاید میری شادی کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

"میں تمہیں اب جس عمارت میں چھوڑوں گا وہیں کا فون نمبر اس گائیڈ کو دیا تھا۔"

فریدی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "تم اسکی کال ریسیو کئے بغیر وہاں سے کہیں اور نہ جانا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ گاڑی پھر رفتار پکڑنے لگی تھی۔ شہر سے باہر ہی حمید کو ایک عمارت کے سامنے اُتار دیا گیا......اور فریدی نے کنجیوں کا ایک گچھا اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"گاڑی کچھ دیر بعد واپس آ جائے گی......شہر پہنچ کر ڈرائیور کو چھٹی دے دینا۔"

"تو کیا عمارت بالکل خالی ہے اس وقت۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں......میں یہاں تنہا تھا۔"

قبل اس کے کہ حمید کوئی اور سوال کرتا فریدی نے ایکسلریٹر پر پیر رکھ دیا تھا۔

گاڑی فراٹے بھرتی آگے نکلی چلی گئی۔

پھاٹک مقفل تھا۔ حمید نے گچھے سے کنجی منتخب کر کے قفل کھولا اور کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر رہائشی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ عمارت خاصی کشادہ اور جدید طرز کے مطابق آراستہ بھی ثابت ہوئی تھی۔ پوری عمارت کا چکر لگا چکنے کے بعد وہ اس کمرے میں آ بیٹھا جہاں فون تھا۔

روبی خان والا معاملہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔ بس اتنی سی بات پر کہ کسی نے طوطے کی زبانی فون پر ان سے چھیڑ چھاڑ کر ڈالی تھی اتنا طویل سفر اختیار کر لینا عقلمندی تو

نہیں کہلائی جا سکتی تھی۔

پھر اسے وہ کال یاد آئی جو آرمڈ کار کے ٹرانسمیٹر پر ہوئی تھی۔ بلیک فورس کے کسی ممبر نے غالباً خان دوراں ہی کے علاقے سے فریدی کو کال کیا تھا۔ تو کیا سچ مچ خان دوراں ایسے ہی حالات سے دوچار ہے کہ فون پر اسے علامات کا سہارا لینا پڑا تھا۔ لیکن وہ اپنے علاقے میں اتنا مجبور تو نہیں ہو سکتا۔ وہاں کون اس سے آنکھیں ملا سکتا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ حمید نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو......!"

"کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ کال کرنے والا اسی گائیڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا جس سے کچھ دیر قبل فریدی نے نیاگرا میں تفریح کی تھی۔

"کیپٹن حمید......!" اس نے پیشانی پر شکنیں ڈال کر کہا۔

"کرنل صاحب کو بلایئے جناب۔"

"کیا بات ہے! تم مجھے رپورٹ دے سکتے ہو۔ کرنل صاحب فی الحال موجود نہیں ہیں۔"

"مم......میں پولیس کی حراست میں ہوں جناب۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

حمید نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔ "کیوں؟"

"مجھے ایک جگہ کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ بدرل وہاں موجود ہے۔ میں پہنچا تو اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔"

"جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے؟"

"یہاں پولیس پہلے سے موجود تھی کیونکہ یہاں بدرل کی لاش ملی ہے۔"

"اوہ......!" حمید نے طویل سانس لی۔

"اب میں ریسیور انسپکٹر صاحب کو دے رہا ہوں۔ میری جان بچایئے۔"

"پھر دوسری طرف سے کسی دوسرے آدمی کی آواز آئی تھی۔"

"ہیلو......کون صاحب ہیں؟"

"کیپٹن حمید......مرکزی محکمہ سراغرسانی۔"

’’میں تو آپ کی آواز تک نہیں پہچانتا۔ کیا آپ یہاں آنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔‘‘

’’فوری طور پر نہیں آ سکتا۔ کیونکہ گاڑی فی الحال موجود نہیں ہے اور میں اس وقت جہاں ہوں وہاں مجھے ٹیکسی بھی نہیں مل سکتی۔‘‘

’’تب پھر جب دل چاہے پرسٹن کے تھانے میں تشریف لایئے گا۔ تصدیق فرمائے بغیر ہم اس آدمی کو نہیں چھوڑ سکیں گے۔‘‘

’’اسے کرنل فریدی نے بدرل کی تلاش میں روانہ کیا تھا۔‘‘

’’اگر میں آپ کی آواز بھی پہچان سکتا تو محض آپ کی فون کال ہی کافی ہوتی لیکن ایسے حالات میں......!‘‘

’’ٹھیک ہے! تم اسے تھانے لے جاؤ...... میں تھوڑی دیر بعد پہنچوں گا۔‘‘

’’بہت بہتر......!‘‘

پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ حمید نے بھی ریسیور رکھ دیا اور بلند آواز میں بڑبڑایا۔ ’’اب فرمایئے ایک آدمی کی لاش زیادہ اہم ہے یا ایک ارسٹو کریٹ کے طوطے کی بکواس...... لیکن جناب کو مطلع کس پتے پر کیا جائے۔‘‘

قریباً ایک گھنٹے بعد آرنڈ کار واپس آئی تھی۔ جسے محکمے ہی کا ڈرائیور لایا تھا۔ لیکن فریدی کے بارے میں وہ بھی کچھ نہ بتا سکا۔ بس اسے حکم ملا تھا کہ گاڑی مذکورہ پتے پر لے جائی جائے۔

’’گاڑی کہاں سے لائے ہو۔‘‘ حمید نے بھنا کر پوچھا۔

’’آفس کے پارکنگ شیڈ سے جناب۔ وہیں کھڑی تھی۔‘‘ ڈرائیور نے جواب دیا۔

’’اچھی بات ہے...... اب مجھے پرسٹن کے تھانے لے چلو۔‘‘ حمید نے کہا۔

درندہ بلیک باس

ٹوری بیڈسٹر نہیں جانتا تھا کہ اسے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔ وہ اپنے ملک کے ایک

ایسے گروہ کا ممبر تھا جو پورے براعظم میں منشیات کی غیر قانونی تجارت کرتا تھا۔ لیکن ٹوری کے ذمہ منشیات کی نقل وحمل نہیں تھی۔ وہ تو ان لوگوں میں سے تھا جو صرف بیٹھ کر کھاتے ہیں اور عیش کرتے ہیں۔ ان کی ضرورت تو اس وقت درپیش آتی ہے جب گروہ کا کوئی آدمی ’’بے ایمانی‘‘ پر اُتر آتا ہے۔ یعنی رقومات کی ادائیگی کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ یا پھر پولیس سے مل کر گروہ کو توڑنے میں مدد دینے کی کوشش کرتا ہے۔

پھر ٹوری جیسے لوگوں کا کام اسے تلاش کر کے وصولیابی کرنا اور اس کے بعد قتل کر دینا ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ کبھی اسے کسی ایشیائی ملک کا بھی سفر کرنا پڑے گا۔

یہاں پہنچ کر اسے جس آدمی سے رابطہ قائم کرنا تھا اس کا نام کاراس بلابو بتایا گیا تھا۔ ہدایات کے مطابق وہ سیاحوں کی ایک ٹولی کے ساتھ ایئر پورٹ سے شہر کی طرف روانہ ہوا تھا۔ دو دن ایک ہوٹل میں قیام رہا تھا پھر جب سیاحوں کی ٹولی آگے بڑھی تھی تو اس نے بھی رخت سفر باندھا تھا لیکن اس سے قبل کہ وہ ان سیاحوں کی تقلید کر سکتا۔ اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

’’کون ہے...... اندر آ جاؤ؟‘‘ اس نے اونچی آواز میں کہا۔

ہینڈل گھوما تھا اور دروازے کو دھکا دے کر اسی کی نسل کا ایک اجنبی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

’’ٹونی بیڈسٹر......!‘‘ اس نے کہا۔

’’ٹوری بیڈسٹر......!‘‘ ٹوری نے تصحیح کی اور غرایا۔ ’’تم کون ہو!‘‘

’’جیری وہٹلم......!‘‘ اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

ٹوری کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ جیری کا چہرہ اُتر گیا۔

’’تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔‘‘ اس نے لرزتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

’’کیوں......؟‘‘ ٹوری کی سرخ سرخ آنکھیں حلقوں سے ابھر آئیں۔ گروہ کے کلکٹرز میں وہ سب سے زیادہ خطرناک آدمی سمجھا جاتا تھا۔

’’بب...... باس کا حکم......!‘‘

"کیا براہِ راست کوئی ہدایت آئی ہے۔"

"نہیں..... کاراس بلابو کا حکم ہے۔"

"میں نہیں جانتا یہ کون ہے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مسٹر بیڈسٹر.....!"

"مسٹر.....!" ٹوری چڑانے والے انداز میں بولا۔ "بیڈسٹر..... سنو میں صرف ٹوری کہلاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" جیری اسے پُرتشویش نظروں سے بغور دیکھتا ہوا بولا۔ "کوئی کہیں سے آئے یہاں تو کاراس بلابو ہی کا حکم چلتا ہے۔"

"مجھے کہاں چلنا ہوگا.....!"

"ایک جزیرے میں..... کاراس وہیں ہے۔"

"چلو.....!" ٹوری نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"تمہارے بلوں کی ادائیگی کردی گئی ہے۔ اپنا بیگ اٹھاؤ اور باہر نکل جاؤ۔"

"کیا مطلب.....؟" ٹوری اسے پھر گھورنے لگا۔

"باہر پورچ میں سیاہ رنگ کی ڈاج کھڑی ہے۔ اس میں بیٹھ جانا۔"

"تم ساتھ نہیں ہوگے۔"

"نہیں..... یہی حکم ملا ہے..... ڈرائیور کو علم ہے کہ اسے کہاں جانا ہوگا۔"

ٹوری نے اپنا بیگ اٹھایا اور باہر نکلا چلا آیا۔ جیری کمرے ہی میں رہ گیا تھا۔

پورچ میں مذکورہ گاڑی کھڑی نظر آئی۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور اندر بیٹھ گیا تھا۔ گاڑی حرکت میں آ گئی۔

ٹوری نے سگریٹ کا پیکٹ جیب سے نکال کر ایک سگریٹ منتخب کیا اور اسے ہونٹوں میں دبائے کچھ سوچتا رہا۔ خاصی دیر بعد لائٹر کا شعلہ سگریٹ تک پہنچا تھا۔

یہاں بھیجے جانے کی غرض و غایت سے لاعلمی الجھن کا باعث بنی ہوئی تھی۔ اس کاراس بلابو کا نام بھی اس نے پہلی بار سنا تھا اور پہلی ہی بار اسے علم ہوا تھا کہ اس کا گروہ اس کے

اعظم ہی تک محدود نہیں ہے۔

گاڑی اسے ساحل سمندر پر لائی تھی اور یہاں بھی ایک اجنبی اس کا منتظر تھا۔

"میرا نام سیزر ہے۔ میں تمہیں کاراس کے جزیرے میں لے جاؤں گا۔" اس نے اپنا
کراتے ہوئے کہا۔ "تھوڑی دیر بعد لانچ ساحل سے لگے گی۔"

"اس سفر میں کتنا وقت صرف ہوگا۔" ٹوری نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"شاید ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زیادہ۔"

پھر ٹوری نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ گاڑی جو اسے یہاں لائی تھی کبھی کی جا چکی تھی۔

"کیا تم کچھ پینا پسند کرو گے۔" سیزر نے اس سے پوچھا۔

"نہیں..... میں ناوقت کچھ نہیں کھاتا پیتا.....!" ٹوری کا لہجہ بدستور سرد رہا۔

سیزر اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ ٹوری نے بھی شاید اسے محسوس کرلیا تھا
بظاہر لاتعلقی کا مظاہرہ کرتا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد مطلوبہ لانچ ساحل سے لگی تھی اور دونوں اس پر جا بیٹھے تھے۔

سفر ایک گھنٹے سے زیادہ تک جاری رہا تھا اور بالآخر لانچ ساحل سے لگی تھی اور دونوں
پر جا بیٹھے تھے۔ متعدد چھوٹی بڑی لانچیں لنگر انداز تھیں۔ لانچ سے اُتر کر وہ پھر ایک گاڑی
بیٹھے تھے جو پہلے ہی سے وہاں موجود تھی۔

جزیرہ خاصا آباد تھا۔ لیکن مقامی لوگ کم ہی دکھائی دیئے۔ زیادہ تر سفید فام نظر آرہے تھے۔

"کیا یہ یہاں کی کوئی تفریح گاہ ہے۔" ٹوری نے سیزر سے پوچھا۔

"یہی سمجھ لو..... کاراس نے اس جزیرے کو خرید لیا ہے۔"

ٹوری ایسا بن گیا جیسے یہ اطلاع اس کے لئے کوئی اہمیت نہ رکھتی ہو۔

جلد ہی گاڑی ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت کے سامنے رکی تھی اور سیزر نے ٹوری
کہا تھا۔ "باس کسی وقت تمہیں طلب کرے گا اب تم آرام کرو۔"

ٹوری اپنا سوٹ کیس اٹھائے ہوئے عمارت میں داخل ہوا۔

سیزر اسی گاڑی سے واپس چلا گیا تھا۔

ٹوری اس عمارت میں تنہا تھا لیکن وہاں اسے ضرورت کی ساری چیزیں مل گئی تھیں۔ دوپہر کے کھانے کے لئے باہر نہیں جانا پڑا تھا کیونکہ ریفریجریٹر میں کئی وقت کی اشیائے خوردنی موجود تھیں۔ بس انہیں گرم کرنا پڑتا۔ سو یہ کام کوئی اتنا مشکل نہیں تھا۔

سہ پہر کو سیزر پھر دکھائی دیا۔

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔" ٹوری نے پوچھا۔

"ہمیں اتنا ہی کرنے کی اجازت ہے جتنا کہا جائے۔"

"بڑی پابندیوں میں زندگی بسر کر رہے ہو۔"

"مجبوری ہے۔"

"بہت سخت آدمی ہے کاراس......!"

"آدمی نہ کہو......درندہ ہے۔"

"خوب......!" ٹوری طنزیہ انداز میں بولا۔ "تو مجھے یونہی پابند رہنا پڑے گا۔"

"میں نہیں جانتا کہ تمہاری حیثیت کیا ہوگی۔"

"کیا تم بھی میری ہی طرح یہاں آئے تھے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"مطلب یہ کہ تمہیں بھی نہیں معلوم تھا کہ یہاں کیوں بھیجے گئے ہو۔"

"غالباً یہی صورت تھی۔"

"تمہارے ذمہ یہاں کیا کام ہے۔"

"میری ایک بات مانو......!" سیزر نے سوال کا جواب دینے کی بجائے کہا۔ "یہاں صرف اپنے کام سے کام رکھنا۔ جس قسم کے سوالات مجھ سے کر رہے ہو اس سے ہمیشہ احتراز کرنا۔ کاراس اس کا متحمل نہیں ہوتا اور ہاں اس کی کسی بات پر اعتراض بھی نہ کرنا۔"

"میں نہیں سمجھا۔" ٹوری اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"قدم قدم پر تمہارا خون کھولے گا......بس خود کو قابو میں رکھنا۔"

"کیا وہ اپنے آدمیوں کو حقیر سمجھنے کا عادی ہے۔"

"تم خود ہی دیکھ لو گے۔"

"تب تو شاید مجھے واپس جانا پڑے گا۔ مجھے اگر اوپر والوں سے اختلاف ہو جائے تو اظہار ضرور کرتا ہوں۔"

"یہاں اس سے گریز کرنا۔"

"دیکھا جائے گا۔" ٹوری نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

سیزر نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "بس اب تیار ہو جاؤ۔ اس نے تمہیں طلب کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں واقعی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔" ٹوری بڑبڑایا تھا۔

"پہلے پہل میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا۔ لیکن اب عادی ہو گیا ہوں۔"

"چلو......اب پتا نہیں میں عادی ہوں گا یا......!" ٹوری جملہ پورے کئے بغیر خاموش ہو گیا تھا۔

اس بار باہر کوئی گاڑی ان کی منتظر نہیں تھی۔ پیدل ہی ایک جانب روانہ ہو گئے۔

"خوبصورت جزیرہ ہے۔" ٹوری نے کہا۔

"اور وہ اسے جنت بنا دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"حرامخوروں کی جنت......!" ٹوری ہنس پڑا۔

انہیں دو تین منٹ سے زیادہ نہیں چلنا پڑا تھا۔ وہ ایک بڑی عمارت میں داخل ہوئے تھے۔

"ملک کا سب سے بڑا قمار خانہ۔" سیزر نے کہا۔ "کاراس نے بڑی دشواریوں سے اس کا پرمٹ حاصل کیا تھا۔"

"کیسی دشواری......!" ٹوری بولا۔

"یہاں اس قسم کے بزنس آسانی سے نہیں پنپنے دیئے جاتے۔ اگر الگ تھلگ جزیرہ نہ ہوتا تو شاید اجازت نہ ملتی۔"

"بس تم یہاں بیٹھ جاؤ۔" سیزر نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا جو کاؤنٹر کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ ہال اس وقت خالی تھا۔ ویٹر میزیں درست کرتے پھر رہے تھے۔ بارٹینڈر نے غور سے ٹوری کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ سیزر نے بھی ٹوری کا تعارف

نہیں کرایا تھا۔

''ٹھیک چار بج کر دس منٹ پر وہ تمہیں طلب کرے گا۔'' سیزر نے کہا۔

''تم کہاں چلے۔'' ٹوری نے سوال کیا۔

''اپنی ڈیوٹی پر...... میرا کام اس وقت اتنا ہی تھا کہ تمہیں یہاں تک پہنچا دوں۔''

وہ بھی چل دیا۔ ٹوری جھنجلاہٹ میں مبتلا ہوگیا تھا۔ ابھی دس منٹ تک اسے وہیں بیٹھے رہنا تھا۔ اس نے بارٹنڈر کی طرف دیکھا جو پہلے ہی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پیلی رنگت اور چپٹی ناک والا ایشیائی آدمی تھا...... ٹوری اس کی صحیح قومیت کا اندازہ نہ لگا سکا۔ مشرق بعید کے کسی بھی ملک کا باشندہ ہوسکتا تھا۔

''کیا تم کچھ پینا پسند کرو گے مسٹر......!'' بارٹنڈر نے دفعتاً کاؤنٹر پر جھکتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں پوچھا تھا۔

''نہیں...... شکریہ۔''

وہ پیچھے ہٹ گیا تھا اور خواہ مخواہ ریک سے ایک بوتل نکال کر کپڑے سے اس کی صفائی کرنے لگا تھا۔

ٹوری نے سگریٹ سلگایا۔ یہاں اسے اجنبیت نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ ویٹر جو میزیں ٹھیک کرتے پھر رہے تھے رنگدار ہی لوگ تھے۔ لیکن انکے چلنے پھرنے کے انداز میں اسی کے ملک والوں کی نقالی پائی جاتی تھی۔ شاید انہیں خصوصیت سے اس کی ٹریننگ دی گئی تھی۔

دفعتاً کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ بارٹنڈر نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا ''یس باس......!''

پھر اس نے کنکھیوں سے ٹوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''او کے باس۔''

ریسیور کریڈل پر رکھ کر ٹوری سے بولا۔ ''اب تم باس کے کمرے میں جاسکتے ہو مسٹر۔''

ٹوری نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''کدھر ہے۔''

بارٹنڈر نے بائیں جانب والی راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''داہنی جانب پانچواں دروازہ...... دروازہ کھول کر اندر چلے جانا۔ کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔''

''شکریہ......!'' ٹوری راہداری میں گھوم گیا۔ پانچویں دروازے پر کاراس کے نام کی تختی نظر آئی تھی۔

اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوتے ہی ٹھٹک کر رہ گیا۔ کیونکہ کمرے میں ایک دیوقامت سیاہ فام آدمی کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ اسی کے ملک کی کالی نسل کا فرد بھی ہوسکتا تھا اور کوئی افریقی بھی۔

''دروازہ بند کردو۔'' اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا تھا۔

ٹوری نے غیر ارادی طور پر دروازہ بند کردیا تھا۔ لیکن جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

''تم ٹوری بیڈسٹر ہو۔''

''ہاں میں ہی ہوں۔'' ٹوری جارحانہ انداز میں بولا۔

''ڈاڑھی مونچھیں صاف کرادو...... بال بھی ٹھیک کراؤ۔''

''تم کون ہو......؟'' ٹوری غرایا۔

''کاراس بلابو...... تمہارا مالک۔''

''تم......؟'' ٹوری کے لہجے میں حقارت تھی۔

''ہاں...... میں...... تمہیں اس میں کوئی شبہ ہے؟''

''مجھے بتایا نہیں گیا تھا۔''

''اب بتایا جارہا ہے...... بیٹھ جاؤ۔'' اس نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

''میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔''

''میں نے کہا تھا بیٹھ جاؤ۔'' کاراس غرایا۔

''سنو کالے آدمی...... اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمہاری ماتحتی کرنی پڑے گی تو مجھے یہاں بھیجنے کی جرأت کرنے والا دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہوجاتا۔''

''بکواس بند کرو...... بیٹھ جاؤ۔''

''شٹ اپ......!'' ٹوری آپے سے باہر ہوا جارہا تھا۔

کاراس اٹھ کھڑا ہوا...... لیکن اس کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ دوسرے

ہی لمحے میں کیا کر گزرے گا۔

ٹوری بھی سنبھل گیا تھا اور خود کو ہر قسم کے حالات سے نپٹنے کے لئے تیار کرنے لگا تھا۔ کاراس سے وہ کئی انچ نیچا نظر آ رہا تھا۔ حالانکہ اپنے ساتھیوں میں سب سے نکلتے ہوئے قد کا حامل سمجھا جاتا تھا۔

کاراس پلکیں جھپکائے بغیر اُسے دیکھتا رہا۔ چہرے سے کسی جذبے کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ بس ایسا لگتا تھا جیسے خلاء میں گھور رہا ہو۔ لیکن ٹوری محسوس کر رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے برقی لہریں نکل کر اس کے اپنے سارے جسم کو مفلوج کئے دے رہی ہوں۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا کرسی کی طرف بڑھا اور غیر ارادی طور پر بیٹھ گیا۔ لیکن کاراس کھڑا ہی رہا تھا۔

ٹھیک اسی وقت دروازے کا ہینڈل گھوما تھا اور ایک سفید فام عورت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

کاراس اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ عورت خوش شکل تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہو گی لیکن اس کی آنکھوں میں عجیب سی ویرانی پائی جاتی تھی۔ ٹوری نے پہلی ہی نظر میں اندازہ کر لیا تھا کہ وہ منشیات کی عادی ہے۔

''مجھ پر رحم کرو۔'' وہ کاراس کی طرف دیکھ کر گڑگڑائی تھی۔

کاراس اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر غرایا۔ ''ناممکن ہے۔''

''پھر میں کیا کروں...... کہاں جاؤں۔'' عورت روئے دے رہی تھی۔

''میں کیا بتا سکتا ہوں...... ہیروئن کا حصول ناممکن ہو گیا ہے۔''

''تمہارے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ میں پچاس گنی زیادہ قیمت دے سکتی ہوں۔''

''قیمت میں اضافے کی کوئی اہمیت نہیں میری نظروں میں۔'' کاراس نے سفاک سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

''پھر تم کیا چاہتے ہو......!''

''میں کیا چاہتا ہوں......؟''

''ہاں جو کچھ بھی کہو۔''

کاراس اپنے داہنے پیر کا جوتا اتارنے لگا۔

ٹوری کبھی عورت کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی کاراس کی طرف۔ عورت ملتجیانہ انداز میں اس کو دیکھے جا رہی تھی۔ جوتا اتار چکنے کے بعد کاراس بولا۔

''تمہیں ہیروئن مل جائے گی۔ سفید فام معزز عورت۔ لیکن اس کے لئے تمہیں میرا تلوا چاٹنا پڑے گا۔''

''کاراس......!'' ٹوری دھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ ''تم کم از کم میرے سامنے ایسا نہیں کر سکتے۔''

لیکن کاراس نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ عورت پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ تو بس آنکھوں میں ہزار ہا التجائیں لئے کاراس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

''ہاں...... میرا تلوا چاٹو......!'' کاراس آہستہ سے بولا۔ ''میں تمہیں اتنی ہیروئن دوں گا کہ ایک ماہ کے لئے بے فکر ہو جاؤ گی۔ چاٹو میرا تلوا......!''

ٹوری جھپٹ کر اس کے درمیان آتا ہوا بولا۔ ''تم ایسا نہیں کر سکتے کاراس......!''

اس نے سر اٹھا کر ٹوری کی طرف دیکھا تھا اور پھر جھک کر بائیں پیر کے جوتے کا بھی تسمہ کھولنے لگا تھا۔ جوتا اتار کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔ ''ٹوری بیڈسٹر...... دوسرے پیر کا تلوا تم چاٹو گے۔''

عورت نے بات بڑھتے دیکھی تو آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی بائیں جانب والی دیوار سے جا لگی۔

''ہاں...... اب پہل تم ہی کرو گے۔'' کاراس ٹوری کو گھورتا ہوا بولا۔ لہجہ بے حد سرد تھا اور اس میں اتنا ہی تیقن تھا کہ ٹوری پہلے تو گڑبڑا گیا پھر دانت پیس کر بولا۔ ''بلیک باس تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔''

کاراس نے بیٹھے ہی بیٹھے اچھل کر اس کے سینے پر زوردار لات رسید کی تھی۔

یہ حملہ اتنا غیر متوقع تھا کہ ٹوری کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ ویسے آدمی جاندار تھا کئی قدم پیچھے ہٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا ہوتا۔ پھرتیلا بھی اتنا ہی تھا کہ سینے پر لات پڑتے ہی جیب سے چاقو نکال کر کھول لیا تھا۔

''شش...... پھینک دے اسے۔'' کاراس نے اس طرح کہا جیسے کسی بچے سے مخاطب ہو۔ ''پھینک دے...... ورنہ تیرے ہی سینے میں پیوست ہو جائے گا۔''

ٹوری نے اس پر چھلانگ لگائی لیکن اسے اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ چاقو کاراس
میں پیوست بھی ہوا تھا یا نہیں...... کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں اس نے خود کو فرش پر پڑا پایا
کاراس اس پر چھایا ہوا تھا۔ ساتھ ہی اس نے اس کی آواز بھی سنی۔ وہ عورت سے کہہ رہا
تھا۔ ''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں...... بیٹھ جاؤ...... تمہارا کام بھی ابھی ہو جائے گا۔''

ٹوری اسے اچھال پھینکنے کے لئے زور لگا رہا تھا۔ لیکن وہ تو پہاڑ تھا۔ اتنے سخت جسم کا
آدمی پہلے کبھی اس کی نظروں سے نہیں گزرا تھا۔ اسے چاقو کا دھیان آیا...... اب وہ اس کی
گرفت میں نہیں تھا...... نہ جانے کہاں جا پڑا تھا۔

دفعتاً اس نے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں ایک جگہ چبھن سی محسوس کی اور پھر یہ چبھن اتنی
بڑھی کہ وہ اپنی بے ہنگم چیخوں پر قابو نہ پا سکا۔ یہ کاراس کی دو انگلیاں تھیں جو شاید ریڑھ کی
ہڈی سے گزر جانا چاہتی تھیں۔

ان چیخوں کے درمیان بھی وہ محسوس کرسکتا تھا کہ اس کا نچلا دھڑ حرکت کرنے کی
صلاحیت سے محروم ہوا جا رہا ہے۔

پھر کاراس کی انگلیوں سے پیدا ہونے والی چبھن کا احساس بھی معدوم ہو گیا تھا۔

کاراس اسے چھوڑ کر ہٹتا ہوا بولا۔ ''میں نے تجھے اپاہج کر دیا ہے سفید فام کیڑے۔
اگر تو آدھے گھنٹے تک اپنی ضد پر قائم رہا تو ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو جائے گا۔ تیری ٹانگیں
حرکت نہ کرسکیں گی۔''

عورت تھر تھر کانپ رہی تھی۔ کاراس اس کی طرف مڑا۔

''چلو...... چاٹو میرا تلوا۔''

وہ آگے بڑھی...... کاراس کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ اس نے اپنی داہنی ٹانگ بائیں ٹانگ
پر رکھ لی اور عورت گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کا تلوا چاٹنے لگی۔

ٹوری بے حس و حرکت پڑا دیکھتا رہا۔ اس کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔ اپنے نچلے دھڑ
کو جنبش دینے کا ارادہ کرتا تھا لیکن کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے ذہن سے
نچلے دھڑ کا رابطہ ہی منقطع ہو گیا ہو۔

''بس کرو......!'' کاراس عورت سے بولا۔ ''اس کی آنکھیں کسی ایسے شیر کی سی
آنکھیں لگ رہی تھیں جو کسی تازہ شکار کا لہو پی کر اٹھا ہو۔''

اس نے میز کی دراز کھینچی تھی اور ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر عورت کی طرف بڑھا دیا تھا۔

عورت نے پیکٹ اسی طرح اسکے ہاتھ سے جھپٹ لیا جیسے کسی ندیدے بچے نے غیر ارادی
طور پر ہاتھ آنے والی مٹھائی پر جھپٹا مارا ہو...... پھر اس نے اپنے پرس کا زپ کھولا تھا۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں۔'' کاراس آہستہ سے بولا۔ ''تم قیمت ادا کر چکی ہو سفید
فام عورت...... جاؤ...... دفع ہو جاؤ۔''

عورت دوڑنے کے سے انداز میں چل کر باہر نکل گئی تھی۔

کاراس اب ٹوری کی طرف متوجہ ہوا۔

''کیا خیال ہے چاٹو گے میرا تلوا یا ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو جانا پسند کرو گے۔''

ٹوری نے کسی بے بس جانور کی طرح پلکیں جھپکائی تھیں۔

''آدھا گھنٹہ گزر جانے کے بعد تم ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو جاؤ گے۔ آدھے گھنٹے کے
اندر اندر میں تمہیں پھر تمہاری اصلی حالت میں لا سکوں گا...... لو چاٹو میرا تلوا......!''

وہ اٹھ کر اس کے پاس آ کھڑا ہوا اور بایاں پیر اس کے چہرے کے قریب کرتا ہوا
بولا۔ ''ہم نے صدیوں تک سفید فاموں کے تلوے چاٹے ہیں اور آج بھی تمہارے نزدیک
قابل نفرت ہیں...... حالانکہ تمہاری یہ دولت مندی اور سرفرازی ہمارے ہی اجداد کی محنتوں کا
نتیجہ ہے...... چاٹو میرا تلوا اور دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔''

ٹوری نے وحشیانہ انداز میں منہ پھاڑ کر زبان نکالی اور کاراس کا تلوا چاٹنے لگا۔ کاراس
ہنس رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے گدگدی ہو رہی ہو۔ حالانکہ اس وقت ہلکی سی مسکراہٹ بھی
اس کے ہونٹوں پر نہیں آئی۔ جب عورت تلوا چاٹ رہی تھی۔

کیپٹن حمید نے کار روکی تھی اور انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا تھا اور گیارھویں ہوٹل میں

داخل ہونے سے قبل اس نے دل ہی دل میں ٹوری بیڈسٹر کی سات پشتوں کو نواز کر رکھ دیا تھا۔

ویسے اس بار اسے کامیابی ہوئی تھی۔ قیام کرنے والوں کے رجسٹر میں ٹوری بیڈسٹر کا نام موجود تھا۔ اس نے اس کے بارے میں کاؤنٹر کلرک سے پوچھ گچھ شروع کی۔

''یہی تھا جناب...... مجھے اچھی طرح یاد ہے۔'' کاؤنٹر کلرک نے کہا۔ ''دو دن قیام کرنے کے بعد چلا گیا تھا۔''

''کچھ اندازہ ہے کہ کہاں گیا ہوگا۔''

''نہیں جناب......لیکن جس شخص نے اسکے واجبات کی ادائیگی کی تھی وہ ضرور جانتا ہوگا۔''

''کیا ادائیگی اور کسی نے کی تھی۔''

''جی ہاں......اور کمرے کی کنجی بھی اسی سے واپس ملی تھی۔ خود ٹوری بیڈسٹر تو نہ جانے کس وقت چلا گیا تھا۔''

''ادائیگی کرنے والا کون تھا۔''

''اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔''

''کوئی مقامی آدمی تھا......؟''

''جی نہیں۔ اس کی طرح سفید فام تھا۔ لیکن یہی نہیں تھا۔''

''تم نے اس طرح اس کا حوالہ دیا تھا جیسے اسے جانتے ہو۔''

''جانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا۔''

''کیا بات ہوئی۔''

''ریس کورس میں اسے اکثر دیکھتا رہا ہوں۔ یہ زیادہ تر جیت میں رہتا ہے اور جیتنے کے بعد ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ مزہ آجاتا ہے۔ لہٰذا مجھے ہمیشہ اس کی تلاش رہتی ہے۔ کبھی کبھی کامیابی بھی ہوجاتی ہے اور میں اس کے قریب ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''کبھی مل بیٹھنے کی بھی کوشش کی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں جناب! اسے تو شاید علم ہی نہ ہو کہ مجھے اس کی تلاش رہتی ہے۔ یہاں بھی اس نے مجھے نہیں پہچانا تھا۔''

''آج بدھ ہے۔'' حمید نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''اس وقت تیسری ریس کی تیاری ہو رہی ہوگی......میرے ساتھ چلو۔''

''بدھ کی ریس ہمیشہ رہ جاتی ہے۔ ڈیوٹی پر ہوتا ہوں۔''

''میں تمہیں چھٹی دلا دوں گا۔''

''تب تو ممکن ہے جناب۔''

منیجر سے مل کر پانچ منٹ کے اندر اندر حمید نے اسے چھٹی دلائی تھی اور ریس کورس کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ یہاں سے قریباً دو ڈھائی میل کی مسافت تھی۔

''تم یہ بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھو گے کہ میں نے ٹوری بیڈسٹر کے سلسلے میں تفتیش کی تھی۔'' حمید نے کلرک سے کہا جو اس کے برابر ہی بیٹھا ہوا تھا۔

''میں سمجھتا ہوں جناب......ایسا ہی ہوگا۔''

ریس کورس کی بھیڑ بھاڑ میں کسی کو تلاش کرلینا آسان کام نہیں تھا۔ اس کے باوجود بھی ان دونوں کی تگ و دو جاری رہی۔

''بہت مشکل ہے جناب......ذرا پہلے آتے تو...... یا پھر یہ ریس ختم ہوجانے دیجئے آج تو چھ ہوں گی۔''

وہ دونوں ایک جانب جا بیٹھے تھے۔

''یہاں کے بہتیرے گائیڈز سے بھی تمہاری واقفیت ہوگی۔'' حمید نے اس سے کہا۔

''قریب قریب سبھوں کو جانتا ہوں۔'' کاؤنٹر کلرک بولا۔

''تم نے بدرل کے قتل کے بارے میں بھی سنا ہوگا۔''

''جی ہاں......اخبار میں یہ خبر دیکھی تھی۔ لین دین کے کسی جھگڑے میں قتل ہوا ہوگا۔ اوہو......خوب یاد آیا......اس شخص کو میں نے کئی بار بدرل کے ساتھ بھی دیکھا تھا۔''

''اس آدمی کو تم ریس کورس میں کب سے دیکھ رہے ہو۔''

''میرا خیال ہے کہ شائد سال ڈیڑھ سال سے۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کوئی سیاح نہیں ہے۔''

''قطعی نہیں جناب...... ہوسکتا ہے کسی بیرونی فرم کا ملازم ہو۔''

''لیکن ملے کس طرح...... تمہیں کبھی کسی کی زبانی اس کا نام بھی نہیں معلوم ہوسکا۔''

''نہیں جناب! کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کسی نے میری موجودگی میں اس کا نام لے کر مخاطب کیا ہو۔''

''آؤ یہ ریس ختم ہوگئی۔ اگر وہ جیت میں رہا ہوگا تو یقیناً اپنی رقم وصول کرنے جائے گا۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' کاؤنٹر کلرک اٹھتا ہوا بولا۔

وہ بکیز کی طرف آئے تھے اور حمید کا ساتھی یک بیک اچھل پڑا تھا۔

''وہ دیکھئے...... وہ رہا...... جس نے سرخ کوٹ پہن رکھا ہے۔'' اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

''کہاں...... اوہ...... وہ ہے؟''

''تو کیا آپ اسے جانتے ہیں۔''

''اور مجھے حیرت ہے کہ تم نہیں جانتے۔ کیونکہ اس کا تعلق ہوٹلوں ہی سے ہے۔''

''میں نہیں سمجھا جناب۔''

''بلیو اسٹار گروپ کا ڈرمر ہے۔''

''وہ تو ہائی سرکل نائٹ کلب سے تعلق رکھتا ہے۔ بھلا ہم جیسوں کا وہاں کہاں گزر۔''

''میرا خیال ہے کہ تم نے خوشی کے مواقع پر اسے طرح طرح سے منہ بناتے دیکھا ہوگا۔''

''جی ہاں...... جی ہاں...... اب میں کیا بتاؤں۔'' وہ کھسیانی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

''نہیں ضرور بتاؤ...... تم مجھے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ آئندہ بھی ملتا رہوں گا۔''

''خوش نصیبی ہے میری جناب۔ ورنہ کیپٹن حمید تو ہم لوگوں کے لئے قصے کہانیوں کی شخصیت ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کوئی نفسیاتی چکر ہوگا۔ دراصل میں اس شخص پر خار کھانے کے لئے اسے خوشی کے موقعوں پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ جب یہ طرح طرح کے منہ بناتا ہے تو دل چاہنے لگتا ہے کہ اس کی تھوتھنی کچل کر رکھ دوں۔ عجیب بات ہے کہ اس کے باوجود بھی بار بار دیکھنا چاہتا ہوں...... وہ دیکھئے...... وہ پھر اوپری ہونٹ سکوڑ کر بانچھیں

...نے کی کوشش کر رہا ہے...... مسل دوں تھوتھنی سالے کی۔''

''بہرحال تمہیں یقین ہے کہ اسی نے ٹوری بیڈسٹر کا حساب بے باق کیا تھا۔''

''اسی طرح یقین ہے جیسے اس پر کہ آپ سے شرف ہم کلامی حاصل ہے۔''

''بہت بہت شکریہ دوست......!'' حمید اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

''آؤ اب تھوڑی سی تفریح ہو جائے...... اگلی ریس میں یلو پینتھر دوڑ رہا ہے...... اس پر لگاؤ...... ہار جاؤ گے تو ہاری ہوئی رقم میں ادا کردوں گا۔''

''اتنا یقین ہے آپ کو......!''

''خود کبھی نہیں کھیلتا...... لیکن گہری نظر رکھتا ہوں۔ فرصت کے اوقات میں تجزیئے بھی کرتا رہتا ہوں۔ آج تک میری دی ہوئی ٹپ غلط نہیں نکلی۔''

''اچھی بات ہے جناب...... آزماؤں گا۔''

''تم ادھر آزماؤ...... اور میں اسے منہ بناتے دیکھوں گا۔''

وہ بکیز کی طرف بڑھ گیا تھا اور حمید انتظار کرنے لگا تھا کہ بلیو اسٹار کا ڈرمر جیری وہٹلم کب اس بھیڑ سے نکلتا ہے۔

جلد ہی کام بن گیا تھا۔ وہٹلم نے دوسری ریس کے ٹکٹ خریدے تھے اور بھیڑ سے نکل کر ایک جانب چلا ہی تھا کہ حمید نے اسے جالیا۔

''ایک منٹ......!''

''جی......!'' وہ چونک پڑا۔

''آہا...... کیپٹن...... کہئے...... ٹپ چاہئے کیا۔''

''نہیں...... بدرل سے متعلق تھوڑی سی گفتگو ہوگی...... ابھی ریس میں دیر ہے...... چلو ...کی طرف بیٹھ جائیں۔''

''بدرل...... اوہ...... وہ گائیڈ بیچارہ جس کسی نے قتل کردیا۔''

''وہی......!''

''لیکن میں اس کے بارے میں کیا بتا سکوں گا۔''

''تمہارے دوستوں میں سے تھا۔''

''کسی نے غلط اطلاع دی ہے آپ کو۔ بس یونہی معمولی شناسائی تھی۔ کبھی کبھی یہیں ریس کورس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر سر ہلا دیتے تھے۔''

''اس کے باوجود بھی تم نے پندرہ دسمبر کو آراگاں ہوٹل میں اس کا حساب بے باق کیا تھا۔'' حمید نے اس سے سوال کیا۔

''کس کا حساب بے باق کیا تھا؟'' جیری ہٹلم نے حیرت سے سوال کیا۔

''بدرل کا......!''

''واقعی کوئی آپ کو میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ میں اور بدرل کا حساب بیباق کروں گا۔ اس کی حقیقت ہی کیا تھی کہ وہ میرے احباب میں شمار کیا جاتا۔''

''آراگاں کا کلرک تمہاری شناخت کر چکا ہے؟''

''بدرل کا حساب بیباق کرنیوالے کی حیثیت سے؟'' جیری نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

''بات کو طویل نہ دو مجھے مختصر جواب چاہئے....تم نے حساب بے باق کیا تھا یا نہیں۔''

''ضرور کیا تھا......لیکن وہ بدرل کا حساب نہیں تھا۔''

''پھر کس کا تھا......!''

''میرے ایک دوست ٹوری بیڈسٹر کا...... ہاں وہ پندرہ دسمبر ہی تھی۔''

''کیا اب وہ تمہارے ساتھ مقیم ہے؟''

''اس کی بات چھوڑیئے......آپ بدرل کی بات کر رہے ہیں۔''

''مجھے ثبوت چاہئے کہ وہ ٹوری بیڈسٹر ہی کا حساب تھا۔''

''ہوٹل کا رجسٹر چیک کر لیجئے۔''

''ہو سکتا ہے اس دن کسی ٹوری بیڈسٹر کا بھی حساب بے باق کیا گیا ہو۔ لیکن وہ تمہارے ذریعے نہیں ہوا تھا۔''

''کمال کرتے ہیں آپ بھی۔''

''ٹوری بیڈسٹر کون ہے؟''

''میرا ایک دوست جو بغرض سیاحت یہاں آیا ہے۔''

''میں اس سے مل کر تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں نہیں جانتا کہ وہ اب کہاں ہوگا۔''

''کمال ہے......تم نے اس کا حساب بے باق کیا تھا۔''

''ضرور کیا تھا......لیکن خود اس کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ اس کے کمرے میں اس سے ملنے کے لئے گیا تھا۔ لیکن وہ بہت جلدی میں تھا۔ اپنا حساب بے باق کر کے ہوٹل چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ مجھے کچھ رقم اور کمرے کی کنجی دے کر چلا گیا تھا۔''

''تم نے بدرل کا حساب بے باق کیا تھا اس کے کمرے میں ٹھہرے رہے تھے اور اس کے چلے جانے کے بعد تم نے کنجی کاؤنٹر کلرک کے حوالے کر دی تھی۔ مجھے بتاؤ کہ بدرل نے وہ کمرہ تین دن کے لئے کیوں لیا تھا۔''

''چلئے آراگاں......وہیں تصدیق ہو جائے گی کہ میں نے کس کا حساب بے باق کیا تھا۔''

''پس ثابت ہوا کہ ٹوری بیڈسٹر ہی بدرل کا قاتل ہے۔''

''کیا مطلب......!'' جیری اچھل پڑا۔ ''آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں کیپٹن۔ بھلا کس طرح ثابت ہوا کہ ٹوری بدرل کا قاتل ہے۔''

''ٹوری کا پتا بتاؤ ورنہ میں تمہیں شبہے میں گرفتار کر کے پندرہ دن کا ریمانڈ لے لوں گا۔''

''ٹ......ٹوری......!'' وہ نروس ہو کر بولا۔ ''کک کا راس بلابو کا مہمان ہے۔''

''یہ ہوئی نا بات......اگر پہلے ہی بتا دیتے تو۔''

''بلابو میری ہڈیاں توڑ دے گا اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں نے اس کے مہمان کی نشاندہی کر دی ہے۔''

''کیوں......؟''

''وہ اپنے جزیرے میں پولیس والوں کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔''

''اگر قاتلوں کو پناہ دے گا تو ضرور دیکھے گا۔''

''کیا واقعی وہ بدرل کا قاتل ہے۔''

''اس کا فیصلہ عدالت کرے گی۔''

''عدالت فیصلہ کرے یا نہ کرے...... اب میری شامت آ جائے گی۔ آپ لوگ میرا نام ضرور لیں گے اور وہ بلاؤں کا پہاڑ میری بوٹیاں اڑا دے گا۔''

''ضروری نہیں کہ اس سلسلے میں تمہارا نام بھی لیا جائے۔''

''اوہ کیپٹن...... زندگی بھر شکر گزار رہوں گا اگر میرا حوالہ نہ دیا جائے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا حوالہ دینے کا۔ عدالت ہم سے یہ نہیں پوچھے گی کہ ہم کاراس کے جزیرے میں کیونکر جا پہنچے تھے۔''

''بہت بہت شکریہ کیپٹن آیئے کچھ پیجئے گا۔''

''نہیں شکریہ...... ڈیوٹی پر ہوں۔''

''آپ ماریانا ویلیوٹ کے رقص میں نہیں آئے تھے۔''

''آج کل فرصت ہی نہیں ملتی۔''

''تو پھر یاد رکھئے گا...... میرا نام نہ آنے پائے۔''

''سنا ہے کاراس بلابو کوئی نیگرو ہے۔''

''ہاں! انتہائی خطرناک اور بھینسے کی طرح طاقتور بھی۔''

''اور یہ ٹوری بیڈسٹر تو سفید فام ہی ہے اس کا بلابو سے کیا تعلق......؟''

''بہر حال دونوں ہم وطن ہیں۔ رنگ و نسل سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''بہت فرق پڑتا ہے۔ خیر ہم دیکھیں گے کہ کاراس بلابو کیا چیز ہے۔''

''بس میرا نام نہ آنے پائے۔''

''مطمئن رہو...... ہاں تم کس گھوڑے پر رقم لگا رہے ہو؟ یلو پینتھر کو نظر انداز نہ کرنا یہ ریس وہی جیتے گا۔''

روبی خان

سرسبز پہاڑوں کے درمیان واقع غزن سبزہ نامی بستی شمالی کوہستان کی سب سے زیادہ

آباد بستی تھی۔ بیس سال پہلے یہاں زمرد محل کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر عمارت نہیں تھی۔ یہ خان دوراں کا محل تھا اور اس کے اطراف میں خان دوراں کی رعایا بسی ہوئی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ ننھی سی بستی شہر بننے لگی تھی۔ کیونکہ یہاں حکومت نے کئی ترقیاتی منصوبوں کو روبہ عمل لانے کی جدوجہد شروع کردی تھی۔ کاغذ، شکر اور کشیدنی تمباکو کے کارخانے قائم کئے گئے تھے۔ سڑکیں بنی تھیں ریلوے لائن ڈالی گئی تھی اور ایک شاندار ریلوے اسٹیشن تعمیر ہوا تھا۔ ڈاک اور ٹیلی فون کے محکموں نے اپنے دفاتر قائم کئے تھے اور اب ایک ریڈیو اسٹیشن کا قیام بھی زیر غور تھا۔

یہ سب کچھ تھا۔ لیکن زمرد محل کی انفرادیت آج بھی برقرار تھی۔ اس جیسی کوئی دوسری عمارت غزن سبزہ میں اب تک تعمیر نہیں ہوسکی تھی اور خان دوراں آج بھی بستی کا سب سے معزز آدمی خیال کیا جاتا تھا۔ سرکاری حکام اس کا احترام کرتے تھے اور اہم انتظامی اُمور میں خان دوراں سے ضرور مشورہ لیا جاتا تھا۔ بستی کا متمول ترین آدمی بھی وہی تھا۔ یہاں جتنے بھی ترقیاتی منصوبوں پر کام ہو رہا تھا اس میں اس کا بھی حصہ تھا اور شاید حکومت کے حصص کے بعد اس کے حصص کا نمبر آتا تھا۔

محل میں ملازموں کی پوری فوج موجود تھی۔ لیکن کنبہ صرف تین افراد پر مشتمل تھا۔ خان دوراں اس کی بیوی خانم سعدیہ اور بیٹی گلرو...... کبھی کبھی نصیر آباد سے گلرو کی خالائیں بھی آجاتی تھیں۔ بلکہ خانم سعدیہ نے خاص طور پر اسے بلوایا تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ ادھر کچھ دنوں سے خانم سعدیہ کو اپنے شوہر کی ذہنی صحت کچھ مشتبہ سی محسوس ہونے لگی تھی۔ اس سلسلے میں اس نے خان دوراں سے براہِ راست کوئی گفتگو نہیں کی تھی بلکہ اپنی بہن عالیہ کو بلوا بھیجا تھا جو نصیر آباد کی لیڈی ڈاکٹروں میں ممتاز ترین حیثیت رکھتی تھی۔ خانم سعدیہ ایک بہت محتاط عورت تھی۔ ورنہ ملک کے چوٹی کے ڈاکٹر بھی اس کی دسترس سے دور نہیں تھے۔ حقیقتاً وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ بات محل کی حدود سے باہر نکل جائے۔

خان کی ذہنی صحت پر شبہ کی ابتداء ایک واقعے سے ہوئی تھی ایک رات خانم سعدیہ اپنی خواب گاہ میں بے خبر سو رہی تھی کہ کسی نے زور زور سے دروازہ پیٹ کر اسے جگا دیا تھا۔ کس

میں جرأت تھی کہ ایسا کرسکتا۔ سوائے خان دوراں یا گلرو کے اور کسی سے اس قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

یہاں پر خواب گاہ میں فون موجود تھا۔ ایسے مواقع پر فون ہی کی گھنٹی بجتی تھی اور سونے والا بیدار ہوجاتا تھا۔ بہرحال خانم سعدیہ نے دروازہ کھولا تھا اور خان کو راہداری میں کھڑے دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔

خان نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا اور ادھر اُدھر دیکھ کر جلدی سے خواب گاہ میں داخل ہوگیا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی ہی بار خانم سعدیہ نے اس کے چہرے پر خوفزدگی کے بھی آثار دیکھے تھے۔

''تم نے یہاں کوئی نیلے رنگ کی گلہری تو نہیں دیکھی تھی۔'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''نیلے رنگ کی گلہری خان۔'' سعدیہ کو ہنسی آگئی تھی۔

''سنجیدگی سے یاد کرو۔''

''دیکھنا تو بڑی بات ہے پہلی بار کسی نیلی گلہری کے بارے میں سن رہی ہوں۔'' خانم سعدیہ کا جواب تھا۔

''خیال رکھنا۔''

''کیا تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔''

''اوہ...... میں سنجیدہ ہوں خانم۔''

''یک بیک یہ نیلی گلہری کہاں سے آگئی؟''

''اوہ کچھ نہیں۔ بس خیال رکھنا۔ اگر دکھائی دے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔''

''اتنی رات گئے یہی پوچھنا چاہتے تھے؟''

''ہاں......!'' اس نے کہا تھا اور تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ پھر دوسرے دن ملازموں سے نیلی گلہری کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔ ہر ایک کو ہدایت دی گئی تھی کہ نیلی گلہری پر نظر پڑتے ہی اسے فوری طور پر مطلع کیا جائے۔

بعض ملازموں نے تو باقاعدہ طور پر کسی نیلی گلہری کی تلاش بھی شروع کردی تھی۔

کئی دن تک نیلی گلہری کا چکر چلتا رہا تھا اور اسی دوران میں خان نے سختی سے حکم دیا تھا کہ فون پر کوئی کال محل کا کوئی فرد ریسیو نہ کرے۔ خان کے علاوہ کسی بھی انسٹرومنٹ کا ریسیور کوئی نہ اٹھا سکے گا...... خانم اور گلرو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھیں۔

اور پھر خان نے ہر کمرے کے انسٹرومنٹ اٹھوا لئے تھے اور صرف اپنی خواب گاہ میں ایک انسٹرومنٹ رہنے دیا تھا۔

خانم سعدیہ وجہ پوچھتی تو پاگلوں کی طرح دھاڑنے لگتا تھا۔ ایک دن سب سے عجیب واقعہ پیش آیا۔ خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور پردہ بھی ایک جانب ہٹا ہوا تھا۔ خانم سعدیہ ادھر سے گزری اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ خان دوراں اس کے افریقی طوطے سے فون پر کال کرا رہا تھا۔ اسے کال کرانا ہی کہیں گے۔ ریسیور کا ماؤتھ پیس طوطے کی چونچ کے قریب تھا اور طوطا وہی سب کچھ ٹیں ٹیں کئے جارہا تھا جو اسے رٹا ہوا تھا۔

وہ دروازے کے سامنے ہی رک گئی۔ خاں دوراں کا انہماک اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اسے اس کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوسکا۔ ادھر خان دوراں نے ریسیور کریڈل پر رکھا تھا ادھر وہ تیزی سے دوسری طرف کھسک گئی تھی۔

بہرحال خان دوراں کو اس کے بعد بھی وہاں اس کی موجودگی کا علم نہیں ہوسکا تھا۔ خانم سعدیہ وہاں نہیں ٹھہری تھی اور اس کی تشویش میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔

پھر اس نے بلا ہی بھیجا تھا اپنی بہن ڈاکٹر عالیہ کو۔

عالیہ جتنی خوبصورت تھی شاید اتنی ذہین بھی تھی۔ خان دوراں پر نہیں ظاہر ہونے دیا تھا کہ وہ کیوں آئی ہے۔ ویسے اس بار خان دوراں نے اس کا استقبال بڑی سردمہری سے کیا تھا۔ عالیہ کے اندازے کے مطابق اسے اس کی آمد ناگوار گزری تھی جس کا اظہار اس نے الفاظ میں تو نہیں کیا تھا لیکن اس کی آنکھیں چیخ چیخ کر کہتی رہی تھیں ''واپس جاؤ...... فی الحال میں یہاں کسی چوتھے فرد کو برداشت نہیں کرسکتا۔''

ڈاکٹر عالیہ نے دن بھر خان دوراں پر نظر رکھی تھی اور رات کو خانم سعدیہ سے بولی تھی۔

''تمہارا خیال غلط ہے آپا جان...... یہ ذہنی فتور نہیں بلکہ کوئی بڑی الجھن ہے اور وہ کسی قدر

خائف بھی ہیں۔''

''خوف اور خان دوراں۔ میں تصور بھی نہیں کرسکتی۔ نہیں...... نا قابل یقین......انہیں
کس کا خوف ہوسکتا ہے۔'' خانم سعدیہ نے پُرتشویش لہجے میں کہا تھا۔

جس رات خان دوراں نے خانم سے نیلی گلہری سے متعلق استفسار کیا تھا اس کے بعد
پھر محل کی حدود سے باہر نہیں نکلا تھا۔ باہر جانا ہی ترک کر دیا تھا۔

گوشہ نشینی کی وجہ موسم کی شدت بھی نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ خان دوراں باہر جانے کے
سلسلے میں برف کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ لیکن پھر ایک رات ایسا ہوا کہ ایک لمبی سی سیاہ
گاڑی محل کی حدود میں داخل ہوئی تھی اور خان دوراں کہیں جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ گاڑی کہاں سے آئی تھی اور کس کی تھی۔

خان دوراں نے خانم کے بضد ہونے پر بھی اپنی زبان بند رکھی تھی۔ اس کا چہرہ اس
وقت بالکل سپاٹ تھا کسی قسم کے بھی جذبات کا اظہار آنکھوں سے نہیں ہو رہا تھا۔ حالانکہ اس
شام کو بھی وہ کئی افراد پر گرج برس چکا تھا۔

وہ اس گاڑی میں بیٹھ کر کہیں چلا گیا تھا اور پھر دوسری سہ پہر تک اس کی واپسی ہوئی
تھی۔ چہرہ ستا ہوا تھا اور آنکھیں ویران سی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے سارے جسم کا خون
نچوڑ لیا ہو۔ آیا تھا اور اپنی خواب گاہ میں بند ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

''تم نے دیکھا آپا جان......!'' ڈاکٹر عالیہ نے خانم کو مخاطب کیا۔

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا...... پہلا موقع تھا کہ میں نے کسی اور کی گاڑی میں
انہیں بیٹھتے دیکھا تھا۔'' خانم بولی تھی۔

''آخر کسی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے...... ہاں کیا بتایا تھا تم نے......وہ نیلی گلہری۔''

''خدا ہی بہتر جانے۔ انہوں نے وضاحت نہیں کی تھی۔''

''اور طوطے سے کسی کو کال کرا رہے تھے۔''

''اس کی وجہ میں نے نہیں پوچھی تھی۔ بلکہ ظاہر بھی نہیں ہونے دیا تھا کہ میں نے انہیں
ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔''

''میں پوچھوں۔''

''ہرگز نہیں......نام بھی مت لینا۔ انہیں پسند نہیں ہے کہ گھر والے انکی باتوں میں دخل دیں۔''

''تو پھر کیسے بات بنے گی۔''

''میرا خیال ہے کہ اب تم جاؤ...... میں سمجھی تھی کہ کسی ذہنی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں
لیکن تم اس سے متفق نہیں ہو، لہٰذا کچھ کیا بھی نہیں جاسکتا۔''

''ایسے حالات میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔ ارے ہاں کہیں کوئی سیاسی چکر تو نہیں ہے۔''

''عرصہ ہوا سیاست سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔''

''پتا نہیں کتنے کنارہ کش ہو کر دوبارہ میدان میں آ گئے ہیں۔''

''میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔''

''پھر یہ معمہ کیسے حل ہو۔''

''میں نہیں جانتی...... جاؤ تم بھی آرام کرو۔''

برف باری ہو رہی تھی۔ حالانکہ ابھی رات کے دس ہی بجے تھے لیکن غزن سبزہ کی
عمارات کی کھڑکیاں تاریک ہو گئی تھیں۔

زمرد محل کی بھی زیادہ تر کھڑکیاں تاریک ہی تھیں اور خانم سعدیہ گلرو اور ڈاکٹر عالیہ
سمیت وسطی ہال میں آتشدان کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ پورے محل میں یہی ایک ایسی جگہ
تھی۔ جہاں ایئر کنڈیشنر نہیں لگائے گئے تھے۔ خانم سعدیہ ہی نے اس ہال کی روایتی حیثیت
کو برقرار رکھنے کا مشورہ دیا تھا اور خان دوراں نے اس سے اختلاف بھی نہیں کیا تھا۔ عام
حالات میں وہ ایک اچھا باپ اور ایک اچھا شوہر تھا۔ کبھی کسی رشتہ دار کو اس سے کوئی شکایت
نہیں ہوئی تھی۔ غریب اعزہ کے ساتھ تو وہ اس طرح پیش آتا تھا جیسے وہی اس کے سردار
ہوں...... لیکن ان دنوں گویا اس کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ زیادہ تر خاموش ہی رہنا
چاہتا تھا۔ اگر کوئی بولنے پر مجبور کرتا تو اس طرح بھڑک اٹھتا جیسے اس نے کوئی بہت بڑی

بات کہہ دی ہو۔ اس وقت وہ اپنی خواب گاہ میں تھا۔ ورنہ عام حالات میں وہ بھی رات کے کھانے کے بعد اس ہال میں ضرور بیٹھتا تھا۔ خانم سعدیہ اور گلرو سے مختلف مسائل پر گفتگو ہوا کرتی اور قہوے کے دور چلتے۔

گلرو پندرہ سولہ سال کی ایک ذہین اور خوش سلیقہ لڑکی تھی۔ زیادہ تر وقت پڑھنے لکھنے میں گزارتی تھی اسرار و سراغ کی کتابوں سے اس کی الماریاں بھری ہوئی تھیں۔

خود اس نے ابھی تک اپنے باپ کی پریشان حالی پر اظہار خیال نہیں کیا تھا۔ ماں اور خالہ کی باتیں سنتی رہی تھی۔ دفعتاً وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیا نیند آ رہی ہے......!'' خانم نے پوچھا۔

''نہیں بابا کے پاس جا رہی ہوں۔ میں نے ابھی تک ان سے اس مسئلے پر بات نہیں کی۔''

''تم کیا بات کرو گی۔'' ڈاکٹر عالیہ نے سوال کیا۔

''یہی پوچھوں گی کہ خان دوراں کس سے خائف ہو سکتا ہے...... وہ جو پچھلی حکومت سے ٹکرا گیا تھا...... بھلا کس سے ڈر رہا ہے۔''

''نہیں بیٹھو......!'' انہیں مزید پریشان نہ کرو۔ ہو سکتا ہے کوئی تجارتی مسئلہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وجہ سے ان کی لعل کی کان...... تمہیں یاد ہو گا کہ پچھلی حکومت نے بھی اسے ہتھیا لینے کی کوشش کی تھی۔''

''موجودہ حکمرانوں سے تو ان کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ بابا ان کی ترقیاتی اسکیموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔''

''جاؤ...... سو جاؤ...... بعض مسائل بچوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔''

''گلرو نے سر کو جنبش دی تھی اور وہاں سے چلی آئی تھی۔ غالباً وہ دونوں ہی سمجھی ہوں گی کہ گلرو سیدھی اپنی خواب گاہ میں جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ خان کی خواب گاہ کے سامنے رکی تھی...... اور دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر خاموش کھڑی رہی تھی۔

دروازہ کھلا تھا۔

''تم......!'' خان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''مجھے اندر آنے دیجئے بابا۔''

''آؤ...... آؤ......!'' وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ ''تم ابھی تک سوئی نہیں۔''

''نیند نہیں آ رہی...... اور پھر آپ نے کتنے دنوں سے مجھے نظر انداز کر رکھا ہے۔ خیریت تک نہیں پوچھتے۔''

''مم...... میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے...... بیٹی...... بیٹھو۔'' اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''شکریہ بابا......!''

خان دوراں اسے خاموشی سے دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً گلرو بولی۔ ''آپ اس علاقے کے سب سے زیادہ طاقتور سردار ہیں۔''

''زبان سے کہنے کی کیا ضرورت ہے بیٹی۔''

''آپ کو کوئی کاروباری پریشانی بھی نہیں ہو سکتی۔''

''کیا اب تم مجھے پریشان کرو گی گلرو......!''

''نہیں بابا...... صرف یہ یاد دلاؤں گی کہ آپ عظیم ترین خانوں کے وارث ہیں۔''

''مم...... میں نہیں سمجھا۔''

''ان عظیم خانوں کی اولاد ہیں جنہوں نے دشمن کی توپوں کے دہانوں میں ہاتھ ڈال ڈال کر انہیں الٹ دیا تھا۔''

''کیا کہنا چاہتی ہے لڑکی۔''

''میں تصور بھی نہیں کر سکتی کہ میرا باپ ایک چور کے آگے گھٹنے ٹیک دے گا۔''

''گلرو...... گلرو......!''

''بلیک میلر...... چور ہی ہوتے ہیں بابا...... اگر کوئی دم خم والا ہو تو چھین لیتا ہے...... دھمکیاں نہیں دیتا...... دھمکیاں چھوٹے دیتے ہیں۔''

''تت...... تو کیا جانے گلرو۔''

''خان دوراں کی بیٹی اتنی سی بھی سوجھ بوجھ نہ رکھتی ہو تو اس پر تف ہے۔''

''خداوندا......!''

''اتنا ڈرپوک ہے کہ اس نے دوسرے کمروں کے انسٹرومنٹس اٹھوا لئے ہیں۔ مرز آپ کی خواب گاہ میں رہنے دیا ہے تاکہ اس کی گفتگو اور کوئی نہ سن سکے۔''

''خاموش ہو جاؤ......خاموش ہو جاؤ۔''

ٹھیک اسی وقت دروازے پر زور دار دستک ہوئی تھی۔ خان نے جھپٹ کر دروازہ کھولا۔ خانم سعدیہ اور عالیہ کھڑی ہانپ رہی تھیں۔

''کیا بات ہے؟''

''فائر کی آوازیں......دو فائر ہوئے ہیں۔ محل کے شمالی حصے کی طرف سے آوازیں آئی تھیں۔'' خانم سعدیہ نے کہا۔

''کب......!''

''ابھی......ابھی......اوہ......گلرو......تم یہاں کیا کر رہی ہو......؟''

''کسی پہرے دار نے چلائی ہوگی......کیا برف باری بند ہوگئی۔''

''کیوں چلائی ہوگی۔'' عالیہ بولی۔

''کبھی کبھی کوئی بھولا بھٹکا بھیڑیا آ نکلتا ہے......برف باری کے بعد۔''

''وہ سنئے......پہرے دار سیٹیاں بجا رہے ہیں۔'' خانم سعدیہ انگلی اٹھا کر بولی۔

''ٹھہرو......میں دیکھتا ہوں۔''

''کہاں جائیے گا۔''

''آؤٹ ہاؤز کی طرف......ادھر ہی سے تو آوازیں آئی تھیں۔''

''جانے کی کیا ضرورت......پھاٹک پر فون کر کے دربان سے پوچھئے۔''

''وہاں بھی اب انسٹرومنٹ نہیں ہے۔'' خان نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''خدا جانے کیا ہو رہا ہے۔''

خان دوراں نے گلرو کی طرف اس طرح دیکھا تھا جیسے رازداری کی تاکید کر رہا ہو۔ گلرو نے سر کو جنبش دی تھی۔

خان دوراں آگے بڑھتا چلا گیا۔

''ریوالور تو لیتے جائیے۔'' خانم نے پکار کر کہا۔

''ضرورت نہیں۔'' خان دوراں کی پرشکوہ آواز راہداری میں گونجی تھی۔

دونوں بہنوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''کمال ہے۔'' بالآخر عالیہ بولی تھی۔ ''اس وقت تو بالکل ٹھیک ہیں۔''

خانم سعدیہ نے گلرو کی طرف دیکھا جسکے ہونٹوں پر شریری مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

''کیا باتیں ہوئی تھیں۔'' خانم نے پوچھا۔

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ کا خیال درست تھا۔ کاروباری الجھنیں......ایک سرکاری آدمی لعل کی کان میں دلچسپی لے رہا ہے کہتا ہے لیز منسوخ کرا دے گا۔''

''میں نہ کہتی تھی۔'' خانم سعدیہ نے ڈاکٹر عالیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مجھے یقین نہیں آتا۔''

''بے یقینی کا کوئی علاج نہیں خالہ جان۔'' گلرو نے کہا تھا اور خوابگاہ سے نکلی چلی گئی تھی۔

خان دوراں نے باہر پہنچ کر کئی پہرہ داروں کے نام لے کر آوازیں دی تھیں۔ برف باری تھم چکی تھی۔ تاریک آسمان اور اجلی اجلی زمین کے امتزاج نے کچھ عجیب پراسرار سی فضا کی تشکیل کر دی تھی۔

خان دوراں دور دور تک دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ شاید ایک پہرے دار تک اس کی آوازیں پہنچ گئی تھیں اور وہ دوڑا آیا تھا۔

''کیا بات تھی؟'' خان دوراں نے پوچھا۔

''کسی نے محل کی حدود میں فائر کئے تھے!''

''کس نے......!''

''جی ہم میں سے کسی نے نہیں کئے۔''

''کدھر سے آواز آئی تھی۔''

''ایک شمال کی طرف سے اور دوسری مشرق کی طرف سے۔''

''مغرب کی طرف کون ہے؟''

''وہ سب اُدھر ہی چلے گئے۔''

''احمقانہ حرکت.....انہوں نے اپنی جگہ کیوں چھوڑی.....شمال اور مشرق والے خود ہی دیکھ لیتے۔''

''اب میں کیا عرض کروں حضور.....میں تو جہاں تھا وہیں ہوں۔''

''مجھے مطلع کیا جائے۔'' کہہ کر وہ مڑا ہی تھا کہ پورا محل تاریک ہوگیا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔'' خان دھاڑا تھا۔ ''پہرے دار تم یہیں ٹھہرو۔''

''بہت بہتر حضور۔''

اندر کے ملازمین نے شور مچا دیا تھا۔

''خاموش رہو۔'' خان دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔ ''پیٹرومیکس روشن کرو۔''

''جلدی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' قریب سے کوئی آہستہ سے بولا۔

''کون ہے.....؟'' خان چونک کر رک گیا۔

''وہی جسے تمہارے طوطے نے آواز دی تھی۔''

''کمال.....!'' خان دوراں اچھل پڑا۔

''آہستہ..... پہلے میرا انتظام کردو.....پھر مین سوئچ آن کرا دینا.....اندھیرا میں نے کیا تھا۔''

''اپنا ہاتھ ادھر لاؤ۔''

خان دوراں اندھیرے ہی میں اسے ایک کمرے تک لایا تھا۔

''یہیں ٹھہرو.....میں ابھی آیا۔''

کمرے کا دروازہ بند کر کے وہ پھر باہر آیا تھا۔ اس پہرے دار کو آواز دی جس سے کچھ دیر قبل گفتگو کرتا رہا تھا۔ اس سے اس کی ٹارچ طلب کی اور دوبارہ اسی کمرے کی طرف پلٹ آیا جہاں نووارد کو چھوڑا تھا۔

''آؤ.....!'' وہ دروازہ کھولتا ہوا بولا۔ ''چپ چاپ چلے آؤ.....میں نہیں چاہتا کہ کسی کو تمہاری موجودگی کا علم ہو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ رکے تھے۔ ٹارچ کی روشنی میں ایک دروازے کے قفل میں کنجی ڈالی تھی اور پھر وہ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

''یہ بڑی اچھی بات ہے کہ وہ سب اندھیرے میں ہیں۔'' خان بڑبڑایا۔

''تمہارے پہرے دار خاصے چوکس رہتے ہیں۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہونے پر ہی میں نے فائر کئے تھے۔'' نووارد نے کہا۔

''احمق ہیں.....اپنی جگہیں چھوڑ بھاگے تھے۔''

''مجھے یقین تھا کہ وہ یہی کریں گے۔''

''اوہ.....کمال.....مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم آگئے ہو۔''

''آخر قصہ کیا ہے؟''

''اطمینان سے بتاؤں گا..... پہلے روشنی.....تم یہیں ٹھہرو۔''

خان دوراں نے باہر نکل کر دروازہ مقفل کردیا تھا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد محل دوبارہ روشن ہوگیا۔

چاروں اطراف کے پہرے دار طلب کرلئے گئے تھے۔ خان کے سامنے ان کی پیشی ہوئی۔

''میں نے فائر کرائے تھے۔'' وہ دھاڑنے لگا۔ ''دیکھنا چاہتا تھا کہ تم لوگ [illegible] تلمند ہو۔ سب کے سب اپنی جگہیں چھوڑ بھاگے.....دفع ہوجاؤ.....آئندہ ایسی غلطی نہ ہو۔''

وہ چپ چاپ چلے گئے۔ خانم سعدیہ نے بھی خان کی دھاڑ سنی تھی اور متحیر تھی کہ اس نے اس سے غلط بیانی کی تھی یا پہرے داروں سے جھوٹ بولا۔

''تم تو اپنی خواب گاہ میں تھے۔ فائر کی اطلاع میں نے دی تھی تمہیں۔'' اس نے خان سے کہا۔

''میں نے تو نہیں کئے تھے فائر.....کرائے تھے۔''

''تو پھر مجھے اسی وقت کیوں نہیں بتا دیا تھا۔''

''ضرورت نہیں سمجھی تھی۔'' خان غراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"اب شاید میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔" خانم نے ہتھیلیوں سے

کنپٹیاں دباتے ہوئے کہا۔

"اوہ...... کیوں پریشان ہوتی ہو" عالیہ اس کا شانہ تھپک کر بولی۔

"تم دیکھ رہی ہو۔"

"مرد کبھی اپنے خاص معاملات تفصیل سے عورتوں کو نہیں بتاتے۔"

"یہ مرد کم از کم میرے لئے ایسا نہیں تھا۔"

"بعض حالات مجبور کردیتے ہیں۔ چلو واپس چلو۔ اپنی خواب گاہ میں......!"

خان پھر اسی کمرے میں واپس آ گیا تھا۔

"مجھے یقین تھا" اس نے نووارد سے کہا۔ "تم ضرور آؤ گے اور اسی راز داری سے آؤ گے۔ اگر تم نے طوطے والی کال ریسیو کرلی۔"

"لیکن مجھے حیرت ہے۔"

"ہونی ہی چاہئے...... کوئی بھی نہیں سوچ سکتا کہ میں کبھی اتنا بے بس ہو جاؤں گا۔ میری کالیں ٹیپ کی جاتی ہیں۔ چوری چھپے نہیں...... بلکہ وارننگ دے کر کہ اگر میں نے اپنے کسی حمایتی کو اپنے حالات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تو بُرا نتیجہ سامنے آئے گا۔"

"تم جانتے ہو کہ وہ کون ہے؟"

"میں اسے جانتا ہوں۔"

"اور اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" نووارد کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہی بات ہے۔"

"اور وہ تمہارے ہی علاقے میں ہے۔"

"کمال میں بے بس ہوگیا ہوں۔ ہاں وہ میرے ہی علاقے کا ایک بڑا سرکاری آفیسر ہے"

"حیرت ہے تم تو ایک سابق سربراہ مملکت سے ٹکرا گئے تھے۔"

"میں بے بس ہوگیا ہوں کمال...... اور بے بسی کی وجہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا۔"

"مجھے بھی نہیں۔"

"سوچتا ہوں کہ تم بھی ایک سرکاری ہی آفیسر ہو۔"

"پھر مجھ سے اس طرح رابطہ قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ظاہر ہے کہ تمہاری پریشانی کی اصل وجہ معلوم کئے بغیر میں کچھ نہ کرسکوں گا۔"

"بتادوں گا...... اور اس یقین کے ساتھ کہ تم اسے باور بھی کرلو گے۔ میری پوزیشن بہت نازک ہوگئی ہے۔"

"خیر...... اس کا فیصلہ تم خود کرو گے۔ میں تمہیں مجبور نہیں کرسکتا۔ ویسے نیلی گلہری کا کیا قصہ تھا۔"

"اس طرح میں نے ان پر ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ میرا ذہن متوازن نہیں رہا۔"

"یعنی تم ان کا مطالبہ پورا کرنے یا ان کی بات سمجھنے کے قابل نہیں رہے۔"

"تم ٹھیک سمجھے۔ میں نے یہی چاہا تھا کہ اسی طرح ان کی زبردستیوں سے بچ جاؤں لیکن یہ چال کامیاب نہ ہوسکی۔"

"یعنی ان کی طرف سے کسی قسم کا دباؤ پڑنے کے بعد ہی تم نے نیلی گلہری والا اسٹنٹ کھیلا ہوگا۔"

"ظاہر ہے......!"

"بس تو پھر سامنے کی بات ہے کہ وہ اس پر یقین نہ کرسکے ہوں گے۔"

"بہرحال یہ بات محل سے نکل کر باہر مشہور ہوئی تھی۔"

"اور ان لوگوں کے علاوہ پورے غزن سبزہ کو یقین آ گیا ہوگا کہ تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔"

"یہی ہوا ہے...... دن بھر خیریت دریافت کرنے کے لئے کالیں آتی رہتی ہیں۔"

"اور وہ لوگ بھی بات کو آگے بڑھانے کے لئے فون ہی استعمال کرتے ہوں گے۔"

"ہاں...... اور اسی لئے میں نے سارے انسٹرومنٹ ہٹالئے ہیں۔ صرف ایک اپنی خوابگاہ میں رکھا ہے۔ بڑی دشواری میں پڑگیا ہوں کمال...... گلرو نے معاملے کو بھانپ لیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ کوئی آپ کو بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

''ذہین لڑکی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ جاسوسی ناول کثرت سے پڑھتی ہے۔''

''وہ مجھے حوصلہ دلا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ بلیک میلر چور ہوتا ہے اور یہ بڑی گھٹیا بات ہے۔ کہ کسی چور کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے جائیں۔''

''تو وہ سرکاری آفیسر تمہیں بلیک میل کر رہا ہے۔''

''ہاں..... وہ دستاویزات اسی کے قبضے میں ہیں جس کی بناء پر وہ شیر ہو رہا ہے۔''

''کیا سچ مچ تم کسی جرم میں ملوث رہے ہو۔''

''ہرگز نہیں..... اور اس دستاویز کا مقصد وہ نہیں تھا جو اب بنایا گیا ہے۔ لیکن میری بات پر کسی کو بھی یقین نہیں آئے گا۔''

''اس کا مطالبہ کیا ہے؟''

''لعل کی کان کے ایک حصے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے..... لعل کے لئے نہیں بلکہ کچھ اور چکر ہے اس میں۔''

''کیا چکر ہے۔''

''پوری طرح نہیں سمجھ سکا۔ یہ تم دیکھو گے کہ کیا چکر ہے۔ ویسے میں تمہیں بتا دونگا کہ وہ کان کے جس حصے پر اپنا عمل دخل چاہتا ہے وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ بیکار پتھروں کے علاوہ۔''

''کان کا نقشہ فراہم کر سکو گے؟''

''کیوں نہیں.....!''

''اب اس آفیسر کا نام بتا دو۔''

''ایڈمنسٹریٹر ڈبلیو خان۔''

''اوہو..... تب تو سوچنا پڑے گا۔''

''کیا سوچنا پڑے گا۔''

''میں ہر ایک کی حیثیت اور اس کے جملہ کوائف سے بخوبی واقف ہوں۔ بہر حال کان کے محل وقوع سے آگاہی کے بعد ہی میں تمہیں کوئی مشورہ دے سکوں گا۔''

''نقشہ صبح تمہیں مل جائے گا۔''

''اور تمہاری بدحواسیاں بھی بدستور جاری رہیں گی..... نیلی گلہری کی تلاش جاری رکھو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''اگر تم مطمئن نظر آئے تو کھیل بگڑ جائے گا۔ پھر وہ اصل کام چھوڑ کر یہ معلوم کرنے فکر میں پڑ جائے گا کہ تم اچانک مطمئن کیوں نظر آنے لگے ہو۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔''

دیوؤں کا ٹکراؤ

''کاراس کا جزیرہ۔'' حمید پُر تفکر لہجے میں بولا۔ ''دراصل ایک شخص کی نجی ملکیت تھا۔ اراس نے اسے خرید لیا ہے۔''

''اور یہ کاراس کہاں سے وارد ہوا ہے۔'' نیلم نے سوال کیا۔

''مشرق وسطیٰ کے ایک ملک کے باشندے کی حیثیت سے اس نے یہاں کی شہریت اصل کی ہے..... لیکن مجھے اس میں شبہ ہے۔''

''کس بات کا شبہ ہے۔''

''یورپ یا امریکہ میں بسے ہوئے سیاہ فاموں میں سے لگتا ہے۔''

''تو پھر ٹوری بیڈسٹر کا کیا ہوا؟''

''وہ کاراس کے جزیرے میں نہیں دکھائی دیا! اس نام کا کوئی کاراس کا مہمان بھی نہیں ہوا۔''

''کیا آپ نے براہِ راست کاراس سے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔''

''نہیں..... اس کے ملازمین کو ٹٹولتا رہا ہوں۔''

''میرا تو خیال یہ ہے کہ اب میں ریٹا ہی سے اگلوانے کی کوشش کروں۔'' نیلم نے کہا۔

''اس کی کیا صورت ہوگی؟''

''براہِ راست..... تھرڈ ڈگری۔''

''کرمنالوجی میں ڈاکٹریٹ لینے کے بعد تو رنگروٹوں جیسی گفتگو نہ کرو۔''

''پھر میں کیا کروں؟''

''تم سے کچھ کرنے کو تو نہیں کہا جا رہا۔ ریٹا سے متعلق کرنل کی خصوصی ہدایت یہ ہے کہ اسے قطعی نہ چھیڑا جائے۔ یہی باور کرانے کی کوشش کی جائے کہ اسکے بھائی کی تلاش جاری ہے۔''

''لو...... وہ آ گئی...... اب تو اس کی آواز سن کر بھی ہڈیاں سلگنے لگی ہیں۔'' نیلم نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا تھا۔

ریٹا پھول کی طرح کھلی ہوئی وہاں پہنچی تھی اور چہکنے لگی تھی۔

''آج کیا پروگرام ہے کیپٹن......!''

''آج ہم اس دیو کے مہمان ہیں۔ اسی کے گھر چلنا ہے۔''

''میں اسے دیکھ کر نروس ہو جاتی ہوں۔''

''بے ضرر آدمی ہے۔''

''تم نے اس کے بارے میں جو کہانیاں سنائی تھیں۔''

''پچاس فیصد فکشن تھیں۔ وہ اپنے بارے میں مبالغہ آرائی پسند کرتا ہے۔ ویسے تم اس کی بیوی کو بھی دیکھ کر حیران رہ جاؤ گی۔''

بات قاسم کی ہو رہی تھی...... پچھلی شام حمید سے اس کی صلح ہو گئی تھی۔ اس خوشی میں اس نے انہیں مدعو کر دیا تھا۔

''اور ہاں...... ایک بات اور...... کرنل کی ہدایت کے مطابق اب تم برقعے میں نہیں نکلو گی۔ تمہارے بھائی کی تلاش جاری ہے...... کیا تم نے آج کا کوئی اخبار دیکھا۔''

''نہیں۔''

''تم سے متعلق ایک فیچر شائع ہوا ہے۔''

''نہیں......!'' وہ یک بیک کچھ خوفزدہ سی نظر آنے لگی۔

''نیلم اخبار لاؤ......!'' حمید نے کہا۔

نیلم وہاں سے چلی گئی تھی۔ حمید نے ریٹا سے کہا۔ ''تم مجھ سے اس کے بارے میں کچھ مت پوچھنا۔ میں نہیں جانتا کہ اخبار والوں کو تمہاری تصاویر کہاں سے ملیں...... اور کب کسی نیوز سروس کے نمائندے نے تمہارا انٹرویو لیا۔''

''انٹرویو بھی ہے۔'' وہ اچھل پڑی۔

''ہاں......!''

''کب...... کس نے انٹرویو لیا میرا۔''

''تم ہی بتا سکو گی۔''

''تم لوگوں کے ساتھ ہی رہ رہی ہوں۔''

نیلم اخبار لائی تھی اور ریٹا کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ اپنا انٹرویو دیکھ کر زرد پڑ گئی تھی۔

دفعتاً حمید نے قہقہہ لگایا اور وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''اب دیکھتا ہوں کہ تمہارے بھائی کا سراغ کیسے نہیں ملتا۔''

''مم...... میں نہیں سمجھی۔''

''کیا وہ تمہیں تلاش کر کے تمہاری آمد کی غرض و غایت معلوم کرنیکی کوشش نہیں کریگا۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ انٹرویو کرنل ہی کی اختراع ہے۔''

''خدا جانے......؟''

''وہ ہیں کہاں......؟''

''یہ تو نیلم کو بھی نہیں بتایا جا سکتا۔''

''میں سمجھتی ہوں۔ انہیں احتیاط برتنی چاہئے۔ لیکن یہ تو دیکھو انٹرویو میں کہیں بھی میرے موجودہ پتے کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ آخر میرا بھائی مجھے کہاں تلاش کرے گا۔''

''اس نیوز سروس سے ضرور رابطہ قائم کرے گا جس کے توسط سے یہ انٹرویو اخبارات تک پہنچا ہے۔''

''مجھے اس میں شبہ ہے۔ اسے قطعی پرواہ نہ ہوگی۔''

''بڑی عجیب بات ہے!''

''تمہیں ہماری خاندانی زندگی کے بارے میں شاید کچھ بھی نہیں معلوم...... اسے ذرہ برابر بھی تشویش نہیں ہوگی کہ میں یہاں کیوں آئی ہوں۔''

''خیر...... ختم کرو...... دیکھا جائے گا۔ قاسم کے یہاں لنچ کر کے تفریح کیلئے نکلیں گے۔''

قاسم نے بڑے والہانہ انداز میں ان کی پذیرائی کی تھی۔ اس کی بیوی بھی موجود تھی بڑی خوش اخلاقی سے نیلم اور ریٹا ملی۔ نیلم کے بارے میں اسے معلوم تھا۔

ریٹا سچ مچ اس دھان پان سی عورت کو دیکھ کر متحیر رہ گئی تھی۔

''یقین نہیں آتا......!'' اس نے آہستہ سے نیلم سے کہا تھا۔ ''شاید اس کے خوف سے دبلی ہوتی جارہی ہے۔''

لنچ کے بعد حمید نے قاسم سے کہا۔ ''اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ ان مہمانوں کو اچھی طرح انٹرٹین کرو۔''

''جیسے تم کہو......!''

''خدارا حمید بھائی ذلیل نہ کرائیے گا۔'' قاسم کی بیوی آہستہ سے بولی۔

''تم غلط سمجھیں...... مجھے فرصت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج تم لوگ ریٹا کو تاریخی عمارات دکھاؤ۔''

''ضرور...... ضرور...... بڑی خوشی سے مگر اس کے لئے ان حضرت کی کیا ضرورت ہے۔ میں اور نیلم ہی کافی ہوں گی۔''

''تم کیا جانو کہ تاریخی عمارتیں کہاں ہیں؟'' قاسم بول پڑا۔

''میں جانتی ہوں...... تمہاری دخل اندازی کی ضرورت نہیں۔''

قاسم نے آنکھیں نکالی ہی تھیں کہ حمید اس کی کمر تھپکتا ہوا بولا۔ ''جانے دو...... ہم ایک ضروری کام انجام دیں گے۔''

''ٹھینگا انجام دیں گے۔''

''ادھر تو آؤ......!'' وہ اسے الگ لے جاتا ہوا بولا۔ ''ہماری تفریح یادگار تفریح ثابت ہوگی۔''

''یعنی ہم دونوں اکیلے......!''

''ان لوگوں کے ساتھ کیا تفریح ہو سکے گی۔''

''کدھر چلو گے۔''

''ایک جزیرے میں۔ عیش ہی عیش۔''

''دھوکا نہ دینا۔'' قاسم آنکھیں ٹیڑھی کر کے بولا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

ان کی روانگی کے وقت نیلم حمید کے قریب آئی تھی اور آہستہ سے بولی تھی۔ ''کیا یہ مناسب ہوگا؟ اگر تم مصروف ہو تو ضروری نہیں کہ ہم آج تفریح کے لئے جائیں۔''

''کیا مناسب نہ ہوگا؟ عورتوں کی سی باتیں نہ کرو کیا تم اپنی حفاظت نہیں کر سکتیں......!''

''میرا یہ مطلب نہیں تھا...... ہم دونوں تنہا بھی شہر کا چکر لگا سکتے ہیں۔ قاسم کی بیوی کے ساتھ کیوں؟''

''وہ تو میں نے یونہی کہہ دیا تھا۔''

''اچھی بات ہے تو ہم دونوں کچھ دیر یہاں ٹھہریں گے اور پھر میں طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے تفریح ملتوی کردوں گی۔''

''تمہاری مرضی......!''

''لیکن تم اس کے ساتھ کہاں جاؤ گی۔''

''میری ایک اسکیم ہے۔ قاسم ضروری ہوگا اس کے لئے۔''

''تم جانو......!''

پھر قاسم اور حمید نکل کھڑے ہوئے تھے۔

ٹوری بیڈسٹر غصے میں اپنی ہی بوٹیاں نوچتا رہتا تھا۔ کار اس نے اس کی ڈاڑھی اور مونچھوں کا صفایا کرادیا تھا۔ لمبے لمبے گھونگھریالے بال کروکٹ میں تبدیل ہو چکے تھے اور سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ وہ تاریک شیشوں کی عینک کسی وقت نہ اتارے...... مراد یہ تھی کہ کسی کے سامنے نہ اتارے۔

کالے درندے کی چیرہ دستیاں اسے ہر وقت ابلتے رہنے پر مجبور رکھتی تھیں۔ یہاں اسے اپنے علاوہ اور کوئی سفید فام نظر نہیں آتا تھا۔ وہ جو اسے یہاں تک لایا تھا پھر نہیں دکھائی

دیا تھا۔ ہوسکتا ہے اس کا تعلق جزیرے ہی سے نہ رہا ہو۔ یہاں کاراس کے لئے کام کرنے والوں میں سارے کے سارے ہی مشرق بعید کے ممالک کے باشندے معلوم ہوتے تھے۔ ان میں ایک بھی مقامی یا سفید فام آدمی نہیں تھا۔ سفید فام تو کاراس کے تلوے چاٹنے آتے تھے۔ ان میں سے کچھ تو مفلس تھے اور کچھ دولت مند ہونے کے باوجود بھی کاراس کے رحم و کرم پر تھے کیونکہ ان کے مخصوص نشے کاراس کے علاوہ اور کسی کے پاس سے حاصل نہیں کئے جاسکتے تھے۔

ٹوری بیڈسٹر نے تہیہ کرلیا تھا کہ جب بھی موقع مل گیا کاراس کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

اس وقت کاراس نے اسے نہ جانے کیوں اپنے کمرے میں طلب کیا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ کم از کم اس سے یہ ضرور پوچھے گا کہ یہاں اس کا مصرف کیا ہے۔ کیوں بھیجا گیا ہے یہاں......؟

اس نے دستک دے کر دروازہ کھولا تھا...... کاراس سامنے ہی نظر آیا۔ لیکن تنہا نہیں تھا۔ ایک سفید فام لڑکی بھی تھی جس کی عمر بیس اکیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ توانا اور تندرست تھی۔ آنکھیں بڑی جاندار تھیں۔

کاراس نے لڑکی کے قریب ہی والی کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

ٹوری خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے سے پیوست تھے۔

کاراس نے سامنے پڑے ہوئے اخبار کو اس کی طرف اچھالتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا تم اس لڑکی کو جانتے ہو۔''

ٹوری نے بغور اس لڑکی کے مختلف پوزز کا جائزہ لیا تھا اور ادھر اُدھر سے مضمون کے بھی کچھ حصے پڑھے تھے جو اسی لڑکی سے متعلق تھا۔

''نہیں! میں نہیں جانتا۔'' اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

''نام سنا ہے کبھی......!''

''نہیں...... نام بھی میرے لئے نیا ہے۔''

''میں نے سوچا شائد سیاحوں کی اسی ٹولی میں شامل رہی ہو جس میں تم تھے۔''

''اگر رہی بھی ہو تو میں نے توجہ نہیں دی تھی۔''

''اچھا تو اب تم تیار ہوجاؤ۔'' کاراس اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''کس بات کے لئے۔''

''تمہیں آگے سفر کرنا ہے۔ یہ رہے تمہارے نئے کاغذات جن کی رو سے اب تمہارا نام فرینک بوائڈ ہے...... اور یہ۔'' کاراس نے لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ''مسز فرینک بوائڈ۔''

ٹوری نے کاراس کو گھورتے ہوئے آہستہ سے اس کا ہاتھ شانے سے ہٹا دیا تھا۔

''اس کا نام جولیا ہے...... جولیا فرینک بوائڈ سمجھ لو۔''

''مگر کیوں......؟'' ٹوری کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

''کیا تم سچ مچ سیاحت کے لئے بھیجے گئے ہو۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔''

''تمہیں شمال کی طرف سفر کرنا ہے۔ جولیا تمہاری رہنمائی کرے گی اور تمہیں تمہاری حیثیت سے بھی آگاہ کردے گی۔''

کب روانہ ہونا ہے؟''

''ایک گھنٹے بعد لانچ تم دونوں کو شہر کے ساحل کی طرف لے جائے گی۔''

''اس کے بعد......!''

''بکواس مت کرو...... لانچ سے اترنے پر سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔''

ٹھیک اسی وقت دیوار سے لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بلب جلدی جلدی جلنے بجھنے لگا تھا۔

''اوہ...... جھگڑا......!'' کاراس اٹھتا ہوا غرایا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ ٹوری اور جولیا اس کے پیچھے تھے۔

ہال میں بھگدڑ نظر آئی...... کاراس جانتا تھا کہ اسے کہاں پہنچنا ہے۔ یہ ہال قمار بازی کے لئے مخصوص تھا۔ مختلف اقسام کا جوا یہاں ہوتا تھا لیکن اس وقت تو کچھ اور ہو رہا تھا جس نے کاراس جیسے آدمی کو بھی ٹھٹھک جانے پر مجبور کردیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس سے بھی

زیادہ لحیم شحیم ایک آدمی نے کرسی سمیت کسی دوسرے آدمی کو اپنے سر سے اونچا اٹھا رکھا ہے اور مسلسل دھاڑے جا رہا ہے۔ ''اس بے ایمان کو میں کہاں پھینکوں۔''

تھا تو مقامی ہی آدمی لیکن بار بار یہی جملہ انگریزی میں دہرا رہا تھا۔

ٹوری نے کاراس کی طرف دیکھا جس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ بالآخر اس نے اسکی دھاڑ سنی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔''

''تیرے ہی سر پر پٹخ دوں گا اگر پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔'' دوسرے دیو نے اسے براہِ راست للکارا تھا۔

ٹوری نے اس آدمی کو پہچان لیا جو کرسی سمیت اس دیوزاد کے ہاتھوں پر اٹھا ہوا تھا۔ یہ قمار خانے کا ہی ایک ملازم تھا۔ پتے بانٹتا تھا اور شاید اول درجے کا شار پر بھی تھا۔

''آدمیوں کی طرح بات کرو۔'' کاراس پھر دھاڑا۔ ''اسے نیچے اتار دو۔''

''بے ایمانی ہوتی ہے اس قمار خانے میں۔ اس کو تو ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میری خاصی بڑی رقم اینٹھ لی ہے اس نے۔''

''اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو اطمینان سے بات کرو...... تمہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے گی۔'' اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔

''بے ایمانی سے جیتی ہوئی رقم کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں چاہئے۔''

''اگر تم ثابت کرسکو تو یہ بھی ہو جائے گا۔''

دیوزاد نے بڑی احتیاط سے کرسی فرش پر رکھ دی اور وہ آدمی گرتا پڑتا ایک طرف بھاگنے لگا۔

''ٹھہر جاؤ۔'' کاراس نے اسے للکارا اور وہ رک گیا۔

پھر کاراس نے دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر گاہکوں سے کہنا شروع کیا تھا۔ ''خواتین وحضرات آپ تشریف رکھئے۔ کبھی کبھی اس قسم کی غلط فہمیاں بھی ہو جایا کرتی ہیں اور آپ جناب عالی میرے ساتھ تشریف لائیے۔''

لیکن دیوزاد جہاں تھا وہیں کھڑا اسے گھورتا رہا۔

''آیئے نا......!'' کاراس ہاتھ ہلا کر بولا۔

''ہم کہیں نہ جائیں گے۔'' اس کی قریب کھڑے ہوئے دوسرے آدمی نے کہا۔ ''جہاں بے ایمانی ہوئی ہے وہیں بات بھی ہوگی۔''

کاراس کی نظر اس پر پڑی تھی۔

ٹوری نے اس کو چونکتے دیکھا۔ پھر اس کی نظر اسی آدمی پر جمی رہ گئی تھی۔ ٹوری محسوس کر رہا تھا جیسے وہ اسے وہاں دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ متحیر ہوا ہو جتنا اپنے مدمقابل دیوزاد کو دیکھ کر نہیں ہوا تھا۔

کاراس نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچھ سوچتا رہا پھر بولا تھا۔ ''کیپٹن...... میں تمہیں ...تو نہیں جاؤں گا۔''

''تم علیحدگی میں معافی مانگ لو گے اور میرا دوست بھرے مجمعے میں لوٹا گیا ہے۔''

''میں معافی نہیں مانگوں گا۔'' کاراس غرایا۔ ''اگر بے ایمانی ثابت کر سکے تو رقم واپس کردوں گا۔''

پھر وہ تیزی سے ٹوری کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولا تھا۔ ''تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ۔'' انداز ایسا ہی تھا کہ وہ پھر یہاں نہیں رک سکتے تھے۔ ویسے ٹوری ان دونوں دیوؤں کا ٹکراؤ دیکھنا چاہتا تھا۔ لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور ایک طرف چل پڑی تھی۔

''کیوں نہ ہم کاراس ہی کے آفس میں چلیں۔'' ٹوری بولا۔

''ہرگز نہیں! ہمیں مجمعے سے دور رہنا چاہئے اور پھر باس کا مطلب بھی یہی تھا کہ ہم اس کے کمرے میں واپس نہ جائیں۔''

جولیا اسے جس کمرے میں لائی تھی وہ شاید اسی کی خواب گاہ تھی۔

''کیا پیئو گے۔'' اس نے پہلا سوال کیا تھا۔

''جو کچھ بھی مل جائے...... شراب کے معاملے میں کوئی مخصوص ٹیسٹ نہیں رکھتا۔ ہفتوں نہیں پیتا...... پینے پر آؤں تو پیتا ہی چلا جاتا ہوں۔''

"میرے شوہر کی حیثیت سے تمہیں کسی قدر باقاعدگی برداشت کرنی پڑے گی۔"

"کرلی جائے گی...... کیونکہ تم بہت خوبصورت ہو۔"

"شکریہ...... ویسے میرے حسن کی تعریف کرنا تمہارے فرائض میں داخل نہیں ہوگا۔"

"اب مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہئے! کیونکہ مجھے عورتوں کو مکھن لگانے کا سلیقہ نہیں ہے۔"

"ایسے ہی معلوم ہوتے ہو۔" جولیا اسے بغور دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

کیپٹن حمید اور قاسم کاراس بلابو کے ساتھ اس کے کمرے میں آئے تھے۔ قاسم سے زیادہ وہ حمید ہی کی طرف متوجہ تھا۔

"میں اسے محض اتفاق سمجھوں یا خصوصیت سے میری ہی طرف توجہ ہے آج کل۔" کاراس نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یہ میرا دوست دنیا بھر کے قمار خانوں کے طریق کار پر ریسرچ کررہا ہے۔" حمید نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"تمہاری میزوں میں اس نے خاص قسم کے سوئچ دریافت کئے ہیں۔"

"وہم ہوا ہوگا...... میری میزیں بالکل صاف ہیں۔"

"جھوٹ مت بولو۔" قاسم غرایا۔

"بس بس......!" کاراس نے ہاتھ اٹھا کر سرد لہجے میں بولا۔ "ہوسکتا ہے تمہارا وزن مجھ سے زیادہ ہو۔ لیکن تم میری ایک ٹکر بھی برداشت نہ کرسکو گے۔"

"شٹ اپ......!"

"کیپٹن حمید کے ساتھ نہ ہوتے تو آنکھیں ٹیڑھی کرکے گفتگو کرنے کا مزہ چکھا دیتا۔"

"قاسم...... بات بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"نہیں...... اگر یہ طاقت آزمانا چاہتا ہے تو میں تیار ہوں۔" کارس نے کہا۔

"ارے ہم تم سے کشتی لڑنے کے لئے تو نہیں آئے۔" حمید بولا۔

"پھر اس کرم فرمائی کا مطلب......؟"

"دراصل ایک دن میرے دوست نے یہاں ایک جیم شحیم سفید فام عورت دیکھی تھی۔ اسی کے چکر میں آیا تھا۔ مجھے بھی ساتھ کھینچ لایا۔"

"آتی ہی جاتی رہتی ہیں۔" کاراس نے لاپرواہی سے کہا۔

"ویسے تمہارے دوست نے کتنی رقم ہاری ہے۔"

"کیوں...... کیا تم واپس کردو گے۔"

"یقیناً...... میں نہیں چاہتا کہ آپ جیسے لوگوں کے قدم دوبارہ اس جزیرے کی عزت بڑھائیں۔"

"بس ختم......!" قاسم ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا میں کوئی محتاج ہوں کہ ہاری ہوئی رقم واپس لوں گا۔"

"پھر آپ کیا چیز ہیں جناب عالی۔"

"یہاں کے سب سے بڑے انڈسٹریلسٹ کی اولاد ہیں۔" حمید بولا۔ "عاصم گروپ کا نام سنا ہے۔"

"اوہ......!"

"سیٹھ عاصم کی اولاد ہے۔"

"اوہ...... بڑی خوشی ہوئی جناب۔" کاراس نے قاسم کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور پھر مصافحہ کرتے وقت قاسم پر یہ حقیقت واضح ہوگئی تھی کہ کاراس کتنا طاقتور ہے۔ خود کاراس بھی قاسم کی قوت سے متاثر ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں صاف بتا رہی تھیں۔

پھر اس نے زبان سے بھی اعتراف کیا تھا۔ "یقیناً آپ طاقت ور ہیں۔ لیکن پھرتیلے ہرگز نہ ہوں گے۔ مجھے یقین ہے۔"

"ارے کوئی لڑائی بھڑائی والا ہے کہ پھرتیلا پن بھی ہوگا۔" حمید بولا۔

"آپ براہِ کرم ثابت کیجئے کہ میری میزوں میں خاص قسم کے سوئچ موجود ہیں۔"

''چلو دکھاؤں......!'' قاسم بدستور منہ پھلائے ہوئے بولا۔

''مجھے خوشی ہوگی اگر آپ ثابت کر سکے۔'' کاراس دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

وہ دونوں اس کے ساتھ ہال میں آئے تھے۔ لیکن یہاں اب بالکل سناٹا تھا۔ ایک متنفس بھی نظر نہ آیا۔

''دیکھا آپ نے۔'' کاراس غصیلے لہجے میں بولا۔ ''یہ کیا ہے آپ لوگوں نے....آج کا بزنس ہی تباہ ہوگیا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ اگر آپ لوگوں کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اس کی شکل نہ پہچانی جاتی۔''

''یہی میز تھی......جس پر میں کھیل رہا تھا۔'' قاسم ایک میز کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ پھر اس کے نیچے ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹولنے لگا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

''کیا بات ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''امے حمید بھائی......وہ سالا تو غائب ہوغیا۔''

پھر وہ ساری میزوں کی تلاشی لیتے پھرے تھے لیکن کہیں بھی کوئی غیر معمولی بات دریافت نہ کر سکے۔

''کسی دشمن نے آپ لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا ہے کیپٹن۔'' کاراس نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''بہرحال اس وقت کا بزنس تو چوپٹ ہو ہی گیا۔''

''وہ شار پر کہاں گیا۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''میں نہیں جانتا کہ وہ اب کہاں ہوگا۔''

''ختم کرو۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''اگر تم اپنی ہاری ہوئی رقم چاہتے ہو تو وہ واپس مل جائے گی۔''

''نہیں مجھے واپس نہیں چاہئے......کیا میں کوئی بھکاری ہوں۔'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا تھا۔

''تو جناب وہ لحیم شحیم عورت۔'' کاراس کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''وہی ہو سکتی ہے......جی

ہاں وہ لحیم شحیم بھی ہے اور دلکش بھی......اگر آپ چاہیں تو میں اسے بلوا سکتا ہوں۔''

قاسم نے حمید کی طرف دیکھا تھا۔ حمید بولا۔ ''نہیں ضرورت نہیں۔''

''ہے کیوں نہیں ضرورت......تم ضرور بلواؤ۔''

''چلئے......میرے آفس میں تشریف لے چلئے۔''

حمید قاسم کو غصیلی نظروں سے دیکھتا ہوا چل پڑا۔ کاراس انہیں اپنے کمرے میں بٹھا کر خود کہیں اور چلا گیا تھا۔

''ابے یہ کیا کم بختی تھی۔ تم کیوں بیچ میں بول پڑے تھے۔'' حمید اسے گھورتا ہوا غرایا۔

''قیوں نہ بولتا......خود ہی تو سالے تگڑی سی عورت کی بات کرتے ہیں......پھر میں بولوں تو غرائیں گے......!''

''مت بکواس کرو۔''

اتنے میں کاراس واپس آ گیا اور بولا۔ ''چلئے میرے ساتھ۔''

''کہاں چلیں۔''

''اسی کے گھر......یہیں جزیرے ہی میں رہتی ہے۔ میری کرایہ دار ہے۔ تنہا ہے۔''

''پھر کبھی آئیں گے......اس وقت جلدی ہے۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

قاسم کچھ بڑبڑایا تھا۔ یقیناً کوئی گندی سی گالی رہی ہوگی۔

''خیر......خیر......مجھے یقین تھا کہ آپ جیسے بڑے لوگ اس کے گھر ہرگز نہیں جائیں گے جب اور جہاں کہئے وہ خود ہی پہنچ جائے گی۔'' کاراس نے کہا۔

قاسم جلدی سے بول پڑا۔ ''یہ کیا بتائیں گے......میں خود ہی تمہیں فون کردوں گا۔ تم بہت اچھے آدمی ہو......اور ہاں میں تم سے پھرتیلا پن بھی سیکھنا چاہتا ہوں۔''

''میں کوشش کروں گا جناب۔''

واپسی پر ساحل کی طرف جاتے ہوئے حمید قاسم کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔

''تم نے کیوں نام لیا تھا کسی لحیم شحیم عورت کا......!''

''اور نہیں تو کیا کہتا......کیا میں کوئی جواری ہوں کہ وہاں میری موجودگی کا جواز پیدا

ہوسکتا۔ تمہارے متعلق پورا شہر جانتا ہے کہ بھینسوں پر رال ٹپکاتے پھرتے ہو۔''

''بھینسوں......!'' قاسم رک کر دھاڑا۔

''چلو......چلو......اب تو انتظام ہو ہی گیا۔'' حمید اس کی کمر پر بڑے پیار سے تھپکی دے کر بولا تھا۔

''تم بتاؤ سالے مجھے یہاں قیوں لائے تھے۔''

''واقعی کسی کی تلاش تھی......لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ہنگامہ اسی لئے برپا کرایا تھا کہ اگر کہیں چھپا بیٹھا ہو تو باہر آجائے۔''

''باہر آجائے......تو وہ کوئی مرد تھا۔''

''چلتے رہو......اگر وہ مل جاتا تو تمہاری مشکل آسان ہو جاتی......اس نے بہت تگڑی تگڑی پال رکھی ہیں۔''

''سالے تم مجھے جندگی بھر اُلو بناتے رہو غے۔''

''سب ٹھیک ہے چلو......تمہارا کام بھی ہو جائے گا۔''

''بیس بائیس برس سے قام ہی تو ہو رہا ہے......نہ موت آتی ہے اور نہ......!''

''اور نہ کوئی بھینس......!'' حمید نے جملہ پورا کر دیا۔

''میری اور تمہاری موت ساتھ ہی آئے غی......تم دیکھ لینا......میں تمہاری غردن دباؤں غا اور تم میرے پیٹ میں چھری مار دو غے۔''

حمید صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔ وہ ساحل پر آپہنچے تھے۔ حمید فریدی کی لانچ لایا تھا۔ کرائے کی لانچ نہیں تھی۔

شہری ساحل کی طرف روانگی سے قبل ایک بار پھر قاسم نے رک جانے کے لئے ہاتھ پیر مارے تھے لیکن حمید انجن اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔ ''پرواہ مت کرو۔''

لانچ سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھی تھی اور قاسم کھانسنے لگا تھا۔

حمید سختی سے ہونٹ بھینچے خیالات میں گم تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے ایک بار پھر جیری وہٹلم سے رابطہ قائم کرنا چاہئے۔

دفعتاً کوئی سخت سی چیز اس کی گردن سے آلگی تھی اور وہ چونک پڑا تھا۔

''جدھر کہا جائے ادھر ہی چلتے رہو۔'' اس کے کان میں کسی نے کہا تھا۔ ''ورنہ اسی جگہ سوراخ ہو جائے گا۔''

قاسم کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تھا اور اس نے تو گردن میں چبھنے والی چیز کو پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ اس سے کہا گیا تھا ''گولی چل جائے گی اگر ہلے جلے۔''

''ہاں ہاں......!'' وہ جھلا کر بولا۔ ''ان منحوسوں کے ساتھ موتی چور کے لڈو کب چلتے ہیں۔ گولیاں ہی تو چلتی ہیں۔''

''خاموش بیٹھے رہو۔''

''وہ تو بیٹھنا ہی پڑے گا۔'' حمید بولا۔ ''لیکن تم نہیں جانتے کہ تم کس کے ساتھ یہ حرکت کر رہے ہو......اور تمہارا کیا حشر ہوگا۔''

''خاموش بیٹھو۔''

کار اس بلا بو......کیا یہ اسی کے آدمی تھے۔ حمید سوچ رہا تھا۔ انہیں اپنے آفس میں چھوڑ کر اسی انتظام کے لئے باہر گیا تھا۔

دفعتاً اس نے اونچی آواز میں قاسم سے کہا۔ ''جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہی کرو بیحد سنجیدہ معلوم ہوتے ہیں۔''

''میں ڈرپوک نہیں ہوں......!'' قاسم بولا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی گردن پر ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھ گیا ساتھ ہی کہا گیا۔ ''ذرا سی حرکت کر کے دیکھ لو فائر ہو جاتا ہے یا نہیں۔''

قاسم بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ شاید وہ اس دوران میں بھول گیا تھا کہ گردن سے ریوالور کی نال ٹکی ہوئی ہے۔

حمید کے اندازے کے مطابق ان کے عقب میں تین آدمی تھے۔ دو نے ریوالور سنبھال رکھے تھے اور تیسرا الگ بیٹھا ہوا تھا۔ وہی لانچ کے راستے کا تعین کر کے ہدایات دیتا جا رہا تھا اور شاید انہیں ماہی گیری کے ساحل کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس خیال کی تصدیق بھی ہوگئی تھی۔ ماہی گیری کا ساحل کاراس سے جزیرے سے بہت زیادہ دور نہیں تھا۔

ایک قطعی ویران جگہ پر لانچ رکوائی گئی تھی اور انہیں اترنے کو کہا گیا تھا۔ ایک گودام نما عمارت میں داخل ہوئے۔ ریوالور اب بھی ان کے جسم سے لگے ہوئے تھے۔

اور پھر یک بیک حمید کے قدم رک گئے۔ نیلم اور ریٹا ایک ستون سے بندھی کھڑی نظر آئی تھیں۔ ان کے آس پاس دو پیٹرومیکس لیمپ روشن تھے اور تین آدمی یہاں پہلے سے موجود تھے۔

تین حمید اور قاسم کے ساتھ آئے۔ نیلم نے انہیں دیکھا اور آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے دونوں گالوں پر نیلے نیلے نشان تھے۔ شاید تھپڑ مارے گئے تھے۔

حمید کا خون کھولنے لگا۔

''سُور کے بچو......!'' وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ ''تم نے اسے مارا ہے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

''چلو......تم بھی انہی کے پس کھڑے ہوجاؤ۔'' اسے ریوالور کی نال سے دھکیلنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن وہ غیر متوقع طور پر ایک دم پلٹ پڑا۔ گھونسہ ناک پر پڑا تھا اور ٹھوکر اس کی پنڈلی پر پڑی تھی جس نے قاسم کی کمر سے ریوالور لگا رکھا تھا۔

دونوں ہی کے ہاتھوں سے ریوالور گر گئے تھے۔ قاسم انہیں چھاپ بیٹھا۔ پھر چاروں آدمی بیک وقت حمید پر ٹوٹ پڑے تھے۔ قاسم ریوالوروں پر بیٹھا غالباً سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ اچانک اس کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس نے پیچھے ہٹ کر بڑا سا چاقو نکالا تھا اور اسے کھولنے ہی والا تھا کہ قاسم اپنے نیچے سے ایک ریوالور نکالتا ہوا دھاڑا۔ ''اب او حرامزادے......چاقو زمین پر ڈال دے ورنہ کھوپڑی اڑا دوں غا۔''

اس نے بوکھلا کر قاسم کی طرف دیکھا اور چاقو فرش پر گرا دیا۔

ادھر حمید پر گویا خون سوار ہوگیا تھا۔ پانچ آدمی اسے قابو میں نہیں کر پا رہے تھے۔

''تم کیا دیکھ رہے ہو قاسم بھائی......بابا کی مدد کرو۔'' نیلم غصیلی آواز میں چیخی۔

قاسم اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔ ''ہٹو سالو......ایک طرف......اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ......ورنہ......!''

اس نے سامنے والی دیوار پر ایک فائر کردیا۔ وہ جہاں تھے وہیں کھڑے رہ گئے اور پھر ہاتھ بھی اٹھا دیئے تھے۔

''انہیں اسی طرح کور کئے رکھو۔'' حمید نے اس سے کہا اور خود چاقو اٹھا کر نیلم اور ریٹا کی رسیاں کاٹنے لگا۔

اس کے بعد ریوالور حمید نے سنبھالے تھے اور قاسم نے ان چھ آدمیوں کی مرمت شروع کی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان میں سے کوئی بھی اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔ اس دوران میں نیلم اور ریٹا دونوں ہی قاسم سے رحم کی اپیل کرتی رہی تھیں۔ لیکن حمید اسے بڑھاوا دیتا رہا تھا۔

پھر قریباً دو گھنٹے بعد وہ قیدیوں سمیت اس ساحل پر پہنچے تھے جہاں فریدی کی لانچ لنگر انداز رہتی تھی۔

قیدیوں نے کسی نادیدہ ''باس'' کی کہانی سنائی تھی۔ جس کے احکامات فون پر ملا کرتے تھے۔ البتہ انہیں معاوضہ سینزر نامی کسی سفید فام غیر ملکی کے توسط سے ملتا تھا جس کی جائے قیام سے وہ واقف نہیں تھے۔ وہ بھی ان سے فون ہی پر رابطہ قائم کرتا تھا۔

کسی جگہ کا تعین ہوجانے کے بعد وہاں پہنچ کر معاوضہ ادا کردیتا تھا......حمید نے انہیں محکمے کی حوالات میں دے دیا۔ ان کے سلسلے میں فریدی سے مشورہ کئے بغیر مزید اقدام نہیں کرنا چاہتا تھا۔

گھر پہنچ کر نیلم نے اپنی کہانی سنائی۔

''قاسم کی بیوی سے خرابی طبیعت کا بہانہ کر کے ہم دونوں چلی آئی تھیں۔ شام تک تمہاری واپسی کی منتظر رہی پھر سوچا کیوں نہ کوئی فلم دیکھی جائے۔ ریٹا کو تیار کیا اور نکل کھڑی ہوئی۔''

''کیا ریٹا کی تجویز تھی۔'' حمید نے سوال کیا۔

''ہرگز نہیں......اس نے تو تمہاری عدم موجودگی میں کہیں جانے کی مخالفت کی تھی۔''

''ہوں......اچھا پھر......؟''

''گھر سے نکل لینے کے بعد فلم دیکھنے کا ارادہ ملتوی کر کے تمہاری تلاش کی ٹھہری...... ہوٹلوں کے علاوہ اور کہاں دیکھتے۔ تم نے بتایا تو تھا نہیں کہ کہاں جا رہے ہو۔''

کیا یہ بات ریٹا نے سجھائی تھی۔

''نہیں یہ بھی میری ہی تجویز تھی...... بہرحال مے پول سے نکل کر گاڑی اسٹارٹ کرنی چاہی تو انجن نے حرکت کرنے ہی سے انکار کر دیا۔ کئی منٹ پریشان رہی تھی۔ پھر ایک آدمی جوان ہی چھ میں سے تھا ہماری طرف آیا۔ لفٹ دینے کی پیش کش کی۔ بے حد شائستہ نظر آیا تھا اس وقت۔ لہٰذا پیشکش قبول کر لی گئی۔ اس کی گاڑی بڑی شاندار تھی۔ ایئر کنڈیشنڈ کیڈی...... بہرحال اس نے ہم دونوں کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔ گاڑی چلی تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ بتائے ہوئے راستے پر نہیں جا رہا۔ اس سے کہا بھی اس سے متعلق۔ لیکن اس نے کہا کہ وہ ایک گیراج کی طرف جا رہا ہے جہاں وہ ہماری گاڑی سے متعلق ہدایات دے گا اور گیراج کا کوئی آدمی ہوٹل مے پول جا کر گاڑی ٹھیک بھی کر دے گا اور بتائے ہوئے پتے پر پہنچا بھی دے گا۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ سچ مچ کچھ دیر بعد گاڑی ایک گیراج ہی کے احاطے میں داخل ہوئی تھی اور پھر اسکے بعد مجھے یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا کیونکہ ہماری ناکوں سے کلوروفام میں بسے ہوئے رومال لگا دیئے گئے تھے۔ ہوش آنے پر خود کو اسی ستون سے بندھا ہوا پایا تھا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں انکل کے بارے میں نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں ہیں۔''

''کیا وہ یہی معلوم کرنا چاہتے تھے۔'' حمید نے پوچھا۔

''اس کے علاوہ اور کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔''

''اب ریٹا کے بارے میں بتاؤ۔''

''اس سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔''

''کوئی سفید فام بھی دکھائی دیا تھا۔''

''نہیں......کوئی نہیں......ساری گفتگو اردو میں ہوئی تھی۔ ریٹا بعد میں مجھ سے اس کا

جب پوچھ رہی تھی۔ اب تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس پر تھرڈ ڈگری آزما کر سب کچھ اگلوا لوں۔ شدید ترین نفرت کرنے کے باوجود بھی میں اسے برداشت کر رہی ہوں محض اس لئے کہ انکل کا حکم ہے۔''

ٹھیک اسی وقت ریٹا کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ اور متورم تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے روتی رہی ہو۔

''تم سب کتنے اچھے ہو۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''میرا دم گھٹ رہا ہے۔ خواہ اب کچھ بھی ہو سب کچھ بتا دینا چاہتی ہوں۔''

''مثلاً......!'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

''میرا بھائی فلپ شیرنگٹن اس معاملے میں ملوث نہیں ہے؟''

''ہمارے لئے نئی اطلاع نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ پیرس کے ایک کلب میں ٹریننگ دے رہا ہے اور اس نے آج تک ادھر کا رخ ہی نہیں کیا۔ بہرحال تم اپنی پوزیشن کے بارے میں ہمیں مطلع کر سکتی ہو۔''

''میں اس شخص کے بارے میں کچھ نہیں جانتی......بس مجھے اس کی تصویریں دی گئی تھیں......وہ کسی حد تک میرے بھائی سے مشابہت ضرور رکھتا ہے۔''

''ٹوری بیڈسٹر......!''

''میں نہیں جانتی کہ یہی اس کا اصل نام ہے۔''

''تم اپنے بارے میں بتاؤ تو بہتر ہے۔''

''میرے بھائی کے ہاتھ صاف ہیں۔ میں ہی بڑے مجرموں کے ایک گروہ کے پھندے میں پھنسی ہوئی ہوں۔ گروہ کے سربراہ کی طرف سے مجھے جو ہدایات ملی تھیں میں نے ان پر عمل کیا ہے۔''

''کاراس بلابو کو جانتی ہو۔''

''میں نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا۔''

''تو گویا تمہارا اتنا ہی کام تھا کہ تم یہاں آ کر اپنے بھائی کی کہانی ہمیں سنا کر آگاہ

کر دو کہ کرنل فریدی خطرے میں ہیں۔"

"بالکل یہی بات ہے......اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔"

"نیلم سے راہ و رسم بڑھانے کی ہدایات بھی گروہ ہی کی طرف سے ملی ہوگی۔"

"ہاں......یہی بات ہے۔ میں بیحد شرمندہ ہوں۔ مجھے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دو۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

نیلم جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔ اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ حمید نے بھی ریٹا کو چپ کرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ بدستور روتی رہی۔

نیلم نے حمید کو باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ ریٹا کو وہیں چھوڑ کر راہداری میں آ گئے تھے۔

"بس بات یہیں تک رہنی چاہئے۔" نیلم ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"اس کے سوٹ کیس اور آلہ نقب زنی کا حوالہ دینا ضروری نہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں خاموش ہی رہنا چاہئے۔"

"تم مجھے اتنا احمق کیوں سمجھتی ہو......عورتوں کے آنسو میرے لئے روزمرہ کی چیز ہیں۔ نہ میں شاعر ہوں اور نہ افسانہ نگار......صدائے خلوص میں بھی مکاری کی لہریں محسوس کرنے کا عادی ہوں۔"

"بس ہمیں خاموشی سے اس پر نظر رکھنی ہے۔"

"ابھی تو تھرڈ ڈگری آزمانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔"

"اب نہیں! بتدریج راہ پر آ رہی ہے...... یا پھر یہ بھی اس کی اسکیم میں شامل ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم خاموشی سے اس پر نظر رکھیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔

شکار

فون کی گھنٹی دیر سے بج رہی تھی لیکن کوئی ریسیور اٹھانے والا نہیں تھا۔ شاید دوسروں تک

ی کی آواز نہ پہنچتی اگر خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا نہ ہوتا۔ کیونکہ خانم سعدیہ خواب گاہ سے ے فاصلے پر کھڑی ڈاکٹر عالیہ سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ اسے وہیں چھوڑ کر خان کی خوابگاہ رف آئی کیونکہ اب فون صرف وہیں رہتا تھا۔ بقیہ انسٹرومنٹ خان نے کہیں چھپا دیئے تھے۔ خواب گاہ خالی دیکھ کر وہ پلٹ آئی تھی اور خان کو محل میں تلاش کراتی رہی تھی۔ لیکن وہ محل میں موجود ہی نہیں تھا۔

بہرحال گھنٹی تھوڑے تھوڑے وقفے سے بجتی رہی تھی۔ بالآخر تھک ہار کر خانم سعدیہ نے ریسیور کر لینے کا فیصلہ کر ہی ڈالا۔ اس نے ریسیور اٹھایا تھا۔

دوسری طرف سے آواز آئی "کون ہے؟"

"خانم......!"

"اوہ......کیا خان نہیں ہیں؟"

"نہیں......!"

"کہاں تشریف رکھتے ہیں۔"

"محل میں نہیں ہیں۔"

"کب سے......؟"

"آپ کون ہیں؟"

"میری بات کا جواب دیجئے محترمہ۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا تم آداب سے بھی واقف نہیں۔ تم سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم ن ہو۔" خانم کو غصہ آ گیا تھا۔

دوسری طرف سے جواب ملنے کی بجائے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی اور خانم نے جھلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔

عالیہ اور گلرو دروازے کے قریب خاموش کھڑی تھیں۔

"پتا نہیں کون بے ہودہ تھا۔" خانم ان کی طرف مڑ کر بولی۔

"کیا کہہ رہا تھا۔" گلرو نے سوال کیا۔

خانم انہیں بتانے لگی۔

''آخر بابا کس وقت باہر گئے۔'' گلرو نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب باہر گئے۔''

گلرو اپنے طور پر معلومات حاصل کرنے کے لئے ملازموں سے پوچھ گچھ کرتی پھر رہی تھی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ساری گاڑیاں بھی موجود تھیں اور اس موسم میں گھوڑ سواری کا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر بھی احتیاطاً اس نے اصطبل کی طرف بھی نوکروں کو دوڑایا تھا اور تھوڑی دیر بعد وہ خبر لائے کہ گھوڑے بھی اصطبل ہی میں ہیں۔

''اس دن باہر سے کوئی گاڑی آئی تھی اور وہ چلے گئے تھے۔'' خانم سعدیہ بولی۔

''لیکن ہمیں علم تھا کہ وہ باہر گئے ہیں۔'' گلرو بولی۔

''ہوسکتا ہے رات ہی کو چلے گئے ہوں۔'' خانم نے کہا۔

''کدھر سے چلے گئے ہوں گے...... فائروں کے بعد سے ہر طرف کے پہرہ دار چوکس ہو گئے تھے۔ شاید ہی کوئی پچھلی رات کو سویا ہو...... کسی کو بھی روانگی کا علم نہیں ہے۔''

''پھر بتاؤ ہم کیا کریں۔'' خانم سعدیہ نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

''ارے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ واپس آجائیں گے جیسے اس دن واپس آئے تھے۔'' ڈاکٹر عالیہ بولی۔

''نہیں...... کچھ نہیں چاہئے...... میں کمشنر کو فون کرنے جا رہی ہوں۔'' گلرو نے کہا۔

''بیوقوفی کی باتیں نہ کرو...... ہم نے کبھی سرکاری آدمیوں سے امداد طلب نہیں کی۔ خان اپنے معاملات خود ہی نپٹانے کے عادی ہیں۔'' خانم نے گلرو کو گھورتے ہوئے کہا۔

''میں بچہ نہیں ہوں۔ اگر وہ چاہتے تو خود ہی پولیس کو یہاں طلب کر سکتے تھے۔''

''آپ کیا سمجھتی ہیں......'' گلرو ماں کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

''وہی جو تم نے سمجھا ہے۔''

''مم...... میں نے۔''

''ہاں بس ختم کرو...... دیکھا جائے گا۔''

❖

فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور خان دوراں کی طرف مڑ کر بولا۔ ''لیکن یہ آواز ایڈمنسٹریٹر ڈبلیو خان کی نہیں تھی۔''

وہ صرف ایک ہی بار بولا تھا۔ اسکے بعد سے کوئی اور اسکی طرف سے کالیں کرتا رہا ہے۔

''خانم نے بالآخر اسے ڈانٹ دیا۔''

''کیا مطلب......؟''

''انہوں نے کچھ دیر بعد کال ریسیو کرلی تھی...... اور سوالات کی بے ضابطگی پر اسے ڈانٹ دیا تھا۔''

''یہ تو اچھا نہیں ہوا۔''

''میں یہی چاہتا تھا کہ وہ کال ریسیو کریں اسی لئے خواب گاہ کا دروازہ کھلا چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا۔''

''آخر کیوں......؟''

''تاکہ اسے علم ہو جائے کہ تم محل میں موجود نہیں ہو...... اور کسی کو علم بھی نہیں کہ تم کہاں گئے ہو۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''اس کا کوئی نہ کوئی آدمی میرے ہاتھ آجائے گا۔''

''کیسے ہاتھ آجائے گا۔ تم تو یہاں تہہ خانے میں بیٹھے ہوئے ہو۔''

''لیکن میری روح......!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا اور بولا۔ ''باہر محل کے چاروں اطراف بکھری ہوئی ہے۔''

''شاعری مت کرو۔''

''آج تک آدھا مصرعہ بھی نہیں کہہ سکا۔ یہ پروز پوئٹری تھی۔ یعنی میرے آدمی محل کے

چاروں اطراف میں موجود ہیں۔ اگر کسی نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم سچ مچ محل میں موجود ہو یا نہیں اس طرف آنے کی کوشش کی تو میرے آدمیوں کے ہاتھ آ جائے گا۔"

ویسے ایک بات بتادوں کہ کچھ دیر بعد خانم سیدھی تہہ خانے کی طرف آئے گی۔

"کوئی حرج نہیں...... تم نے خانم کو اعتماد میں نہ لے کر غلطی کی ہے۔ بڑے کھرے پٹھان کی بیٹی ہے...... تمہارے لئے مر بھی سکتی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" خان نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں ان لوگوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"پریشان تو وہ تمہارے اس رویئے کی بناء پر ہوں گی۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔" خان دوراں جھنجھلا گیا اور فریدی ہنس کر بولا۔ "تم محض اس لئے اس قدر نروس ہو گئے ہو کہ کہیں غدار قرار نہ دے دیئے جاؤ۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں۔"

دفعتاً انہوں نے قدموں کی آہٹ سنی تھی اور چونک پڑے تھے۔

دوسرے ہی لمحے میں خانم سعدیہ ان کے قریب کھڑی نظر آئی۔

"اوہ...... کمال بھائی۔" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "سعدیہ خانم معافی چاہتا ہوں کہ تمہارے شوہر نے مجھے بھی اس حال کو پہنچا دیا ہے۔"

"کچھ بھی ہو...... آپ ہمارے لئے فرشتہ رحمت سے کم نہیں...... اب میں قطعی مطمئن ہوں جو کچھ بھی ہوگا آپ دیکھ لیں گے۔"

"لیکن یہ بات آپ ہی کی حد تک رہے گی۔" فریدی نے کہا۔

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے کمال بھائی۔"

فریدی نے خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی اہم شخصیات پر ایسا وقت بھی ضرور آتا ہے۔"

"میں صرف خان کی سلامتی کی خواہاں ہوں! نہ کچھ جاننا چاہتی ہوں اور نہ سمجھنا چاہتی ہوں۔

"ٹھیک ہے۔" فریدی نے خان سے کہا۔ "اب تم اوپر جاؤ اور اسکیم کے مطابق کام کرو۔"

"اور آپ......!" خانم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں فی الحال یہیں رہوں گا۔"

خان اور خانم تہہ خانے سے محل کے ایک ایسے حصے میں برآمد ہوئے تھے جو عام طور پر ویران رہتا تھا۔

"تمہیں تہہ خانے کا خیال کیسے آیا تھا۔"

"اسلئے کہ آپ میرے علم میں لائے بغیر محل سے باہر نہیں جاتے خواہ حالات کچھ ہوں۔"

"فکر نہ کرو...... سب ٹھیک ہو جائے گا...... لیکن یہ ضروری ہے کہ بقیہ لوگ میری حرکات وسکنات کو ذہنی فتور ہی پر محمول کرتے رہیں۔"

"میں آپ سے کچھ نہ پوچھوں گی۔"

"شکریہ خانم...... ویسے یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ حقیقتاً ضمیر کی ملامت کا سامنا ہو۔"

"مجھے آپ پر اعتماد ہے۔"

"گلرو...... بہت تیزی دکھا رہی ہے...... اسے سمجھاؤ۔"

"کیا تیزی دکھا رہی ہے۔" خانم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس نے کسی قدر اندازہ لگا لیا تھا میرے حالات کا۔"

"میں اسے ہر معاملے میں زبان بند رکھنے کے لئے کہوں گی۔"

خان اپنی خواب گاہ میں آ بیٹھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جلد ہی اسے فون کی گھنٹی بجنے کی توقع ہو۔

تین چار منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو......!"

"کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"خان دوراں......!"

"ایک منٹ جناب...... ہولڈ کیجئے۔"

پھر دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔ "ہیلو......!"

''کون ہے۔'' خان دوراں نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا تھا۔

''کیا تم آواز نہیں پہچانتے۔''

''اوہ......کیوں؟ کوئی خاص بات۔''

''رات تمہارے محل میں کیا ہنگامہ تھا۔'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''کیا مطلب! کیا اب تم میرے نجی معاملات میں بھی دخل اندازی کرو گے۔''

''فی الحال یہی سمجھ لو۔''

''جو تم کہہ رہے ہو وہ ہو جائے گا......لیکن غیر ضروری بکواس میرے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔''

''میں نے پوچھا تھا کیسا ہنگامہ تھا محل میں۔''

''میں نے اپنے پہرہ داروں کو چیک کرنے کے لئے دو فائر کئے تھے۔''

''اس کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔''

''اس لئے کہ وہ چوکس رہیں اور تم کوئی اور حرکت نہ کر بیٹھو۔''

''کیسی حرکت......!'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''اگر تم نے یا تمہارے کسی آدمی نے محل کی حدود میں قدم رکھنے کی جرأت کی تو گولی سے اڑا دیا جائے گا۔''

''میں نے اس وقت اسی لئے فون کرنا چاہا تھا کہ اپنے دو مہمانوں کی میزبانی تمہارے ذمہ ڈال دوں۔''

''میں نے کہہ دیا کہ یہاں کوئی بھی قدم نہیں رکھ سکے گا۔''

''اچھی بات ہے تو پھر میں اس کاغذ کو آگے بڑھائے دیتا ہوں۔''

''ٹھہرو......!'' خان کی آواز کانپ گئی۔ ''کون ہیں وہ مہمان۔''

''دو سفید فام غیر ملکی......مسٹر اور مسز فرینک بوائیڈ......!''

''اگر......وہ......غغ......غیر ملکی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''کل صبح دس بجے تمہاری گاڑی ایئرپورٹ پہنچ جانی چاہئے تاکہ وہ تمہارے ہی مہمان

ملوم ہوں۔''

''ایسا ہی ہوگا......!'' خان نے مردہ سی آواز میں کہا۔

وہ دونوں مسٹر اینڈ مسز فرینک بوائیڈ کی حیثیت سے سفر کر رہے تھے۔ ٹوری بیڈسٹر اب کسی قدر مطمئن نظر آ رہا تھا کیونکہ کاراس بلابو کی نفرت انگیز شکل نامعلوم مدت کے لئے نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی اور یہ لڑکی جولیا جسے اس کی بیوی کا رول ادا کرنا تھا خوش شکل بھی تھی اور خوش مزاج بھی اور شاید اس مشن سے کما حقہ واقف بھی تھی جس کا علم خود ٹوری بیڈسٹر کو ابھی تک نہیں ہوا تھا۔

''میں تمہیں ہر مرحلے پر بتاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔'' جولیا نے سفر شروع ہوتے ہی کہا تھا۔

ان کا طیارہ شمال کی طرف پرواز کر رہا تھا۔

کئی دنوں کی گھٹن کے بعد ٹوری کو ہاتھ پیر پھیلانے کا موقع نصیب ہوا تھا۔ لہٰذا اسکی فطری کمینگی پوری طرح بیدار ہو گئی تھی اور اس نے سانولی سلونی اور بڑی بڑی دلکش آنکھوں والی ایئر ہوسٹس کو للچائی ہوئی نظروں سے گھورنا شروع کر دیا تھا۔ ایک آدھ بار چھیڑا بھی تھا۔

''خود کو قابو میں رکھو'' جولیا بولی۔ ''یہاں کا ماحول ہمارے ماحول سے مختلف ہے۔''

''کیا تم سچ مچ میری بیوی ہو۔'' وہ جھلا گیا۔

''تم وہی کرو گے جو میں کہوں گی۔''

''سنو سویٹی......تم دنیا کی دوسری عورتوں سے مختلف نہیں ہو......اور عورت سگریٹ کے پیکٹ کی طرح ہمیشہ جیب میں نہیں پڑی رہتی......اس کی اہمیت صرف بیس سگریٹوں تک محدود ہے اس کے بعد وہ جیب سے ردی کی ٹوکری میں منتقل ہو جاتی ہے۔''

''اس بکواس کا مطلب......؟''

"یہی کہ اگر تم سچ مچ میری بیوی ہوتیں تو کبھی کی ردی کی ٹوکری میں منتقل ہو چکی ہوتیں۔ میرے لئے عورت کی پہلی مسکراہٹ دلکش، دوسری قابل برداشت تیسری بورنگ اور چوتھی بالکل ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کسی بندریا نے دانت دکھا دیئے ہوں۔"

"چلو یہی سہی...... میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔" وہ زبردستی ہنس پڑی تھی۔

اسی دوران میں ایئر ہوسٹس پھر اسی طرف سے گزری تھی اور ٹوری نے اس کی ران میں چٹکی لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

وہ تیزی سے ایک طرف ہٹی...... دوسری جانب بیٹھے ہوئے آدمی سے جاٹکرائی جس کے ہاتھ میں کافی کا کپ تھا۔ کافی چھلک کر اس کے اوپر گری...... وہ ایئر ہوسٹس پر چڑھ دوڑا...... ادھیڑ عمر کا کوئی مقامی تاجر معلوم ہوتا تھا۔

ٹھیک اسی وقت ٹوری کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔ "سفید بندر کیا تم نشے میں ہو۔"

"بکواس بند کرو کتیا کے بچے۔" ٹوری مڑ کر دھاڑا۔

پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے ٹوری پر ہاتھ چھوڑ دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ جہاز میں ہڑبونگ مچ گئی۔ ٹوری نے اٹھ کر نوجوان پہ جوابی حملہ کرنا چاہا تھا۔ کئی لوگ ان کے درمیان آ گئے جن کا تعلق جہاز کے عملے سے تھا۔ ایئر ہوسٹس اس دوران میں وہاں سے کھسک گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جولیا نے کہا۔ "اگر یہی حال رہا تو مجھے اس مشن کی کامیابی پر شبہ ہے۔"

ٹوری اسے قہر آلود نظروں سے گھور کر رہ گیا تھا۔ پھر پورے سفر کے دوران میں وہ ایئر ہوسٹس نہیں دکھائی دی تھی۔

صبح کے دس بجے تھے۔ جب غزن سبزہ کے ایئر پورٹ پر جہاز نے لینڈ کیا۔

وہ باہر نکلے تو مائیک پر کال ہو رہی تھی۔ "مسٹر اینڈ مسز فرینک بوائڈ پلیز...... پلیز انکوائری کے کاؤنٹر پر تشریف لائیے۔"

جولیا نے ٹوری کا بازو دبایا تھا اور وہ انکوائری کے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ جولیا کے انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ساری جگہیں اس کے لئے جانی پہچانی ہوں۔

کاؤنٹر پر خان دوراں کا پرسنل سیکریٹری ان کا منتظر تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے وقت ٹوری نے جولیا کی طرف مستفسرانہ نظروں سے دیکھا تھا اور اس نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

پرسنل سیکریٹری اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے برابر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لمبی سی شاندار گاڑی زمرد محل کے پھاٹک سے گزر کر کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔

ٹوری نے پھر کچھ بولنا چاہا تھا لیکن جولیا نے اس کی ران پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

پھر وہ مہمان خانے میں پہنچا دیئے گئے تھے۔

"یہ کوئی ایسا الجھا ہوا مسئلہ نہیں ہے۔" فریدی نے خان دوراں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تو گویا تم سمجھ چکے ہو کہ وہ میرے مہمان کیوں بنائے گئے ہیں۔"

"میں نے پہلے ہی انتظام کر لیا تھا کہ اس کا مقصد سمجھ سکوں۔"

"کس طرح......!"

"مہمان خانے میں جگہ جگہ الیکٹرونک بکس چھپا دیئے تھے۔"

"اور پھر تہہ خانے میں بیٹھ کر ان کی گفتگو سنتے رہے تھے۔" خان دوراں کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ پھر وہ یک بیک سنجیدہ ہو کر بولا۔ "لیکن تم تو خالی ہاتھ آئے تھے...... تہہ خانے میں بیٹھے بیٹھے الیکٹرونک بکس کہاں سے فراہم کر لئے۔"

"براہِ راست تہہ خانے سے باہر نکلنے کے راستے سے صرف تم ہی واقف نہیں ہو۔"

فریدی خان دوراں کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"میں نہیں سمجھا...... تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"وہ راستہ جو چیختی چٹان تک جاتا ہے؟"

"کیوں مذاق کرتے ہو۔" خان دوراں کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا میں نے راستہ دریافت کر کے تمہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچائی ہے۔"

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن خدا گواہ ہے کہ مجھے کسی دوسرے راستے کا علم نہیں۔“

”حیرت انگیز......!“

”میرے دادا نے یہ عمارت ایک چھوٹے سے قلعے کے کھنڈر پر تعمیر کرائی تھی۔ بعد میں میرے باپ نے اس میں کچھ اضافے کئے تھے اور پھر اسے جدید ترین شکل میں لانے والا میں ہوں۔ اگر میرے دادا کو تہہ خانے کے کسی دوسرے راستے کا علم ہوتا تو وہ میرے باپ کو ضرور بتاتے۔“

”خیر ختم کرو اس قصے کو...... اس نئے راستے کی دریافت سے میرا کام آسان ہو گیا ہے۔ یہاں تو ان دونوں کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگالیا ہے کہ عورت تمہارے معاملات میں بہت زیادہ باخبر ہے اور مرد کچھ بھی نہیں جانتا...... وہ صرف اس لئے آیا ہے کہ عورت کی ہدایات پر عمل کرے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایڈمنسٹریٹر کیا چاہتا ہے۔“

”پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو...... پھر شاید میں اس پر کچھ روشنی ڈال سکوں۔“

”پوچھو...... کیا پوچھنا ہے۔“

”کان کے جس حصے پر وہ اپنا قبضہ چاہتا ہے...... قانونی اعتبار سے بھی قبضے میں رکھ سکے گا یا نہیں۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا...... مجھے لیز ٹرانسفر کرنے کا حق حاصل نہیں۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمہارا قانونی قبضہ پوری کان پر برقرار رہے گا۔“

”بالکل......!“

”لہٰذا اس حصے میں جو کچھ بھی ہوگا اس کی ذمہ داری تم ہی پر عائد ہوگی۔“

”اصولی طور پر یہی سمجھنا چاہئے۔“

”خدا کی پناہ......!“

”کیا مطلب......؟“

”ادھر آؤ...... نقشے میں دیکھو۔“ فریدی نے کان کا نقشہ میز پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

”یہ دیکھو...... یہی ہے نا وہ حصہ جس پر وہ اپنا قبضہ چاہتا ہے۔“

”یہی ہے۔“

”اور تمہاری اجازت حاصل کئے بغیر کوئی وہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتا۔“

”ظاہر ہے۔“

”اب دیکھو...... اس حصے میں ایک دراڑ بنالی جائے تو نتیجہ کیا ہوگا۔“

”دراڑ بنالی جائے......؟“ خان دوراں نے حیرت سے دہرایا۔

”ہاں...... ہاں...... مشکل کام نہیں ہے۔“

”میں تمہاری بات ہی نہیں سمجھ سکا۔“

”کان کے اس حصے کے اختتام ہی سے دوسرے ملک کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ اگر یہاں ایک دراڑ بنالی جائے تو ایک ایسا مخفی راستہ ہوگا کہ اس کا علم سرحد کے محافظوں کو بھی نہیں ہو سکے گا۔“

خان دوراں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑی تھیں اور سر تھام کر بیٹھ گیا تھا۔

”پھر اس راستے سے جو کچھ بھی ہوگا اس کی تمام تر ذمہ داری تم ہی پر عائد ہوگی۔“

خان دوراں کچھ نہ بولا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹنے لگی تھیں۔

”اور اب تم مجھے اس دستاویز کے بارے میں تفصیل سے بتاجاؤ جو اسکے قبضے میں ہے۔“

”کیا بتاؤں......!“ خان دوراں بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”وہ ایک خط ہے جو ایک سیاسی لیڈر کے نام لکھا گیا تھا۔ اس میں پچھلی حکومت کی ایک پالیسی کے خلاف اظہار خیال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔“

”اب تو یہ کوئی جرم بھی نہیں رہا جبکہ موجودہ حکومت کی بنیاد ہی پچھلی حکومت کی مخالفت پر رکھی گئی ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں۔“

”پھر کیوں بلیک میل ہو رہے ہو۔“

”وہ کاغذ...... جس پر خط لکھا گیا تھا۔“

''کاغذ......کاغذ میں کیا ہے۔''

''واٹر مارک...... جو ایک غیر ملکی سفارت خانے کے لئے مخصوص ہے۔ میں نہیں جانتا وہ کاغذ میری اسٹیشنری میں کیسے شامل ہو گیا تھا۔ جبکہ میں نے کبھی اس سفارت خانے میں قدم تک نہیں رکھا۔''

''اوہ......!''

''اب تم خود ہی سوچو۔''

''ہاں......تب تو تمہاری گردن پھنس سکتی ہے۔''

''اسی لئے تو...... ورنہ میں اب تک اس بلیک میلر کو پیس کر رکھ دیتا اور ہاں وہ سیاسی لیڈر اب زندہ نہیں ہے کہ میری صفائی پیش کر دے گا۔''

''وہ خط ایڈمنسٹریٹر کے ہاتھ کیسے لگا ہوگا۔''

''تمہیں یاد ہوگا کہ پچھلی حکومت نے میرے خلاف مواد اکٹھا کرنے کی کوشش کی تھی۔ دراصل غداری کے الزام میں پھانسنا چاہتی تھی۔ لیکن کوئی ایسا ثبوت ہاتھ نہیں آیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اسی دوران میں وہ خط ایڈمنسٹریٹر کے ہاتھ لگا ہوگا جسے اس نے کسی بہتر موقعے کے لئے دبالیا تھا......اور اب یہ بہتر موقع اسے نصیب ہو گیا ہے۔''

''بڑی گہری سازش ہے۔ میرے دوست۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ''اس میں ایک بڑی طاقت کا سراغ رسانی کا ادارہ بھی ملوث معلوم ہوتا ہے۔''

''نہیں......؟'' خان دوراں نے ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ دیں۔

''یقین کرو......اسی لئے مجھے میرے شہر ہی میں الجھائے رکھنے کی کوشش کی گئی تھی اور اسے یہ رنگ دیا جا رہا تھا کہ منشیات کی اسمگلنگ کرنے والا کوئی بڑا گروہ مجھے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے کیونکہ پچھلے دو سال سے میں انٹرپول کی مدد کر کے اربوں روپے مالیت کی منشیات پکڑوا چکا ہوں۔''

''لیکن کسی ملک کے سراغ رسانی کے ادارے کا مجرموں کے تعاون سے کوئی کام کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔''

''دوسرے ممالک کے معاملات میں وہ جرائم پیشہ لوگوں کے ذریعے بھی کام نکالتا ہے۔ یہ اس کی مخصوص ٹیکنیک ہے۔''

''تو پھر اب کیا ہوگا......؟''

''اللہ کی ذات سے اچھی ہی امید رکھو...... میں نپٹ لوں گا۔''

''لیکن یہ دونوں مہمان۔''

''بے فکری کی نیند......!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''کئی راتوں سے جاگ رہے ہو۔''

❖

وہ بے خبر سو رہا تھا۔ بڑی شاندار خواب گاہ تھی۔ لیکن اس رات وہ تنہا سویا تھا۔ جب سے اس معاملے کو شروع کیا تھا اپنے متعلقین کو تبدیلی آب و ہوا کے لئے ایک ساحلی شہر میں بھجوا دیا تھا۔ کیونکہ اس کے گھر پر ان دنوں بڑی اہم میٹنگز ہوا کرتی تھیں۔ جن میں شرکت کرنے والے زیادہ تر چھپ کر آیا کرتے تھے اور ان میں سفید فام غیر ملکی بھی ہوتے تھے۔

بہرحال آج کل پوزیشن یہ تھی کہ وہ اپنے بنگلے میں تنہا تھا۔ باہر تین پہرے دار بقیہ رات بھر جاگتے رہتے تھے اور پھر اسے ذاتی طور پر کوئی خطرہ بھی نہیں تھا کہ چین کی نیند نہ سوسکتا۔ لیکن شاید یہ خواب خرگوش کی آخری رات تھی۔

کسی نے گریبان تھام کر اسے اٹھا دیا تھا۔ آنکھیں کھولنے سے قبل ہی تیز قسم کی روشنی کا احساس ہو گیا۔ بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ کمرہ پوری طرح روشن تھا حالانکہ سونے سے قبل مدھم نیلی روشنی والا بلب جلا کر سویا تھا۔ سامنے ایک ڈراؤنی شکل والا قد آور آدمی کھڑا دکھائی دیا جس کے ہاتھ میں اس کی شکل سے بھی زیادہ خوفناک ریوالور تھا۔

''کک کون ہو......؟'' وہ خوفزدہ آواز میں بولا۔

''اس سے بحث نہیں کہ میں کون ہوں۔'' خوفناک اجنبی کی آواز نے اس کی کھوپڑی میں دھمک سی پیدا کی تھی۔

''کیوں آئے ہو۔ کیا چاہتے ہو۔'' اس نے نڈر بننے کی کوشش کی۔

"خان دوراں والا خط چاہئے۔"

"اوہ...... اب تو سچ مچ اس کی شامت آ گئی ہے۔"

"اس وہم میں نہ پڑنا کہ میرا تعلق خان دوراں سے ہے۔ اس بے چارے کو تم نے بُری طرح جکڑ رکھا ہے۔ نہ محل سے باہر نکل سکتا ہے اور نہ فون ہی پر کسی کو اپنی حالت زار سے آگاہ کرسکتا ہے۔"

"پھر تم کون ہو۔"

"جس بڑی طاقت کے جاسوسوں کا کھلونا بن کر رہ گئے ہو اس کی مخالف ایک بڑی طاقت اور بھی ہے۔"

"تت...... تو پھر......!"

"وہ خط اس بڑی طاقت کے لئے بھی یکساں مفید ہوسکتا ہے۔"

"وہ...... مم...... میرے قبضے میں نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو...... تم اتنے معصوم نہیں ہو کہ قبل از وقت اسے کسی اور کے حوالے کردو گے۔"

"یقین کرو......!"

"خط نہ ملنے کی صورت میں تمہیں مار ڈالوں گا...... ناکام ہونے پر یہی کرنے کا عادی ہوں۔ ریوالور بے آواز ہے۔"

"میرا کوئی پہرے دار اس سے پہلے ہی تمہاری گردن دبوچ لے گا۔"

"وہ تینوں بے چارے ڈرائنگ روم میں بے ہوش پڑے ہیں۔"

"نن...... نہیں۔"

پنڈلی پر زوردار ٹھوکر پڑی تھی اور وہ کراہتا ہوا بستر سے فرش پر آ رہا تھا۔

"زندگی عزیز ہے تو خط میرے حوالے کردو۔ میں خان دوراں کا آدمی نہیں ہوں۔ مجھے علم ہے کہ وہ خط میرے ہی ملک کے سفارت خانے کے مخصوص واٹر مارکڈ کاغذ پر لکھا گیا تھا...... خان دوراں کسی کو بھی اس حد تک نہیں بتا سکتا۔"

وہ فرش پر سجدے کی سی حالت میں پڑا کراہتا رہا۔

"خط میرے حوالے کردو...... ورنہ دوسری ٹھوکر ریڑھ کی ہڈی توڑ دے گی۔"

"نہیں....!" وہ بوکھلا کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا...... اپنی حکومت سے اسکا سودا کرادو۔"

"احمق آدمی...... میری حکومت سودے نہیں کرتی۔ جبر کرتی ہے...... پھر پڑے گی ٹھوکر اٹھ کر تجوری کھولو...... مجھے یقین ہے کہ خواب گاہوں میں پائی جانے والی تجوریاں بے ہم ہوتی ہیں۔"

وہ فرش پر بیٹھے ہی بیٹھے بستر کی طرف کھسکنے لگا تھا۔

"ٹھہرو......!" خوفناک چہرے والے نے کہا۔ "مجھے بتاؤ تجوری کی کنجی کہاں ہے؟"

"تت...... تکئے کے نیچے۔"

"میں خود دیکھتا ہوں۔" اس نے آگے بڑھ کر تکیہ اٹھایا تھا۔ کنجی کے گچھے کے قریب اعشاریہ دو پانچ کا ایک پستول بھی رکھا ہوا نظر آیا۔ اس نے دونوں ہی چیزیں اٹھائی تھیں ی کا گچھا اس کے آگے ڈال دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد تجوری کھولی گئی تھی اور اس نے ایک لفافہ نکال کر خوفناک چہرے والے کے آگے ڈال دیا تھا۔

"اب تم ادھر دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" اس نے لفافہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

ایڈمنسٹریٹر نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔

خوفناک چہرے والے نے لفافے سے کاغذ نکال کر اسے روشنی کی طرف اٹھایا تھا۔ سر خفیف سی جنبش دی تھی اور اسے دوبارہ لفافے میں رکھ کر کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالتے ایڈمنسٹریٹر کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ریوالور کا دستہ اس گردن پر رسید کردیا۔ وہ لہرا کر گر گیا تھا اور بے حس و حرکت ہوگیا تھا۔

خوفناک چہرے والے نے اسے اٹھا کر بستر پر ڈالا۔ تیز روشنی والا بلب بجھا دیا اور نیلی والے کا سوئچ آن کر کے خواب گاہ سے نکل گیا۔

خان دوراں کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور کبھی وہ اس کاغذ کو دیکھتا تھا کبھی فریدی کو۔

''وہی ہے نا......؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''سو فیصد وہی......!''

''اب اسے اپنے ہی ہاتھ سے آتش دان میں ڈال دو۔ اسکے بعد مزید گفتگو ہوگی۔''

خان دوراں نے فوری طور پر اس کے مشورے پر عمل کیا تھا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا تھا۔ ''اب میں اسے دیکھ لوں گا۔''

''ہرگز نہیں! مجھے ہی دیکھنے دو...... تم اب بھی خوفزدگی اور تابعداری کی اداکاری کرو گے۔ اس سے الجھو گے نہیں۔''

''کیوں......؟''

''اگر وہ کان کے اس حصے سے کوئی نیا راستہ بنانے میں کامیاب ہوجاتا تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ البتہ پورا ملک ضرور خطرے میں پڑ جاتا۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو...... پورا ملک خطرے میں پڑ جاتا۔ خان دوراں کی کیا حقیقت ہے۔''

''بس تو اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دو...... اور معمول کے مطابق زندگی بسر کرتے رہو۔''

''اوہ...... وہ بات تو رہ ہی گئی۔''

''کون سی بات۔'' فریدی اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''غیر ملکی عورت نے گفتگو شروع کر دی ہے۔ آج تمہاری عدم موجودگی میں اس نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن میں نے مشغولیت کا بہانہ کر دیا تھا۔''

''فوراً طلب کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے اور ٹھہرو...... اسے رکھو اپنے پاس۔ اس کے ذریعے تمہاری گفتگو مجھ تک پہنچتی رہے گی۔''

اس نے ایک چھوٹا سا الیکٹرونک بگ خان دوراں کے حوالے کیا تھا جسے آسانی سے

جیب میں رکھا جا سکتا تھا۔

خان دوراں نے تہہ خانے سے برآمد ہو کر اپنے پرسنل سیکریٹری کو طلب کیا تھا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ دونوں مہمان دیوان خانے میں موجود تھے اور جولیا خان دوراں سے کہہ رہی تھی۔ ''آپ کو علم ہوگا کہ کان کے شمال مغربی حصے میں کام ہونا ہے۔ میرے شوہر مسٹر فرینک بوائڈ آپ ہی کے طلب کرنے پر یہاں آئے ہیں تاکہ اس کام میں آپ کو مدد دے سکیں۔ آپ کان کے نگران سے ان کا تعارف بحیثیت مائین انجینئر کرا سکتے ہیں۔ یہ اپنے تحت کام کرنے والوں کا انتخاب خود کریں گے۔ اس میں آپ کے کسی آفیسر کو دخل نہیں ہوگا۔''

''میں سمجھ گیا۔'' خان دوراں نے آہستہ سے کہا۔

''آپ کو کسی الجھن کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ مسٹر فرینک بوائیڈ خود ہی سارا کام سنبھال لیں گے اور آپ پر کسی قسم کی بھی ذمہ داری نہ ہوگی۔''

''یہ بات بھی میری سمجھ میں آ گئی۔'' خان دوراں نے کہا۔ ''اچھا تو پھر میں تمہارے شوہر کو کب اپنے منیجر سے متعارف کراؤں۔''

''آج ہی۔'' جولیا بولی۔ ''اور یہ بھی منیجر کے ذہن نشین کر دیجئے گا کہ شمالی مغربی حصے میں صرف وہی لوگ جا سکیں گے جن کا انتخاب مسٹر فرینک بوائڈ کریں گے۔''

''بالکل ایسا ہی ہوگا۔''

ان دونوں کو رخصت کر کے اٹھ ہی رہا تھا کہ خوابگاہ میں فون کی گھنٹی بجنے کی اطلاع ملی۔

خان دوراں کا موڈ بے حد خراب ہوگیا تھا۔ لیکن وہ خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ خواب گاہ میں آیا تھا اور کال ریسیور کی تھی۔

''کیا مہمانوں سے تمہاری گفتگو ہوگئی۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہوگئی ہے...... لیکن جب تک میری امانت مجھے نہیں ملتی وہاں کوئی قدم بھی نہیں رکھ سکے گا۔'' خان دوراں نے کہا۔

''تمہاری امانت کام ہو جانے کے بعد تم تک پہنچے گی۔''

''کیا میری کوئی بات نہیں مانی جائے گی......!'' خان دوراں نے اپنے لہجے میں بیچارگی پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں... تم وہی کرو گے جو کہا جائے گا۔''

''خدا دیکھ رہا ہے......!'' خان دوراں نے مردہ سی آواز میں کہا تھا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر خود بھی ریسیور رکھ دیا تھا اور پھر اس کی مٹھیاں سختی سے بھنچ گئی تھیں۔ آنکھیں سُرخ ہوگئی تھیں۔ ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے دوسرے ہی لمحے میں کسی کا خون کردے گا۔

فریدی چونک کر مڑا تھا۔ ہلکی سی آواز تھی۔ اس نے تہہ خانے کے نئے دریافت شدہ راستے کو کھلتے دیکھا۔ بلیک فورس کا ایک ممبر تہہ خانے میں داخل ہوا تھا۔

''کیا خبر ہے؟''

''کیپٹن حمید جناب...... یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ریڈی میڈ میک اپ میں...... وہ ایک سیاہ فام آدمی کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہیں...... دونوں کا قیام دلشاد میں ہے۔ کیپٹن کمرہ نمبر ۹۸ میں ہیں اور کالا آدمی ننانوے میں۔''

''حمید کو یہاں پہنچاؤ اور تم کالے آدمی پر نظر رکھو۔''

''بہت بہتر جناب۔''

وہ چلا گیا۔ فریدی کے چہرے پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔ اس نے ڈبے سے سگار نکالا اور اس کا گوشہ توڑنے لگا۔

ٹھیک اسی وقت انٹرکوم سے خان کی آواز آئی۔ ''کیا تم جاگ رہے ہو۔''

''ہاں...... ابھی سونے کا ارادہ بھی نہیں ہے۔''

''میں آنا چاہتا ہوں۔''

''آجاؤ۔''

فریدی نے سگار سلگایا تھا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہوگیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد زینے سے قدموں کی آہٹ سنائی دی تھی۔ خان دوراں بہت زیادہ غصے میں نظر آیا۔

''کوئی نئی بات۔'' فریدی نے سیدھے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''اب برداشت سے باہر ہوا جارہا ہے۔''

''بیٹھ جاؤ...... دماغ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرو۔''

''مہمان خانے میں بھیڑ ہوئی جارہی ہے اور انہیں لانے کے لئے میری ہی گاڑیاں استعمال کی جارہی ہیں۔ آخر تمہیں انتظار کس بات کا ہے۔ اگر انہوں نے وہاں کوئی دراڑ بنا ہی لی تو پھر کچھ کرنے کا کیا فائدہ۔''

''اس حد تک بات نہیں بڑھنے دوں گا...... تم مطمئن رہو۔ ویسے اب مہمان خانے میں کتنے آدمی ہیں۔''

''سات آدمی...... فرینک بوائیڈ اور اس کی بیوی سمیت۔''

''وہ پانچوں بھی سفید فام ہیں۔''

''نہیں...... صورت سے جاپانی لگتے ہیں۔''

''غالباً ماہرین کو اکٹھا کیا جارہا ہے۔ صبر سے کام لو...... وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔''

''اب میں محل میں ان کی موجودگی برداشت نہیں کرسکتا۔''

''فرض کرو وہ دستاویز تمہارے ہاتھ نہ لگتی تو......؟'' فریدی نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

خان دوراں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا تھا لیکن پھر ہونٹ سختی سے بھینچ لئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے آہستہ سے کہا۔ ''مجھے اپنی بے صبری پر افسوس ہے۔''

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی اور فریدی نے فون کا ریسیور اٹھانے کا اشارہ کیا تھا۔

کال ریسیو کرتے وقت اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور وہ صرف ''ہاں...... ہاں اور اچھا اچھا......!'' کہتا رہا۔ پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر دانت پیسے تھے۔

فریدی اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

"صبح ایک اور آدمی آئے گا۔" خان دوراں نے کہا۔ "اس کے لئے دلشاد ہوٹل گاڑی بھیجی جائے گی۔ کمرہ نمبر ننانوے میں مقیم ہے۔"

فریدی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ چند لمحے فون پر نظریں جمائے رہا پھر بولا۔ "اچھا...... اب تم جاکر سونے کی کوشش کرو۔ سب کچھ بھول جاؤ۔ صبح دیکھیں گے۔"

خان دوراں چلا گیا تھا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس راستے سے کیپٹن حمید اندر داخل ہوا تھا جسے فریدی نے دریافت کیا تھا۔

"تو یہ مردود مجھے میک اپ میں بھی پہچان لیتے ہیں۔" اس نے فریدی پر نظر پڑتے ہی کہا۔

"تمہارے بارے میں وہ سب کچھ جانتے ہیں...... کس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہو۔"

"کاراس بلابو......!"

"اوہ......!" فریدی پھر کرسی سے اٹھ گیا۔

حمید نے پوری داستان سنائی تھی۔ نیلم کو پیش آنے والے واقعات کا ذکر سن کر اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا لیکن وہ خاموشی سے سنتا رہا۔

حمید چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ "مجھے سیزر کا سراغ تو نہیں مل سکا تھا لیکن میں نے کاراس بلابو پر نظر رکھی تھی جب وہ یہاں آنے لگا تو میں بھی چل پڑا۔"

"تو کاراس ہی نے مجھے شہر میں الجھائے رکھنے کی کوشش کی تھی۔ بدرل کے ذریعے اس نے ٹیلی فون بوتھ میں دھماکہ کرایا ہوگا اور پھر ہمیں اس کی راہ پر لگتے دیکھ کر اس کا خاتمہ بھی کردیا ہوگا۔"

"یہاں کیا ہو رہا ہے......؟" حمید نے سوال کیا۔

"یہیں تو سب کچھ ہو رہا ہے۔" فریدی نے کہا اور یہاں کی کہانی دہرانے لگا۔ مسٹر اور مسز فرینک بوائیڈ کے مرحلے پر پہنچ کر بولا۔ "جانتے ہو یہ فرینک بوائڈ کون ہے۔"

"کون ہے......؟"

"ٹوری بیڈسٹر...... میں نے اسے پہچان لیا ہے...... لیکن اب وہ پیوں کی سی شکل میں

رہا ہے۔ ڈاڑھی مونچھیں صاف کرادی ہیں۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ میں اس کے حوالے سے کاراس کو بھی گرفتار کرسکوں گا۔"

اس کے بعد وہ کہانی کا بقیہ حصہ سنانے لگا تھا۔ جیسے ہی خاموش ہوا حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔ "بات سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ دستاویز قبضے سے نکل جانے کے بعد بھی ڈبلیو خان اکڑ رہا ہے۔"

"میں نے اسے باور کرادیا تھا کہ میرا تعلق دوسری بڑی طاقت کے خارجہ کارِ خاص کے شعبے سے ہے۔ لہٰذا وہ پہلے ہی کی طرح شیر ہو رہا ہے۔ اپنی دانست میں اب بھی خان دوراں پر حاوی ہے۔ سمجھتا ہے اسے علم ہی نہیں ہے کہ دستاویز اس کے قبضے سے نکل چکی ہے۔"

"بہر حال...... اب کیا اردہ ہے۔"

"کاراس کو محل میں پہنچنے دو...... پھر دیکھوں گا۔ تمہیں شاید علم نہ ہو کہ وہ ایکسپلوسیوز کا بھی ماہر ہے۔ اسی لئے آیا ہے کہ خود ہی کان کے اس حصے میں دوسرے ملک کی سرحد تک مصنوعی درہ تشکیل دے گا۔"

"میں تو اس خبیث کی بوٹیاں اڑا دینا چاہتا ہوں......!" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تمہیں نیلم کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔ ایسی صورت میں جبکہ ریتا بھی وہیں موجود ہے۔"

"پدرانہ شفقت......!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اب وہ بھی محکمے کی ایک ذمہ دار آفیسر ہے۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ریتا کو محکمے کی حوالات میں دے آیا ہوں۔"

"اس اسٹیج پر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔"

❖

دوسرے دن کان کے اس حصے میں بھی کان کنی کے افتتاح کی ٹھہری تھی جسے شروع ہی سے بیکار تصور کیا جاتا تھا اور یہ افتتاح ایڈمنسٹریٹر کے ہاتھوں ہونا قرار پایا تھا۔

گاڑیاں کان کی طرف روانہ ہوئی تھیں۔ ایڈمنسٹریٹر اسی گاڑی میں بیٹھا تھا جس میں

خان دوراں تھا۔ یہ دونوں پچھلی سیٹ پر تھے اور اگلی نشست پر فرینک بوائیڈ ڈرائیور کے قریب براجمان تھا۔ مسز فرینک بوائیڈ محل ہی میں رہ گئی تھی۔

کئی دن سے برفباری نہیں ہوئی تھی۔ مطلع صاف تھا۔ چمکیلی دھوپ پہاڑوں پر بکھری ہوئی تھی۔

خان دوراں بار بار کنکھیوں سے ایڈمنسٹریٹر کو دیکھنے لگتا تھا۔ دفعتاً اس نے کہا۔ ''اب میری چیز میرے حوالے کردو۔''

''ابھی نہیں۔''

''کیوں......؟''

''جب تک کہ کام شروع نہ ہو جائے...... تمہیں اس سلسلے میں خاموش ہی رہنا چاہئے۔'' ایڈمنسٹریٹر نے سرد لہجے میں کہا۔

''حالانکہ اس خط میں کچھ بھی نہیں ہے۔'' خان دوراں بولا۔

''تو پھر کیوں اس حد تک چلے آئے ہو۔'' ایڈمنسٹریٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''جب میرے خلاف انکوائری ہوئی تھی اس کو تم نے میرے خلاف کیوں نہیں استعمال کیا تھا۔''

''اسی دن کے لئے بچا رکھا تھا۔'' ایڈمنسٹریٹر نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

''یادگار دن ہے۔''

خان دوراں کے لہجے نے ایڈمنسٹریٹر کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''یادگار دن کسے کہتے ہیں؟''

''تم ہی وضاحت کرو گے۔''

''جب چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔'' خان دوراں مسکرا کر بولا۔

''کیا مطلب......؟''

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اپنی ذہنی کیفیت کا تجزیہ کررہا تھا۔''

''تم خواہ مخواہ نروس ہو رہے ہو۔'' ایڈمنسٹریٹر ہنس کر بولا۔ ''تمہارے لئے کان کا وہ حصہ قطعی بے کار ہے۔''

''لیکن تم اس سے کیا حاصل کرو گے...... کیا یہ غیر ملکی ماہرین تمہیں خیراتی امداد کے تحت ملے ہیں۔''

''اپنے کام سے کام رکھو۔'' ایڈمنسٹریٹر کا موڈ خراب ہو گیا۔

ان کی گاڑی تینوں گاڑیوں کے آگے چل رہی تھی۔ اچانک سامنے ہی ایک گاڑی اور نظر آئی جو اس طرح ترچھی کھڑی کی گئی تھی کہ یہ پتلی سی پہاڑی سڑک قریب قریب بند ہی ہو کر رہ گئی تھی۔

ڈرائیور ہارن پر ہارن دینے لگا۔ ساتھ ہی اس نے گاڑی کی رفتار بھی کم کر دی تھی۔ سڑک کی ایک جانب اونچی اونچی چٹانیں تھیں اور دوسری جانب ناہموار ڈھلان۔

''یہ کون بے ہودہ ہے۔'' ایڈمنسٹریٹر غرایا۔

''غزن سبزہ اب مختلف قسم کے بے ہودوں ہی کی آماجگاہ بن کر رہ گیا ہے۔ تم خود کو کیا سمجھتے ہو۔''

''ہوش میں ہو یا نہیں۔''

''مجھ سے اس لہجے میں گفتگو کرو گے تو ٹھوکریں مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔''

ڈرائیور نے راستہ روکنے والی گاڑی سے کسی قدر فاصلے پر گاڑی روک دی تھی۔ پچھلی تینوں گاڑیاں بھی رک گئیں۔ ان میں سے دو گاڑیوں میں کاراس بلابو سمیت چھ افراد تھے۔ تیسری گاڑی میں خان دوراں کا منیجر اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

گاڑیاں ہارن پر ہارن دیتی رہیں لیکن شاید راستہ روکنے والی گاڑی کے آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔

''دھکا دے کر کھڈ میں گرا دو۔'' ایڈمنسٹریٹر دھاڑا تھا۔

ٹھیک اسی وقت داہنی جانب والے چٹانی سلسلے کی طرف سے آواز آئی۔ ''ارے نہیں جناب...... مجھ غریب پر ایسا ظلم نہ فرمایئے گا۔''

ایڈمنسٹریٹر جھک کر کھڑکی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک آدمی پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے آہستہ آہستہ نیچے اُترتا دکھائی دیا اور جیسے ہی وہ قریب پہنچا ایڈمنسٹریٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''کک......کرنل فریدی۔''

''جناب......!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ ''اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں مگر کیا کروں آپ کی گاڑی میں ایک مجرم بیٹھا ہوا ہے۔''

''مم......مجرم......کون مجرم۔''

''اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہے......جس نام سے یہاں آیا ہے وہ اس کا اصلی نام نہیں ہے۔ پاسپورٹ پر کوئی اور نام درج ہے۔'' فریدی نے کہا اور پھر بلند آواز میں بولا۔ ''نہیں کاراس اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کرنا۔ چھلنی ہو جاؤ گے۔ کئی اسٹین گنوں نے گاڑیوں کو کور کر رکھا ہے۔''

بدستور سناٹا چھایا رہا۔

''ہاں تو جناب...... براہِ کرم اس سے کہیے کہ وہ گاڑی سے اتر جائے۔'' فریدی نے ایڈمنسٹریٹر سے کہا۔

''میں سمجھ گیا۔'' ایڈمنسٹریٹر خان دوراں کی طرف مڑ کر بولا۔ ''اب دیکھنا ہے کہ تمہیں غرق ہونے سے کون بچاتا ہے۔''

خان دوراں کا الٹا ہاتھ ایڈمنسٹریٹر کے منہ پر پڑا تھا اور وہ پھر دونوں سیٹ ہی پر گتھم گتھا ہو گئے تھے۔ ٹوری بیڈسٹر ان کی طرف مڑا ہی تھا کہ ڈرائیور کی جیب سے ریوالور نکلا اور اس کی کنپٹی سے جالگا۔

''تم بس یونہی بیٹھے رہو۔'' ڈرائیور نے انگلش میں کہا۔ ''ورنہ اسی جگہ سوراخ ہو جائے گا۔''

ٹوری بیڈسٹر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا ہوا پھر ڈیش بورڈ کی طرف مڑ گیا۔

''اگر آپ لوگ...... نیچے اتر کر زور آزمائی فرمائیں تو اس پکنک کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔'' فریدی بولا۔

''یہ شخص غدار ہے۔'' ایڈمنسٹریٹر خان دوراں سے گتھا ہوا چلایا۔

''مجھے علم ہے......اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اپنی غداری کا ثبوت اپنے ہی ہاتھوں نذر نش بھی کر چکا ہے......ورنہ اس طرح آپ کے روئے مبارک پر ہاتھ نہ جھاڑ دیتا۔''

''کرنل فریدی۔'' دفعتاً کاراس بلابو کی دھاڑ سنائی دی۔ ''یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ایک ریف آدمی ہمیں اپنی جواہرات کی کان دکھانے لے جا رہا تھا۔''

''اب نہیں لے جائے گا کاراس......کیونکہ ٹوری بیڈسٹر اور فرینک بوائیڈ ایک ہی شخص ے دو نام ہیں۔ میں اسے فراڈ کے الزام میں گرفتار کر رہا ہوں۔''

''میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔'' کاراس کی آواز آئی۔

''او......خبیث کے بچے تو مجھے نہیں جانتا۔'' دفعتاً ٹوری بیڈسٹر چیخا۔

''آج سے پہلے کبھی دیکھا تک نہیں۔'' کاراس نے کہا۔

''جھگڑے کی ضرورت نہیں......!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اب تم سب نیچے اتر آؤ۔''

پانچ آدمی ہاتھوں میں اسٹین گنیں سنبھالے سڑک پر آ گئے تھے اور ان کی گنیں گاڑیوں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

''تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔'' ایڈمنسٹریٹر بولا۔

''کس بات پر جناب۔''

''کسی بات پر بھی نہیں۔''

''میں نے کب کہا ہے کہ آپ کو مجبور کر سکتا ہوں......لیکن ان مجرموں کو ضرور ساتھ لے جاؤں گا۔ کالے آدمی پر تو قتل کا بھی الزام ہے۔''

''مجھ پر......!'' کاراس دھاڑا۔ ''مجھ پر کس کے قتل کا الزام ہے۔''

''کیا بے چارا بدرل تمہیں یاد نہیں رہا۔''

''میں کسی بدرل کو نہیں جانتا۔''

''اور جیری ڈہلم کو بھی نہ جانتے ہو گے۔''

''جیری ڈہلم اسی بدذات کا آدمی ہے۔ وہی مجھے ہوٹل سے لے گیا تھا۔'' ٹوری نے

چیخ کر کہا۔

''اور سیزر بھی......؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''ہاں سیزر بھی......اس نے مجھے اس جزیرے تک پہنچایا تھا۔''

''سنو کرنل فریدی۔'' ایڈمنسٹریٹر نے کہا۔ ''یہ سارے آدمی خان دوراں نے خود مہیا کئے ہیں اور مجھے اسلئے ساتھ لے جا رہا تھا کہ نئی کھدائی کا افتتاح میرے ہاتھوں سے کرائے۔''

''آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں کا تعلق نہ آپ سے ہے اور نہ خان دوراں سے۔ یہ براہِ راست حکومت کے مجرم ہیں۔ ایسے مجرم کہ حکومت اطمینان کا سانس لے گی۔ میں ان کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔''

''تم نے غداری کے کس ثبوت کا ذکر کیا تھا جسے خان دوراں نے نذرِ آتش کر دیا۔''

''ایک واٹر مارکڈ دستاویز تھی جسے میرے حوالے کرنے سے قبل آپ نے بہت سی باتیں کی تھیں۔ جنہیں ایک ٹیپ ریکارڈر محفوظ کرتا رہا تھا۔''

''وہ تم تھے......؟'' ایڈمنسٹریٹر کی آواز حلق میں پھنسنے لگی تھی۔

''ہاں میں ہی تھا۔''

ایڈمنسٹریٹر نے گردن ڈال دی۔

''میں نے کہا تھا کہ تم سب گاڑیوں سے اُتر آؤ۔'' فریدی نے اونچی آواز میں کہا۔

اتنے میں ٹوری بول پڑا۔ ''اچھے آدمی! مجھے اجازت دو کہ میں کاراس بلابو کی مرمت کر ڈالوں......اس کے بعد چاہے مجھے گولی مار دینا۔''

''اس کی مرمت تو میں بھی کرنا چاہتا ہوں۔'' ڈرائیور بولا اور یہ ڈرائیور کیپٹن حمید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا جس کی ناک کی نوک اوپر اٹھی ہوئی اور دانت دکھائی دے رہے تھے۔ کیونکہ ناک کی نوک کے ساتھ ہی اوپری ہونٹ بھی اٹھ گیا تھا۔

فریدی نے ٹوری سے کہا۔ ''یہاں کشتی کا مقابلہ نہیں ہو رہا کہ میں تمہیں اس کی اجازت دے دوں گا۔''

وہ سب اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے گاڑیوں سے اُتر آئے تھے ان میں خان دوراں کے

بوں آدمی بھی شامل تھے۔ ایڈمنسٹریٹر کو بھی اترنا پڑا۔ وہ خان دوراں کو گھورے جا رہا تھا۔

''اب ہتھکڑیاں لگائی جائیں۔'' فریدی نے کہا۔

''تم ایسا نہیں کر سکتے۔'' ایڈمنسٹریٹر زور سے چیخا۔

''آپ ان لوگوں میں شامل نہیں ہیں۔''

''میرے ساتھ خان دوراں بھی پھنسے گا۔''

''اسی لئے میں نے صرف ان مجرموں کی بات کی تھی جن کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں۔''

اچانک شور برپا ہو گیا۔ ایک چیخ بھی سنائی دی تھی۔

جب کاراس کے ہتھکڑی لگائی جا رہی تھی اس نے ڈاج دے کر ایک آدمی سے اسٹین گن چھین لی تھی اور چھلانگ مار کر قریبی گاڑی کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔

''تم سب ڈھلان میں اترتے چلے جاؤ......ورنہ ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ گاڑی کی اوٹ سے دھاڑا۔

''دیکھا تم نے۔'' ٹوری بیڈسٹر بولا۔ ''خواہ مخواہ باتوں میں وقت ضائع کرتے رہے۔ اب بھی کہتا ہوں کہ مجھے اس سے نپٹنے دو۔''

''یہاں تم نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا جس کی سزا موت ہو۔ لہٰذا تمہاری جان کی حفاظت بھی میرا فرض ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''میں کہہ رہا ہوں ڈھلان میں اُتر جاؤ۔'' کاراس دھاڑا۔

''چلو اُترو......!'' فریدی بولا۔ ''اُتر چلو ڈھلان میں......ورنہ وہ ایسی پوزیشن میں ہے کہ سب مارے جائیں گے اور وہ اپنے پرائے کی تحقیق نہیں کرے گا۔ میں آپ سے بھی کہہ رہا ہوں ایڈمنسٹریٹر صاحب۔''

اور پھر وہ سبھی ڈھلان میں اترتے چلے گئے تھے لیکن فریدی ان میں شامل نہیں تھا۔ ایسے اس کے انداز سے یہی سمجھا تھا جیسے وہ بھی ان ہی کے پیچھے چلا آ رہا ہو۔

گاڑیوں کے آس پاس سناٹا چھا گیا تھا۔ فریدی ایک گاڑی کے اگلے بمپر پر چڑھ کر

بونٹ سے اس طرح چپک گیا تھا کہ کاراس کو نظر نہ آسکے۔

کاراس سینے کے بل رینگتا ہوا سڑک کے بائیں کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ سب ڈھلان میں دوڑے جا رہے تھے۔

کاراس نے اسٹین گن داہنے ہاتھ سے پکڑ رکھی تھی۔ شاید ڈھلان میں دوڑنے والوں پر فائرنگ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کے سفید سفید دانت باہر نکلے پڑ رہے تھے۔ اس وقت وہ کسی رال ٹپکائے ہوئے کتے سے مشابہ لگ رہا تھا۔

دفعتاً فریدی نے اس کے داہنے ہاتھ پر فائر کر دیا۔ اسٹین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور تک پھسلتی چلی گئی تھی اور وہ کسی زخمی درندے کی طرح دھاڑتا ہوا اٹھ گیا تھا۔

''اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔'' فریدی کاراس کے سامنے آتا ہوا بولا۔

لیکن وہ اپنی جانب اٹھے ہوئے ریوالور کی پرواہ کئے بغیر فریدی پر ٹوٹ پڑا۔

قطعی غیر متوقع حملہ تھا۔ فریدی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ زخمی ہو جانے کے بعد بھی ریوالور کو نظر انداز کر دے گا۔ لیکن اس نے دوسرا فائر کرنیکی بجائے ریوالور ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ یہ اور بات ہے کہ دوسرے ہی لمحے میں اسے اپنی اصول پسندی بہت مہنگی پڑتی محسوس ہوئی ہو۔ بس ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے کوئی پہاڑ آ ٹکرایا ہو۔

پہلے ہی ہلے میں وہ فریدی پر پوری طرح چھا گیا۔ زخمی ہو جانے والے ہاتھ میں بھی قوت کا وہی عالم تھا جو دوسرے ہاتھ میں ہو سکتا...... اس نے قریب پڑے ہوئے ریوالور کی طرف بھی توجہ نہ دی۔

شاید اسٹین گن بھی ذہن سے نکل گئی تھی۔ وہ تو بس کسی زخمی جنگلی بھینسے کی سی کیفیت میں معلوم ہوتا تھا۔ جس نے کسی درخت کے تنے پر اپنا غصہ اتار دینے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

فریدی کی گرفت میں اس کی بائیں ٹانگ آ گئی تھی اور وہ اسے زمین سے اکھاڑ دینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے کسی لوہے کے ستون پر زور آزمائی کر رہا ہو۔

پھر یک بیک اس نے ٹانگ پر گرفت ڈھیلی کر کے داہنا شانہ اس کی ناک پر مارا۔ کریہہ سی آواز اس کے حلق سے نکلی تھی اور وہ بائیں جانب جھک گیا تھا۔ بس اتنا ہی کافی تھا

فریدی کے لئے...... پھر تو اس نے اس کی ناک ہی کو ٹارگٹ بنا لیا۔

ناک پر دوسری ضرب پڑتے ہی وہ پھر دھاڑا...... اور فریدی کے اوپر سے پھسل کر ایک فٹ کے فاصلے پر جا پڑا۔ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ فریدی نے زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر ناک ہی پر ایک لات بھی رسید کر دی۔ اس ضرب نے اسے اکھاڑ دیا۔ پھر بھی اس نے سڑک کے کنارے تک جانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھر نہ سنبھل سکا۔ نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔ فریدی اس کے پیچھے دوڑا تھا اور پھر اگر تین گز کے فاصلے ہی پر اچانک رک نہ جاتا تو خود بھی کاراس ہی کے پیچھے سینکڑوں فٹ کی گہرائی میں جا پڑا ہوتا۔

کاراس کی آخری چیخ بڑی دہشت ناک تھی۔ اس طرف ڈھلان میں وہ کھڈ سڑک پر سے نہیں نظر آئی تھی۔

فریدی جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔ اپنے ذہن پر اچانک چھا جانے والے غبار سے لڑتا رہا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اس پر بھی غشی طاری ہو جائے گی۔ بدقت تمام اس نے اس کیفیت پر قابو پایا تھا۔ ڈھلان میں اُتر جانے والے اب پھر اوپر واپس آ رہے تھے۔

فریدی آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا اس پتلی سی گہری دراڑ کی طرف بڑھا جس میں گر کر کاراس بلا بو غائب ہوا تھا۔

اس کی گہرائی تاریکی میں گم ہو گئی تھی۔ دراڑ زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ ایک ہی جست میں فریدی دوسری طرف پہنچ سکتا تھا۔

''کیا ہوا۔'' اس نے حمید کی آواز سنی اور مڑ کر دیکھنے لگا۔

''بات جہاں تھی وہیں رہ گئی۔'' فریدی نے دراڑ کی طرف اشارہ کیا۔

''چلیے اٹھئے...... ابھی محل میں وہ عورت موجود ہے۔'' حمید نے کہا۔

''ہمارے روانہ ہوتے ہی حراست میں لے لی گئی ہوگی۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

واپسی کے سفر میں سبھی خاموش تھے۔

ایڈمنسٹریٹر کو جانے دیا گیا تھا کیونکہ اسی کے خیال کے مطابق اس کے خلاف کسی قسم کی کارروائی خان دوراں کو بھی لے ڈوبتی۔

کاراس بلابو اتھاہ گہرائیوں میں دفن ہو چکا تھا۔ ریٹا ٹوری بیڈسٹر اور جولیا کاراس کے ان دوسرے ملازمین سمیت حراست میں تھے جنہوں نے خان دوراں والے معاملے میں کاراس کا ہاتھ بٹایا تھا۔ جولیا نے عدالت میں اعتراف کیا کہ وہ کاراس کی داشتہ تھی۔ البتہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی کہ کاراس بلابو فریدی پر حملے کیوں کرارہا تھا یا ریٹا اور ٹوری بیڈسٹر یہاں کیوں آئے تھے۔

فریدی نے اپنی رپورٹ میں یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ کاراس بلابو ساری دنیا میں منشیات کی غیر قانونی تجارت کرنے والے گروہ کا مقامی نمائندہ تھا اور گروہ کے سربراہ نے اسے پچھلی حزیمتوں کا بدلہ لینے پر مامور کیا تھا۔

خان دوراں کے معاملے کا اس کی رپورٹ میں کوئی حوالہ نہیں تھا۔ سیزر اور جیری وہٹلم بھی پکڑے گئے تھے۔ سیزر نے بتایا کہ اس نے کاراس ہی کی ہدایت پر بدرل کو قتل کرایا تھا لیکن قتل کا سبب اس کے علم میں نہیں تھا۔ ریٹا نے اپنے بیگ کے استر میں آلہ نقب زنی کی موجودگی سے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بیگ اس کے لئے گروہ ہی کے ایک آدمی نے فراہم کیا تھا۔ پہلے سے اس کے پاس نہیں تھا۔

''لیکن آخر اس بدباطن ایڈمنسٹریٹر کا کیا ہوگا۔'' حمید نے فریدی سے سوال کیا۔

''وہ محکمے کی کڑی نگرانی میں رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک بڑی طاقت کا ایجنٹ ہے۔ اگر میں اس مرحلے پر اس پر ہاتھ ڈال دیتا تو خان دوراں کو بھی ناکردہ گناہی کی سزا ملتی۔ تمہیں شاید علم نہ ہو کہ وہ مرحوم لیڈر جس کے نام خاں دوراں نے خط لکھا تھا ایڈمنسٹریٹر کے قریبی عزیزوں میں سے تھا۔''

''لیکن سوال تو یہ ہے کہ غیر ملکی سفارت خانے کا واٹر مارکڈ سادہ کاغذ خان دوراں کی اسٹیشنری میں کیسے جا پہنچا۔''

''ہوسکتا ہے کہ ایڈمنسٹریٹر ہی نے یہ حرکت بھی کی ہو۔ اسی نے کاغذ بھی خان دوراں کی لاعلمی میں اس تک پہنچا دیا ہو۔''

تمام شد